علم مقاصد الشریعہ

ڈاکٹر نورالدین مختار الخادمی

ایفا پبلی کیشنز، نئی دھلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

(کتاب میں پیش کئے گئے خیالات کا ناشر کی رائے سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے، کوئی تیسرا شخص کتاب کو
ویب سائٹ یا کسی اور ذریعے سے عام کرتا ہے تو اس کے مصدر اصلی کے مطابق ہونے کی ذمہ داری ناشر کی نہیں ہے)

نام کتاب	:	علم مقاصد شریعت
عربی نام	:	(علم المقاصد الشرعية)
مولف	:	ڈاکٹر نور الدین بن مختار الخادمی
مترجم	:	ضیاء الدین قاسمی ندوی
کمپوزنگ	:	محمد سیف اللہ
صفحات	:	194
اشاعت	:	2009

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011-26981779

ای میل: ifapublications2004@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	ڈاکٹر محمد منظور عالم	الف، ب
مقدمہ		۷
	باب اول	۱۱
پہلی بحث :	مقاصد شرعیہ اسلامیہ کی تعریف	۱۳
دوسری بحث :	بعض اصولی اصطلاحوں سے مقاصد الشریعہ کا ربط و تعلق	۱۹
تیسری بحث :	مقاصد شرعیہ کا موضوع	۲۷
چوتھی بحث :	مقاصد شرعیہ کا دلائل سے ربط	۳۰
پانچویں بحث :	احکام شرعیہ کی علّت بیان کرنا	۴۴
چھٹی بحث :	مقاصد شرعیہ کے فوائد	۵۱
ساتویں بحث :	علم المقاصد تاریخ کے آئینے میں	۵۳
آٹھویں بحث :	مقاصد الشریعہ کے اثبات کے طریقے	۶۶
نویں بحث :	مقاصد کی مختلف تقسیموں اور ان کی قسموں کا بیان	۷۰
دسویں بحث :	ابتداءً احکام کی وضع سے شریعت کے مقاصد کا بیان	۷۵
گیارہویں بحث :	ذاتی قوت کے اعتبار سے مقاصد کی قسمیں	۷۷

بارہویں بحث : مقاصد شرعیہ کے مکملات اوران کی شرط ۹۱

تیرہویں بحث : مصالح ومفاسد میں غالب پہلو ہی شاعر کا مقصود ہے ۹۹

چودھویں بحث : کبھی کبھی جزئیات کا نہ پایا جانا اصول کلی سے الگ کسی جائز مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے ۱۰۳

باب دوم ۱۰۵

پہلی بحث : مکلّف کا احکام پر قادر ہونا ۱۰۷

دوسری بحث : مشقّت: اس کی حقیقت واقسام وامثلہ ۱۱۸

تیسری بحث : شریعت میں حرج کو ختم کیا گیا ہے اور اس کے احکام کی بنیاد سہولت پر ہے ۱۳۰

چوتھی بحث : احکام کو سمجھنے پر بندۂ مکلّف کی قدرت ۱۳۳

پانچویں بحث : تعلیل کا مفہوم اور اس کے دلائل ۱۴۲

چھٹی بحث : مقاصد شرعیہ کی تطبیق فقہی احکام میں ۱۶۴

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم والصلاۃ والسلام علی أشرف المرسلین۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولاعدوان إلا علی الضالین۔امّا بعد:

عصر حاضر میں مقاصد شرعیہ اسلامیہ کی طرف التفات اور اس سے دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے، بحث و تالیف اور تحقیق و تدوین کی سطح پر بھی اور تدریس و تعلیم اور ذہن سازی و تربیتی سطح پر بھی۔

اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اجتہاد و استنباط اور فتاوی و فیصلے کی کوشش، نیز احکام شرعیہ کی پابندی، اس کو سمجھنے، احاطہ کرنے اور اس کی عملی تشکیل کے تعلق سے ''علم مقاصد الشریعۃ'' کی شدید حاجت و ضرورت ہے، مزید یہ کہ احکامات کے مخاطب ہونے کی ذمہ داری، پیغامِ خلافت کی ادائیگی، روئے زمین میں رشد و ہدایت اور اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دینے کے میدان میں بھی اس علم کی شدید ضرورت ہے۔

یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ مقاصد شرعیہ دو دھاری تلوار ہے، جس طرح اس کو خیر و بھلائی کے کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے اسی طرح برائی، فساد اور شر میں بھی اس سے کام لیا جا سکتا ہے، اسی لئے علمائے کرام اور طالبین علم پر اس علم کا احاطہ کرنا، اس کے مشمولات و مضامین کا جاننا، اس کے مواد، لوازمات اور ضوابط میں دسترس حاصل کرنا ضروری ہے، تاکہ عمدہ طریقہ اور بہتر کیفیت پر اس کا عملی اجراء ہو سکے، جس سے لوگوں کو حقیقی اور شرعی مصلحتیں حاصل ہوں گی، ان سے ہلاکت و بربادی رفع ہوگی، اجتہاد و استنباط کی راہ میں تشریح و توضیح کے وقت بیجا تشدد اور تاویل کے وقت اتباعِ نفس، نیتوں کے فساد اور برے ارادوں سے بچنا ممکن ہو سکے گا، اسی طرح اس علم کے تمام اصول و مبادیات کی جانکاری اور ان کے ساتھ اعتناء برتنے سے وہ شخص جس کی نظر صرف نصوص و

دلائل کے ظواہر اور مبانی پر رہتی ہے اور ان کے مطالب ومقاصد کی اتھاہ گہرائیوں میں نہیں اترتا ہے وہ ان نصوص میں ظاہری تفسیر اور تحریفی کارروائی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

مقاصد شرعیہ کا بنیادی نظریہ شریعت کی کسوٹی، صحیح اجتہاد اور اس کے معیار ضوابط کے مطابق نصوص کے ظاہر و باطن اور اس کے مبنی ومعنی کے درمیان صحیح توازن پر قائم ہے۔ درحقیقت مقاصد شرعیہ کا یہ نظریہ دین اسلام کی میانہ روی واعتدالی کے سرچشمہ کا نمائندہ ہے اور متعدد دلائل سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اسلام کی میانہ روی اللہ تعالیٰ کی روشن شریعت کے امتیازات و خصوصیات میں سے ایک یقینی امتیاز اور قطعی خصوصیت ہے۔

چوں کہ مقاصد شرعیہ کو بالخصوص عصر حاضر میں ایک مقام حاصل ہے، اسی لئے محققین وباحثین، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے دوران اس موضوع کو ضرور چھیڑتے ہیں، خواہ خاص تحقیقات وتالیفات کی سطح پر ہو یا اعلیٰ تعلیم، علمی ترقیات وانعامات، فقہی اداروں، اکیڈمیوں اور تحقیقاتی مراکز کے مقالات کے معیار پر ہوں۔

اور میں (نور الدین الخادمی) بھی عصر حاضر میں اس عام رجحان سے مختلف نہیں ہوں، کیوں کہ انسان زمانہ کا غلام ہوتا ہے اور اس کے حالات وکیفیات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اسی وجہ سے اپنی علمی بے سروسامانی اور تنگ دامانی کے باوجود اس میں منہمک ہوگیا تاکہ مقاصد شرعیہ کے ساتھ اعتناء اور التفات میں ناچیز بھی حصہ دار بن جائے، لہٰذا میں نے پی، ایچ، ڈی کے اپنے مقالے کو "**المقاصد الشرعية عند المالكية**"[1] (مالکیہ کے نزدیک مقاصد شرعیہ) بیان کرنے کے لئے مختص کردیا ہے۔ اس کے علاوہ "**الاجتهاد المقاصدی: حجيته، ضوابطه، مجالاته**"[2] (مقاصد کی روشنی میں اجتہاد کی حجیت اس کے اصول وامکانات) کے عنوان پر میں نے ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے، اس کتاب میں مقاصد کے

---

1 یہ مقالہ جامعہ زیتونہ میں ۱۹۹۷ء میں پیش کیا گیا اور مقالہ نگار کو جامعہ کا سب سے مؤقر انعام حاصل ہوا۔

2 قطر کے "الأمة" کتابی سلسلے کے ضمن میں جمادی الآخری ورجب ۱۴۱۹ھ ۶۶ + ۶۷ نمبر پر دو جز میں یہ کتاب شائع ہوئی۔

استدلالی، تجزیاتی، تمثیلی اور عملی گوشوں پر اور عصر حاضر کے بہت سے مشکل اور پیچیدہ مسائل کا حکم بیان کرنے پر زیادہ زور دیا ہے اور یہ کام ان مقاصد شرعیہ کی روشنی میں انجام دیا گیا ہے جو نصوص ودلائل کے تابع ہیں، ان سے الگ مستقل دلیل نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے قیدِ زمام سے آزاد ہیں، نیز ہم نے اس موضوع پر بعض مجلّات ورسائل پر مختصر مقالات بھی لکھا ہے۔

شرعاً وادباً میں ضروری سمجھتا ہوں، نیز اکیڈمی کی طرف سے بھی میرے لئے لازم ہے کہ کتاب دو بنیادی اسباب کی بنا پر تصنیف کروں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اس کتاب کی تالیف کا پہلا بنیادی سبب علم المقاصد کی معرفت، اس کے عمومی مسائل کی جانکاری، اور اس کے بعض جزئیات ومتعلقات سے واقفیت کے تئیں قارئین کی ضرورت پوری کرنا ہے تاکہ اس علم کے ذریعہ اسلام، احکامِ اسلام اور زمین میں خلیفہ بنانے کے سلسلے میں درست تطبیق اور صحیح فہم کا حصول ہو سکے، اور تاکہ مقاصد، مصالح، اور اغراض وعلل جیسے عناوین کے ذیل میں شریعت مطہرہ کے خلاف پروپیگنڈہ کئے جانے والے شکوک وشبہات اور مغالطات کی تردید کی جاسکے، چنانچہ لوگ کہتے ہیں: اعتبار معانی اور مقاصد کا ہوتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ غایتیں وسیلوں کو جائز قرار دیتی ہے۔

۲- ریاض کے ''جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ'' کے تمام طلبہ بالخصوص کلیۃ الدعوۃ والاعلام[1] کے وہ طلبہ جو تیسرے اور چوتھے سال میں مقاصد شریعت کے منہج کی تحقیق کرتے ہیں، ان کی ضرورت کی تکمیل کے لئے میں نے یہ کتاب لکھی ہے، چنانچہ میرا خیال ہوا کہ محاضرات کے درمیان طلبہ کے سامنے جو کچھ پیش کرتا ہوں اس کو کتابی شکل دے دوں اور مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ مذاکرے اور امتحانات کے دوران ان کے لئے طریقۂ کار، اس کی طرف رجوع اور نظر ثانی آسان ہو جائے گی، خاص طور پر جب کہ اس کا منہج عمیق اور دقیق ہے جو اس امر کا

[1] ایسے ہی ''مقاصد شرعیہ کا منہج'' کے موضوع پر درس لینے والے المعہد العالی کے قضاء کے طلبہ، شعبۂ اصول فقہ کے پی۔ایچ۔ڈی۔ کلیۃ الشریعۃ کے شعبۂ ثقافت اسلامیہ اور عنقریب اس منہج کے درس میں داخل ہونے والے طلبہ۔

متقاضی ہے کہ اسے تدریسی اور تالیفی شکل میں صرف کیا جائے تا کہ امید کے مطابق ممکنہ فائدہ اس سے حاصل ہو سکے۔

اور ہر تعلیمی سال کے آخر میں یونیورسٹی کے طلبہ اس کے منہج، نصاب تعلیم اور اس کے تمام علمی مواد پر ایک نوٹ بک تیار کرنے سے متعلق مجھ سے بہت سے سوالات کرتے تھے خاص طور سے جامعہ میں زیر تعلیم امتحان میں کامیاب اور ناکام دونوں قسم کے طلبہ جن کو کسی لکھے ہوئے نوٹ بک یا کتاب کی ضرورت ہوتی جس کی طرف درس گاہوں سے باہر جامعہ کی چہار دیواری میں رجوع کرسکیں، ایسے طلبہ خاص طور سے بکثرت سوالات اور درخواست کرتے تھے۔

لہٰذا ان تمام وجوہات اور مذکور الصدر بنیادی سبب کی بنا پر میں نے یہ کتاب ترتیب دی ہے، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب طلبہ کے لئے راہ نما اور مفید ثابت ہوگی، اس میں غلطیوں اور لغزشوں سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کی گئی ہے اور امید ہے کہ اسے درگزر بھی کیا جائے گا کیوں کہ یہ بشری خاصہ ہے اور افادہ واستفادہ کے وقت عجلت، جلد بازی اور زیادہ سے زیادہ افادہ واستفادہ کی حرص کے لوازمات میں سے ہے۔

میں یہ دعویٰ تو نہیں کرسکتا کہ اس کے اندر میں نے مقاصد شرعیہ کے تمام یا اکثر مسائل کو ذکر کردیا ہے، اس لئے کہ اس جیسے عجالہ میں اس کا استیعاب ناممکن ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اپنے فہم کے مطابق مطلوبہ مراد سے قریب مسائل کو میں نے اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔ اور آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے درستگی اور ہدایت کے طالب ہیں کہ وہی اس کا مالک وقادر ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

نور الدین مختار الخادمی
رکن شعبہ تدریس کلیۃ الشریعہ- ریاض (شعبہ فقہ)
صبح یوم الجمعہ ۸/۲/۱۴۲۱ھ ۱۲/۵/۲۰۰۰ء

باب اول

پہلی بحث:

مقاصد شرعیہ اسلامیہ کی تعریف

مقاصد شرعیہ اسلامیہ کی لغوی تعریف

مقاصد الشریعة: اسلامی شریعت کے جملہ علوم وفنون میں سے ایک خاص علم و فن کا نام اور لقب ہے، اور دو لفظوں ''مقاصد'' اور ''الشریعۃ'' سے مرکب ہے، اس مرکب نام یا اس شرعی و علمی لقب کی صحیح تعریف جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے لفظ ''مقاصد'' اور لفظ ''الشریعہ'' کے معنی کو الگ الگ سمجھ لیا جائے اس کے بعد ہی مقاصد الشریعۃ کے پورے جملے کا واضح مفہوم سمجھ میں آئے گا۔

مقاصد کی لغوی تعریف

''مقاصد'' مقصد کی جمع ہے، جو قَصَدَ فعل سے مشتق مصدر میمی ہے، کہا جاتا ہے: **قصد یقصد قصداً و مقصداً**۔ اس بنیاد پر ''مقصد'' کے متعدد لغوی معانی آتے ہیں۔

۱- قصد: اعتماد کرنا، متوجہ ہونا، راستہ کا سیدھا ہونا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' **وَ عَلَى اللّٰهِ قَصدُ السَّبِيلِ وَمِنهَا جَائِرٌ** ''(۱) (اور اللہ ہی پر ہے راستہ (کا کھانا) اور بعض اس میں سے ٹیڑھے بھی ہیں)۔

۲- قصد: اعتدال اور افراط وتفریط سے پاک ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' **وَاقصِد فِي مَشيِكَ** '' (۲) (اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(۱) سورۃ النحل: ۹۔

(۲) سورۃ لقمان: ۱۹۔

"القَصدَ القَصدَ تبلغوا"(۱)(افراط وتفریط سے بچو منزل تک پہنچو گے)۔

الشریعۃ کی لغوی تعریف

لغوی معنی میں شریعت کا اطلاق پانی کا چشمہ اور گھاٹ کے لئے بھی ہوتا ہے، جیسا کہ دین وملت، منہاج وسنت اور طریقہ کے لئے بولا جاتا ہے، پانی کا چشمہ اور گھاٹ کے لئے شریعت کا لفظ استعمال کرنے کی علت یہ ہے کہ پانی پر انسان وحیوان اور نباتات کی زندگی کا انحصار ہے، جس طرح کہ دنیا وآخرت میں انسانی نفوس کی اصلاح وترقی اور سلامتی کا دارومدار دین اسلام کی پیروی پر ہے، یعنی اسلامی شریعت دنیا وآخرت میں ہر قسم کی خیر وبرکت اور خوشحالی و سعادت کا محور ومرکز ہے، ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا استَجِيبُوا للهِ و لِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحيِيكُم(۲)

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول کو لبیک کہو جب کہ وہ (یعنی رسول) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں)۔

لفظ اسلامیہ کی تعریف

اسلامیہ : اسلام سے مشتق ہے، لغت میں اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اور اس کی عبادت واحکام کی بجا آوری اور منہیات سے اجتناب کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دینے کو اسلام کہتے ہیں اور مقاصد کے لئے اسلامیہ کی صفت لانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مقاصد اسلام سے جڑے ہوئے ہیں، اسی سے نکلے اور پھیلے ہیں، اسلام سے الگ اور اس کے مخالف نہیں ہیں۔

(۱) بخاری شریف، کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل

(۲) سورۃ الانفال: ۲۴

مقاصد شرعیہ اسلامیہ کی اصطلاحی تعریف

علمائے متقدمین کے یہاں مقاصد الشریعہ کی کوئی واضح ،متعین اور دقیق تعریف نہیں ملتی ،البتہ کچھ مخصوص جملے اور کلمات ضرورت ملتے ہیں جو مقاصد الشریعہ کی بعض انواع واقسام اور اس کی خاص تعبیرات ومترادفات اور اس کی بعض مثالوں اور ان کی تطبیق نیز اس کی حجت وحقیقت سے متعلق ہیں۔

علمائے متقدمین نے اس ضمن میں مقاصد کے پانچ بنیادی اصول (کلیات خمسہ) کا ذکر کیا ہے:

(۱) دین کی حفاظت

(۲) نفس کی حفاظت

(۳) عقل کی حفاظت

(۴) نسل ونسب کی حفاظت

(۵) مال کی حفاظت

اس کے علاوہ بعض ضروری ومستحسن مصالح کا ذکر بھی کیا ہے۔

نیز بعض حکم واسرار کے ذکر کے ساتھ اس کے احکام سے متعلق علتوں اور دلائل کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان عقلی ونقلی دلائل کو بھی بیان کیا ہے جو مقاصد الشریعہ کے حق اور حجت ہونے کا ثبوت اور دلیل ہیں،انہوں نے ان نقلی اور عقلی دلائل کا ذکر کیا جو مقاصد اور اس کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں، نیز اس کی مراعات اور اس پر اعتماد کو چند متعین شرائط اور مقررہ اصول وضوابط کے ساتھ واجب کرتے ہیں،شریعت سے خروج، اس کے دلائل سے ٹکراؤ اور اس کے اصول وقواعد اور تعلیمات سے متصادم ہوئے بغیر۔

جیسا کہ علمائے متقدمین نے ان مقاصد کو بہت سی تعبیروں کے ذریعہ بیان کیا ہے جو پوری صراحت وقطعیت اور تلمیح واشارہ کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان ماہرین فن

علماء نے مقاصد کی رعایت کی طرف پوری توجہ دی ہے اور نصوص و احکام کو سمجھنے اور ان میں اجتہاد کرنے اور راجح قول کی تعیین وتطبیق کرنے کا کام بھی بجا طور پر انجام دیا ہے۔

چند تعبیرات واشتقاقات

یہ مصلحت وحکمت، علت ومنفعت، مفاسد اور اغراض ومقاصد، اسرار، معانی ومراد اور ضرر ونقصان وغیرہ ہیں جو اس کے مصادر ومراجع میں پائے جاتے ہیں۔

معاصر علماء کے نزدیک مقاصد کی تعریف

عصر حاضر میں بھی علماء ومحققین نے مقاصد الشریعہ کے موضوع کو اپنی خاص توجہات کا مرکز بنایا ہے کیونکہ مقاصد الشریعہ کی اہمیت وضرورت، فقہی اجتہاد میں اس کا کردار اور شرعی قواعد وضوابط اور دلائل کی روشنی میں موجودہ زندگی کے مسائل کے حل میں اس کا رول نمایاں ہے اور اس توجہ وعنایت ہی کا نتیجہ ہے کہ علمی وفکری اور اصولی فنون میں مقاصد الشریعہ کی تدوین وتالیف کا وہی اعتبار ومقام ہے جو تمام علوم وفنون کی تعریفات واصطلاحات اور خصوصیات کا ہے۔

اس علم کی متعدد مندرجہ ذیل تعریفات کی جاتی ہیں

۱- شیخ محمد طاہر بن عاشور فرماتے ہیں کہ المقاصد الشرعیہ ان معانی وحکم کا نام ہے جن کا لحاظ شارع علیہ السلام نے قانون سازی کے تمام یا اکثر احوال میں کیا ہے، اس طور پر کہ اس کا لحاظ احکام شریعت کی کسی خاص نوع کے لئے مخصوص نہیں ہے، لہٰذا اس کے تحت وہ تمام شرعی اوصاف اور اس کی عمومی مقاصد وحدود اور وہ معانی داخل ہیں جن کی رعایت کئے بغیر اسلامی قانون سازی ممکن نہیں اور اسی طرح اس کے تحت حکمت ومصلحت کے وہ اصول بھی آجائیں گے جن کی رعایت احکام شریعت کی تمام انواع میں تو نہیں ہوتی مگر بہت سارے مسائل واحکام میں

ان کے بغیر چارہ کارنہیں۔(۱)

۲- علامہ فاسی مقاصد الشریعہ کی تعریف اس انداز میں کرتے ہیں: مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ کی مراد اس کی غایت تک پہنچنا اوران رموز واسرار کا علم ہے جن کو شارع علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ہر حکم میں رکھا ہے۔(۲)

۳- ڈاکٹر ریسونی فرماتے ہیں کہ مقاصد الشریعہ وہ اصول وغایات ہیں جن کو شریعت نے بندوں کی مصلحت کو پورا کرنے کے لئے وضع کیا ہے۔(۳)

۴- دکتور محمد بن سعد بن احمد بن سعود الیوبی فرماتے ہیں: مقاصد شریعہ ان معانی وحکم وغیرہ کا نام ہے جن کی رعایت شارع نے بندوں کی ضروریات اور مصلحتوں کے پیش نظر عمومی و خصوصی حالات میں قانون ودستور بناتے وقت کی ہے۔(۴)

۵- علامہ فتحی الدرینی تعریف کرتے ہیں: مقاصد الشریعہ ایسی قسم ہے جو صیغوں اور نصوص کے پردہ میں پوشیدہ ہوتی ہے اور قانون سازی کے وقت اسے کلیات وجزئیات کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔(۵)

۶- دکتور مصطفیٰ بن کرامت اللہ مخدوم کے نزدیک مقاصد وہ مصالح ہیں جن کا قصد شارع نے احکام کی تشریع کے وقت فرمایا ہے۔(۶)

۷- دکتور نورالدین الخادمی فرماتے ہیں کہ مقاصد الشریعہ ان معانی ومراد کو کہا جاتا ہے جن کا لحاظ شرعی احکام میں کیا جاتا ہے اور جن پر احکام مرتب ہوتے ہیں، خواہ ان کا تعلق جزئی

---

(۱) مقاصد الشریعۃ لابن عاشور/۵۱۔

(۲) مقاصد الشریعۃ اسلامیۃ ومکارمہا/ ۳۔

(۳) نظریۃ المقاصد عند الشاطبی: د.أحمد الریسونی/ ۷۔

(۴) مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ وعلاقتھا بالأدلۃ الشرعیہ/ ۳۷۔

(۵) مقاصد المکلفین عند الأصولیین ۱/ ۳۵۔

(۶) قواعد الوسائل فی الشریعۃ الإسلامیہ/ ۳۴۔

حکمتوں سے ہو یا کلی مصلحتوں سے، یا پھر اجمالی خصوصیات سے ہو، یہ سب معانی ایک مقصد کے ضمن میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ کی بندگی پر دل کو جمانا اور دنیا وآخرت میں انسان کی مصلحت وضرورت کی رعایت کرنا ہے۔(۱)

خلاصہ بحث

یقینی طور پر ان تمام مصلحتوں کو مقاصد شرعیہ کہا جائے گا جن کا ارادہ حکیم شارع نے اپنے بندوں کی فلاح وصلاح کے لئے کیا ہے، جیسے روزہ کی مصلحت تقویٰ کے اعلیٰ مقام تک پہنچانا ہے، جہاد کی حکمت ظلم وزیادتی کا قلع قمع کر کے امت کو فتنہ وشر سے بچانا ہے، نکاح کی مصلحت نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت اور نسل واولاد میں اضافہ کر کے دنیا کو آباد رکھنا ہے۔

اسی طرح یہ مصلحتیں بہت زیادہ اور متنوع ہیں، جو ایک عظیم اور بڑی مصلحت اور کلی اصول کے تحت جمع ہو جاتی ہیں اور وہ اللہ کی عبادت کو عملی شکل میں لانا، مخلوق کی اصلاح کرنا اور بندگان خدا کو دنیا وآخرت میں نیک بختی ونجات سے سرفراز کرنا ہے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِی کُلِّ اُمَّةٍ رَسُولاً اَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ "(۲)(اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک پیامبر بھیجا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو شیطان (کی راہ) سے بچو)۔

---

(۲) الاجتھاد المقاصدی حجیتہ، ضوابطہ، مجالاتہ: د.نور الدین الخادمی ۱/ ۵۲-۵۳۔

(۱) سورۃ النحل: ۳۶۔

دوسری بحث:

بعض اصولی اصطلاحات سے مقاصد الشریعہ کا ربط وتعلق

بعض اصولی اصطلاحات سے مقاصد الشریعہ کا ربط وتعلق ہے، جیسے علت، حکمت، مصلحت، سد ذرائع۔

پہلی اصطلاح (علت)

مقاصد الشریعہ اور علت میں باہمی ربط

علت

لغت میں مرض کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں علت وہ مرتب ومتعین ظاہری وصف ہے جو باعتبار مصلحت حکم کی ترتیب سے حاصل ہوتا ہے۔

مثال ''الإسکار''یعنی مدہوش بنانا ہے، یہ ایک منضبط ظاہری وصف ہے جس پر مال اور عقل کی حفاظت کی مصلحت کے مدنظر حرمت خمر کا حکم مرتب ہے، ہمارے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ مال اور عقل کے تحفظ کی مصلحت کے اعتبار سے حکم مرتب ہوا کرتا ہے۔

دوسری مثال ''السفر'' ہے: سفر پر جو حکم مرتب ہوتا ہے وہ نماز کا قصر، روزہ نہ رکھنے کی اجازت اور ایک دن سے بڑھا کر تین دن تک خفین پر مسح کرنے کی رخصت ہے اور ان سب کی مصلحت مکلّف مسلمان سے تنگی و دشواری کو دور کرنا اور ان حالات میں اس سے احکام میں تخفیف کرنا ہے۔

خلاصہ

علت ایک ایسا وصف ہے جو حکم کی نشاندہی کرتا ہے اور اس تک پہنچاتا ہے، جیسے علت ''الاسکار'' حفظ مال کی خاطر شراب نوشی کی حرمت تک پہنچاتی ہے اور ''سفر'' نماز میں قصر اور افطار کی اجازت کے حکم کو بتاتا ہے کہ اس کی مصلحت مشقت وتنگی کو ختم کرنا ہے اور ''سرقہ'' میں ہاتھ کاٹنے کے حکم کی مصلحت مال کی حفاظت ہے اور ''زنا'' میں سنگسار یا ۱۰۰ کوڑے مارنے کی مصلحت عزت وعصمت اور نسب کی حفاظت ہے، ''قتل عمد'' وہ ظلم ہے جو قصاص کے حکم کی علت ہے اور قصاص کی مصلحت جان کی حفاظت ہے۔

موجودہ زمانہ میں اس کی مثال (محاضرات سے غیر حاضری)

علت وحکم اور مصلحت کو ہم موجودہ زمانے کی جدید مثال سے سمجھاتے ہیں، جیسے ''الغیاب عن المحاضرات'' (محاضروں سے غیر حاضری) یہ ایک علت ہے، جو امتحان سے محرومی کا سبب بنتی ہے، اس حکم کے نفاذ کی مصلحت یہ ہے کہ طلبہ محاضرات میں شرکت کرنے اور اس سے استفادہ کرنے سے غافل نہ رہیں، اور اگر غیر حاضری کے سبب طالب علم امتحان سے محروم نہ کیا گیا تب بھی وہ صلاحیت میں دوسروں سے پیچھے رہ جائے گا، یا مفید علم کے حصول سے محروم رہے گا۔

مذکورہ مثالوں کی بنیاد پر دیکھا جائے تو علت ہی کسی حکم کا سبب اور اس تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، لہٰذا مقاصد شرعیہ اسی حکم پر مرتب ہوتے ہیں، جس حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے۔

دوسری اصطلاح (حکمت)

حکمت کے ساتھ مقاصد کا ربط

الحکمة: حصول مصلحت اور اس کی تکمیل یا دفع فساد اور اس کی تقلیل کے لئے

قانون سازی پر مرتب ہونے والے امر کو حکمت کہا جاتا ہے، اور کبھی حکمت کا اطلاق جزئی مقصد پر بھی ہوتا ہے، جیسے حیض والی عورت سے کنارہ کش ہو کر گندگی سے اجتناب کی حکمت، شئی معدوم کی بیع سے منع کرنے کی حکمت جہالت کی نفی اور مشتری سے دھوکہ ونقصان کو دور کرنا ہے، مخطوبہ (جس عورت کو پیغام نکاح دیا گیا ہو) کے چہرہ کو دیکھنے کی حکمت الفت کا پیدا ہونا اور معاشرتی زندگی میں استحکام نیز نجاح وفلاح کے حصول وضمانت کے لئے راحت حاصل ہونا ہے۔

جس طرح حکمت کا اطلاق کلی مقصد یا اجمالی مصلحت کے لئے ہوتا ہے جیسے حفاظتِ نفس کی مصلحت، آسانی کا حصول، دشواری کا ازالہ، اللہ کی عبادت کو دل میں جمانا اور اس کے حکم کی تعمیل کرنا، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنے اور شریعتوں کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور شیاطین کے مکر سے بچا جائے اور ہم اس حکمت سے تمام عام مصالح اور کلی مقاصد مراد لیتے ہیں۔

جو کچھ ذکر ہوا اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حکمت اور مقاصد اکثر حالات میں اپنے اطلاق اور تعبیر کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مترادف اور مماثل ہیں۔

تیسری اصطلاح (مصلحت)

مصلحت کے ساتھ مقاصد کا ربط

مصلحت بَروزن منفعت اسی معنی میں مستعمل ہے اور یہ مضرت اور مفسدت کی ضد ہے، اور خیر وشر، نفع وضرر اور حسنات وسیئات کو مصلحت کے لفظ سے بیان کیا جاتا ہے۔

علامہ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ مصالح، ذات اور اس کے اسباب کو کہتے ہیں اور مفاسد، آلام اور اس کے اسباب، یا ضرر اور اس کے اسباب کو کہتے ہیں، لہٰذا اس لحاظ سے مصلحت، منافع کی تحصیل اور اس تک پہنچانے والے اسباب کے لئے مستعمل ہوگی اور مفسدہ،

مصائب وآلام اوران تک پہنچانے والے ذرائع کے لئے بولا جائے گا۔(۱)

مصلحت کی قسمیں

مختلف حیثیت واعتبار کے لحاظ سے مصالح کی بہت سی انواع واقسام ہیں اور اس مختصر کتاب میں ہم شریعت کے مخالف یا موافق ہونے کے اعتبار سے صرف اس کی دو قسموں پر پوری توجہ مرکوز کرنے پر اکتفا کریں گے، اس صورت میں مصلحت کی دو قسمیں ہوں گی: مصالح شرعیہ، مصالح غیر شرعیہ۔

۱-مصالح شرعیہ

یہ وہ مصلحتیں ہیں جن کا اعتماد شریعت پر ہوتا ہے، اسی سے ان کی فروعات نکلتی اور پھیلتی ہیں جن کا نص قطعی، دلیل اور اجماع سے کوئی ٹکراؤ وتعارض نہیں ہوتا۔

مثال

جیسے حفاظت دین کی مصلحت کی تکمیل، دین کے شعائر وفرائض کو قائم کرکے اور اس کے اثرات وتعلیمات کو زندہ کرکے ہوگی، اسی طرح حفاظت وعصمت کی مصلحت کی تکمیل زنا، مرد وزن کی تنہائی میں ملاقات اور شہوت کے ساتھ دیکھنے کی ممانعت کرکے اور زانیوں وبداطوار افراد کو سزا دیکر ممکن ہو سکے گی۔

۲- مصالح غیر شرعیہ

یہ وہ مصالح ہیں جن کا دار ومدار شریعت پر نہیں ہے اور نہ ہی یہ شریعت سے نکلتے ہیں

(۱) قواعد الأحكام في مصالح الأنام لعز بن عبد السلام ۱/ ۱۰ اور المقاصد العامة ليوسف حامد/ ۱۳۳۔

بلکہ نفسانی ترجیحات، ہواو ہوس اور طبعی میلانات کی روشنی میں متعین ہوتے ہیں، نہ ان کا کوئی ضابطہ ہے نہ رابطہ، نہ ہی حدود و قیود وغیرہ، ان کا سارا زور دنیا کے منافع کے حصول اور مختلف خواہشات ومنافع کے ذریعہ اپنی ذات کو آسودہ کر کے جسم کو فائدہ پہنچانا ہے، اگر چہ آخرت کے نقصان ہی کی بنیاد پر کیوں نہ ہو، یعنی یہ خالص ذاتی جسمانی اور دنیوی مصلحت ہے، آخرت اور جزاءوسزا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مقاصد اور مصلحت کا باہمی ربط

ہمارے ذکر کردہ تمام امور سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت مصالح شرعیہ ہی شارع کا مقصد ومراد ہے اور شارع نے اپنے مکلّف بندوں سے شرعی احکام پر عمل کرا کے ان مصالح کا قصد اور ان کی تحصیل کا ارادہ کیا ہے، لہٰذا فرائض کی ادائیگی اور دینی تعلیمات کی طلب و تحصیل اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کی تحقیق سے ہمکنار کرتی ہے، جس کے باعث بندہ اللہ کی رضا، اس کی جنت اور دل کے اطمینان وراحت کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے اور یہی وہ مصالح ہیں جن کا ارادہ شارع نے احکام نافذ کر کے کیا ہے اور یہی اس کا مقصود ومراد ہے، البتہ وہ مصالح جو شارع کا مقصود ہیں وہ بندوں پر ہی واقع اور نافذ ہوں گی اللہ کی طرف نہیں لوٹیں گی، اس لئے کہ اللہ جل شانہ کی طرف نسبت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے خالق وقادر مطلق ذات کو اغراض کے لئے کوشش کرنے والا قرار دیا جو کہ ایک نقص ہے اور اللہ کی ذات ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور یہ امر محال ہے کہ اللہ نقص کے ساتھ متصف ہو اور کمال کے لئے کوشش کرنے والا ہو، وہ پاک ذات تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے، اس اعتبار سے مقاصد شرعیہ بعینہ مصالح شرعیہ ہیں اور جہاں تک مصالح غیر شرعیہ کا معاملہ ہے تو مقاصد شرعیہ ان کا انکار کرتے ہیں اور ان کے مخالف ہیں، ادلۂ شرعیہ ان کو رد کرتی ہیں اور ان سے روکتی ہیں۔

چوتھی اصطلاح (سدالذرائع)

سدالذرائع کے ساتھ مقاصد کا ربط

الذرائع: ذریعہ کی جمع ہے، اور ذریعہ نام ہے کسی چیز تک پہنچنے کے وسیلہ کا۔

سدالذریعہ کا معنیٰ

کسی جائز امر کو اس لئے ممنوع قرار دینا تا کہ اس کے ذریعہ سے کسی ناجائز امر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ اصل شرعی ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے، اور احکام کے استنباط اور اس کی معرفت میں اس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اس کی مثالیں

۱- اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت زنا کا ذریعہ ہے، اس لئے حرام کی گئی۔

۲- لڑائی کے زمانہ میں ہتھیار کی فروخت قتل وقتال اور فتنہ وتخریب کی زیادتی کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے ممنوع ہے۔

۳- نماز جمعہ کے وقت خرید وفروخت نماز جمعہ کے ترک کا باعث ہوسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی روشنی میں اس سے منع کر دیا گیا۔ **"یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَوْمِ ا لْجُمعَةِ فَاسْعَوْا اِلیٰ ذِکرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ ذَالِکُم خَیْرٌ لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"** (۱)

(اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے)۔

---

(۱) سورۃ الجمعہ:۹۔

۴- شہوت سے دیکھنا زنا اور دواعی زنا کے لئے وسیلہ ہے اس لئے ممنوع ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مِنْ سِھام الشَّیْطَانِ" (نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے)۔

۵- دیر رات تک جاگتے رہنا، درسگاہوں اور محاضرات کی حاضری میں تاخیر کا موجب اور علمی فوائد کے فوت ہونے کا سبب ہے، نیز نماز فجر کے ضائع ہونے کا اس میں خطرہ ہے، اس کے علاوہ بہت سے ذہنی مفاسد و قلبی اضطراب کا باعث ہوتا ہے، اس لئے راتوں کو بلاوجہ دیر تک جاگتے رہنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

مقاصد کا ذرائع سے تعلق

یہ تعلق مندرجہ ذیل امور میں ظاہر ہوسکتا ہے:

الف- سدالذرائع (ذرائع پر پابندی) فی نفسہ شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے جس کی تاکید شریعت نے کی ہے اور نصوص قطعیہ میں اس کا ذکر کثرت سے ہے، انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ...... الآیة(۱) (اور انہیں دشنام نہ دو جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں....) اور اس کا فرمان ہے: "یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکَافِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"(۲) (اے ایمان والو" راعنا" مت کہا کرو اور" انظرنا" کہا کرو اور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے عذاب دردناک ہے)۔

ب- سدالذرائع: یہ مقاصد کو ختم کرنے اور ضیاع سے دوچار کرنے والے وسائل کو بند کرتا ہے۔

(۱) سورۃ الانعام: ۱۰۸۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۰۴۔

وسائل کی دو قسمیں ہیں

۱- وہ وسائل جن کا بند کرنا واجب ہے، اسی کو ہم نے سد الذرائع سے تعبیر کیا ہے۔

۲- وہ وسائل جن کا کھولنا واجب ہے، اس کو ہم ''فتح الذرائع'' سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ان راستوں کا کھولنا جو مصالح اور منافع کی تحقیق تک پہنچاتے ہیں۔

ان کی مثالیں

۱- اذان کا اعلان، وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ نماز کے وقت ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور نماز قائم کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

۲- علم کی اشاعت، یہ لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم کا ایک طریقہ اور دنیا و آخرت میں ان کو نیک بخت بنانے والے امور کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

۳- شادی بیاہ کو آسان رکھنا اور مہروں کو کم متعین کرنا عفت و عصمت کا ایک ذریعہ ہے اور انحراف و بدکرداری سے دور رہنے کا طریقہ ہے۔

۴- سڑکوں پر معتدل رفتار سے ہمیشہ اپنے بائیں رخ پر چوکنا ہو کر چلنا، حوادث، ہلاکتوں اور ایکسیڈنٹ سے محفوظ و مامون رہنے کی ایک صورت ہے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کے بغیر امر واجب کی تکمیل نہیں ہوسکتی اس کا اختیار کرنا بھی واجب ہے ''ما لا يتم الواجب إلّا به فهو واجب'' (وہ چیز جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہیں ہوسکتی وہ بھی واجب ہے)۔

تیسری بحث:

مقاصد شرعیہ کا موضوع

کسی بھی علم کا موضوع اس کا مادہ، ماہیت، حقیقت اور مشمولات سے جڑے ہوتے ہیں، یعنی وہ تمام مضامین ومسائل جن سے اس علم کا تعلق ہے اور جن کو وہ شامل ہے۔

چنانچہ عقیدہ کا موضوع خدا کی توحید اور قرآن وحدیث میں آئے ہوئے ایمانی اور غیبی امور ومسلّمات کی تصدیق کرنا ہے۔

فقہ کا موضوع حلال وحرام، واجب ومستحب اور مکروہ احکام کو بیان کرنا، اسی طرح آیات، احادیث وسنن وتفسیروں سے احکام کے تفصیلی دلائل، نیز علماء کے اقوال اور ان کے درمیان وجہ ترجیح کو بیان کرنا ہے۔

علم الاصول کا موضوع، اجمالی قواعد، کلی اصول اور شریعت کے عمومی مآخذ ومراجع ہیں، جس کی روشنی میں احکام کا استنباط واستخراج کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علم اصول فقہ کو "**علم الاستنباط والاستخراج**" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

علم ہندسہ (فن تعمیر) کا موضوع صحت، معاش اور معیشت جیسے اغراض ومقاصد کے لئے خصوصیات کی تحقیق پھر ان کو بیان کرنا، ان کی توثیق اور ان پر کنٹرول حاصل کرنا ہے، اس سے قطع نظر کہ یہ مشروع ہے یا نہیں، حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ شریعت کے مصالح ومفاسد کے اصول کی روشنی میں بعض اقسام مباح اور جائز ہیں اور بعض صورتیں حرام اور ممنوع ہیں۔

لہٰذا مقاصد شرعیہ کا موضوع احکام کی حکمتوں وعلتوں، اسلامی قانون سازی کی باریکیوں، دین کے اغراض، شارع کے مقاصد، مکلّف کی نیتوں اوراس کے علاوہ ان امور کو بیان کرنا ہے جو عصر حاضر میں ''مقاصد شرعیہ'' کے نام سے مشہور ہو جانے والے مسائل کی فہرست میں شامل ہیں اور یہ مقاصد شرعیہ شریعت کا ایک مستقل علم، فنون اسلامیہ میں سے ایک فن، دین کی ایک قسم اور شریعت کو سمجھنے، اس کو نافذ کرنے اور اس کی روشنی میں اجتہاد کرنے کی منجملہ شرائط میں سے ایک شرط کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ ان مقاصد کے ساتھ دلچسپی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، بحث و تالیف کی شکل میں ہو یا تحقیق و تعلیق کی صورت میں، یا نظریہ سازی اور تدوین کے پس منظر میں ہو، بہت سے ریسرچ اسکالروں اور محققین کی جانب سے علم مقاصد میں ہمہ جہت نظریے کی بنیاد رکھنے کی درخواست کرنے کا جو چیز سبب بنی ہے اس کا عنوان: مصالح کی تعریف، اس کی مثالیں، اس کی حجیت وحقیقت، اقسام و ذرائع، ان کا دلائل سے ربط، صورت حال سے ان کا تعلق اور عقل کے تئیں ان کا موقف، اور اس کے علاوہ ان امور کے اعتبار سے جو اس ''جدید فن'' کے موضوع سے تعلق رکھتے ہیں، مصالح شرعیہ کی تحقیق وتفتیش پر قائم ومرکوز ہے۔

اس کی مثال

بیع یعنی خرید وفروخت ''عوضین'' سے نفع اٹھانے کی مصلحت کی وجہ سے جائز ہے اور یہ مصلحت ضروری ولابدی ہے، اس لئے کہ اس پر زندگی کا دارومدار ہے، لہٰذا ''احتکار'' (اشیاء کو گرانی کے وقت تک روکے رکھنا) حرام ہے، کیوں کہ اس سے لوگوں کے آب ودانے اور اشیائے خوردنی مفلوج ومعطل ہو جاتی ہیں، پھر یہ فائدہ عام ہے اور ہر انسان سے متعلق ہے، لیکن احتکار میں ایک خاص فائدہ اور مصلحت ہے جس کا نفع لوگوں کا حق مار کر صرف محتکر یعنی ذخیرہ

اندوزی کرنے والے کوہی پہنچتا ہے، اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ اس کا فائدہ خاص ہے، جبکہ خرید وفروخت جائز، اور اشیا کو فراہم کرنا واجب قرار دیا گیا اس لئے کہ اس کا فائدہ عام ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مصلحت عامہ مصلحت خاصہ پر مقدم ہوگی۔ (**المصلحة العامة تتقدم على المصلحة الخاصة**)۔

بیع کا فائدہ حقیقی فائدہ ہے، اس لئے کہ اس کا نفع تمام لوگوں کو عدل و انصاف کے ساتھ پہنچتا ہے، برخلاف ربا اور سود کے کہ اگر چہ اس میں بھی فائدہ ہے، لیکن یہ انفرادی فائدہ ہے جو مسکینوں اور کمزوروں کو دبا کر صرف سودی کاروبار کرنے والوں کو ہی حاصل ہوتا ہے، پھر سود کا فائدہ شریعت کی نظر میں وہمی، خیالی، مرجوح، باطل اور مردود فائدہ ہے، اس لئے کہ سودی نفع کا انجام دھوکہ، لوگوں کی اشیاء کی قیمت کو کم کرنا، ان کے مالوں کو ہڑپ کا جانا، ان کے درمیان خطِ فاصل کو وسیع تر کرنا، آپسی اتحاد و محبت، باہمی یک جہتی اور تعاون کو مجروح و پارہ پارہ کرنا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ''ربا'' کو برے وصف کے ساتھ بیان کیا ہے اور اصحاب ربا کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''**يَمحَقُ اللّٰه الرِبىٰ ويُرْبِىْ الصَّدَقَاتِ**''(۱) (اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''**فَاْذَنُوْا بِحَربٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ**'' (۲) (تو خبردار ہو جاؤ جنگ کے لئے، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے)۔ الغرض ان تمام مصلحتوں، ان کے حقیقی و خیالی، عام و خاص ہونے، دلائل شرعیہ کے ساتھ ان کے ربط اور شارع کے مقصود و مراد تک ان کے پہنچانے میں مجتہد کی نظر ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں شریعت کے اس مفید علم کے اصل موضوع میں داخل ہیں۔

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۷۶۔

(۲) سورۃ البقرہ:۲۷۹۔

چوتھی بحث:

مقاصد شرعیہ کا دلائل سے ربط

ادلۂ شرعیہ کی تعریف

اسلامی قانون سازی کے مصادر و مراجع اور شرعی فقہی احکام کے اصول و قواعد کا نام ادلۂ شرعیہ ہے۔

دلائل کی دو قسمیں ہیں:

۱- **متفق علیہ:** متفق علیہ دلائل قرآن و حدیث، اجماع اور قیاس ہیں۔

۲- **مختلف فیہ:** مصلحت مرسلہ، استحسان، استصحاب، سدّ الذرائع، قول صحابی، سابقہ شریعت اور عرف کا شمار مختلف فیہ دلائل میں ہوتا ہے۔

مقاصد کا قرآن کریم سے ربط

قرآن کریم قانون سازی کا اولین ماخذ، اصل الاصول اور خیر و برکات کا منبع ہے اور احکام، مقاصد، حکمتوں اور اسرار شریعت کی بنیاد ہے، اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- قرآن کریم میں مقاصد کی بہت سی انواع کا ذکر ہے، مثلاً:

الف- عبودیت: (بندگی) اللہ کا ارشاد ہے: "وَمَاخَلقتُ الجِنَّ وَالاِنْسَ إلاَّ لِيَعبُدُوْنَ"(۱) (اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں)۔

(۱) سورۃ الذاریات: ۵۶۔

ب- رسولوں کومبعوث کر کے اور کتابوں کو نازل کر کے بشارت دینا اور (عذاب سے) ڈرانا: ارشاد ربانی ہے: "رُسُلاً مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ"(۱) (اور پیمبروں کو (ہم نے بھیجا) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر))۔

ج- لوگوں کو آسانی اور راحت پہنچانا: ارشاد باری ہے: "يُرِيْدُ اللهُ اَن يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنسَانُ ضَعِيْفاً"(۲) (اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف برتے اور انسان تو کمزور پیدا ہی کیا گیا ہے)۔

د- تنگی اور ضرر کو دور کرنا: ارشاد ہے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ"(۳) (اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی)۔

ہ- اصلاح و بھلائی کی بات بتانا، فتنہ وفساد، زیادتی اور برے کاموں سے روکنا، اللہ تعالی نے فرمایا: "اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ"(۴) (میں تو بس اصلاح ہی چاہتا ہوں جہاں تک میں کرسکوں)۔

و- اتحاد واتفاق اور طاقت قوت: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوا"(۵) (اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوط تھامے رہو اور باہم نااتفاقی نہ کرو)، (وَاَعِدُّوْا لَهُم مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّة وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰه وَعَدُوَّكُمْ"(۶) (اور ان سے مقابلہ کے لئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے سامان درست رکھو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو، اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۶۵۔

(۲) سورۃ النساء: ۲۸۔

(۳) سورۃ الحج: ۷۸۔

(۴) سورۃ ہود: ۸۸۔

(۵) سورۃ آل عمران: ۱۰۳۔

(۶) سورۃ الانفال: ۶۰۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے مقاصد شرعیہ کی بہت سی صورتیں ذکر کی ہیں، کہیں صراحتاً کہیں اشارتاً اور کہیں اجمال اور کہیں تفصیل کے ساتھ۔

۲- قرآن کریم نے حکمتوں، علتوں، امور احکام سے متعلق فوائد کی بہت سی جزئی مثالوں کا ذکر کیا ہے، جن میں سے بعض کو ہم ذیل میں بیان کررہے ہیں:

الف- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاَقِمِ الصّلٰوۃَ لِذِكرِيْ"(۱) (اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو) تو نماز کا حکم ذکر الٰہی اور احوال آخرت کے استحضار کے لئے دیا گیا ہے۔

ب- دوسری جگہ ارشاد ہے: "خُذ مِن اَموَالِهِم صَدَقَةً تُطَهِّرُهُم وَتُزَكِّيهِم بِها"(۲) (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، اس کے ذریعہ سے آپ انہیں پاک صاف کردیں) تو مال کی زکوٰۃ کا حکم مال کی طہارت اور تزکیہ کے لئے دیا گیا ہے۔

ج- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِيَشهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ"(۳) (تاکہ فوائد کے لئے آموجود ہوں) حج کی مشروعیت، بہت سے دینی، اجتماعی اور تربیتی فوائد کے لئے ہے۔

د- ارشاد ربانی ہے: "كُتِبُ عَلَيْكُمُ الصّيَامُ كَماَ كُتِبَ عَلَى الّذِينَ مِن قَبلِكُم لَعَلَّكُم تَتَّقُونَ"(۴) (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ) تو روزہ نفس کو خودسری اور دنیا کی محبت میں غرق ہونے سے بچانے کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔

ہ- اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: "وَلَكُم فِى القِصَاصِ حَيَاةٌ"(۵) (اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے)، تو قصاص کی مشروعیت زندگی کی حفاظت اور اس کی سلامتی کے لئے ہے۔

(۱) سورۃ طٰہٰ: ۱۴۔
(۲) سورۃ التوبہ: ۱۰۳۔
(۳) سورۃ الحج: ۲۸۔
(۴) سورۃ البقرہ: ۱۸۳۔
(۵) سورۃ البقرہ: ۱۷۹۔

و- اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”وَقَاتِلُوهُم حَتّىٰ لَا تَكُونَ فِتنَةٌ“(۱) (اوران سے لڑو، یہاں تک کہ فساد (عقیدہ) باقی نہ رہ جائے) تو قتال وجہاد کا حکم فتنہ کی بیخ کنی اورامن وسلامتی کو وجود میں لانے کے لئے کیا گیا ہے۔

ز- اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”اِنَّمَا الُخَمرُ وَالُمَيسِرُ وَالانَصَابُ وَالُازلَامُ رِجسٌ مِن عَمَلِ الشَّيطَانِ فَاجتَنِبُوهُ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ “(۲) (شراب، جوا اور بت اور پانسے تو بس نری گندی باتی ہیں، شیطان کے کام، سواس سے بچے رہو تا کہ فلاح پاؤ) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيطَانُ اَن يُوقِعَ بَينَكُمُ العَدَاوَةَ وَالبَغضَاءَ فِي الُخَمرِ وَالمَيسِرِ“(۳) (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے ڈال دے) تو اس آیت میں شراب اور جوئے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ دونوں عموماً باہمی دشمنی، عداوت، کینہ اور جھگڑے کا سبب بنتے ہیں۔

مقاصد کا سنت سے ربط

احادیث نبویہ، شریعت کے اغراض ومقاصد کے بیان کے لئے قانون سازی کا دوسرا بنیادی ماخذ ہیں بایں طور کہ احادیث، قرآن کریم میں مذکور اور مشار الیہا مقاصد کی تائید وتوثیق کرتی ہیں اور کبھی احادیث ان مقاصد کو مستقل بالذات بیان کرتی ہیں، نیز قرآن کریم میں جن کا ذکر واشارہ نہیں ہوتا ہے یعنی قرآن کریم میں غیر مذکور بعض احکام کی کچھ حکمتوں اور باریکیوں کو احادیث واضح کرتی ہیں، یا وہ احکام قرآن کریم میں تو ہوتے ہیں لیکن ان کے مقاصد اور باریکیوں کا ذکر نہیں ہوتا ہے، ایسے احکام کے مقاصد کا بھی احادیث میں تذکرہ ملتا ہے، اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۹۳۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۹۰۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۸۹۔

۱- آپ ﷺ کا ارشاد ہے:"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج فإنه أغضّ للبصر وأحصن للفرج" (۱) (اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو مجامعت اوراس کے لوازمات کی استطاعت رکھتا ہے، تو چاہئے کہ وہ نکاح کرلے کیوں کہ یہ نگاہ کو زیادہ نیچی رکھنے والی اور شرم گاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے)۔

۲-ارشادنبوی ﷺ ہے:"إنما جعل الاستئذان من أجل البصر"(۲)(گھر میں داخل ہونے کے وقت اجازت لینے کا حکم نگاہ کی وجہ سے ہی ہے۔)

۳- آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "إنّکم إن فعلتم ذلک قطعتم أرحامکم"(۳)(اگر تم نے ایسا کیا تو گویا تم نے رشتوں کو پامال کیا)۔

احادیث میں گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی ترغیب اس لئے دی گئی ہے تاکہ نگاہ کی حفاظت ہو سکے اور داخل ہونے والے کی نگاہ گھر کے اندر کے لوگوں کی قابل ستر جگہوں پر نہ پڑے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے عورت اوراس کی پھوپی یا خالہ کے درمیان جمع کرنے سے منع کیا تاکہ انساب کی حفاظت وسلامتی، ان کے درمیان ربط وتعلق قائم ودائم رہے۔

اسی طرح احادیث میں شریعت کے بعض معتبر، یقینی اور قطعی مقاصد کا تذکرہ صراحةً ملتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"لاضرر ولاضرار"(۴) (نہ نقصان اٹھانا ہے نہ

(۱) بخار کتاب النکاح، باب قول النبی صلعم:"من استطاع منکم"۔ ومسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح: لمن تاقت نفسه إليه۔

(۲) بخاری کتاب الاستئذان، باب: الاستئذان من اجل البصر –ومسلم کتاب الأداب باب: تحریم النظر فی بیت غیرہ۔

(۳) الطبرانی فی الکبیر للطبرانی ۱۱۹۳/۱ وصحیح ابن حبان ۴۱۱۹/۹

(۴) ابن ماجہ: کتاب الاحکام، باب: من بنی فی حقہ مایضر بجارہ –وموطاامام مالک کتاب الاقضیہ باب: القضاء فی المرفق۔

نقصان پہنچانا ہے۔) نیز ارشاد ہے: "إن هذا الدين يسر" (۱) (بیشک یہ دین آسان ہے)۔

مقاصد کا اجماع سے ربط

اجماع: آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی مسئلہ کے حکم کی تعیین پر زمانہ کے مجتہدین کے اتفاق کا نام اجماع ہے، قرآن وحدیث کے بعد یہ تیسرا ماخذ ہے اور اجماع کو بہت سے مقاصد شرعیہ کے ثبوت کا سرچشمہ سمجھا گیا ہے، جیسے:

۱- بعض جزوی علتوں وحکمتوں پر مجتہدین کا اتفاق، مثلاً "علت صغر" جس کی وجہ سے نابالغ اولاد کے مال اور نکاح میں ولی کو وجوباً حق ولایت حاصل ہوتا ہے، یعنی صغیر کے ولی کو اس کے مالوں اور نکاح میں حق تصرف حاصل ہے اور اس کی حکمت جلب مصلحت ومنفعت اور اس کے بے محل استعمال کے فساد کو دور کرنا ہے۔

اس کی مثال

۱- مجتہدین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ غصہ کی حالت میں جب قاضی کا ذہن الجھن، اور دل پریشانی میں مبتلا ہو اور فریقین کے دلائل میں عدم تیقظ کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ فریقین کی مصلحت وفائدہ اور ان سے ظلم وزیادتی کو دور کرنے کا تقاضا یہی ہے۔

۲- دوسری مثال یہ ہے کہ کبھی مجتہدین قرآن وحدیث سے ثابت شرعی اغراض ومقاصد اور حکمتوں پر متفق نظر آتے ہیں۔

مقاصد کا قیاس سے ربط

قیاس کی تعریف: کسی غیر منصوص علیہ مسئلہ کو کسی منصوص علیہ مسئلہ کے ساتھ حکم کی علت میں اشتراک کی بنیاد پر لاحق کرنے کا نام قیاس ہے۔

(۱) نسائی کتاب الایمان وشرائعہ باب الدین یسر، مفصل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

اس کی مثال: جَو کی بنی ہوئی نبیذ کو خمر پر قیاس کرتے ہوئے حرام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ علت سکر (نشہ) میں دونوں مشترک ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی مثال: اصل شراب ہے، جو کی نبیذ فرع ہے، مشترک علت دونوں میں سکر (نشہ) ہے، حکم دونوں کا حرمت ہے، مقصد عقل ومل کا تحفظ ہے۔

دوسری مثال: اصلی خنزیر کا گوشت ہے، خنزیر کی چربی فرع ہے، علت مشترکہ گندگی اور نجاست ہے اور دونوں حرام ہیں، مقصد تحریم، حکم الٰہی کی تعمیل، خبائث سے احتراز اور نجاستوں کے کھانے اور نقصان پہنچنے سے نفس کی حفاظت وسلامتی ہے۔

تیسری مثال: اصل باکرہ نابالغہ ہے، ثیبہ نابالغہ فرع ہے، علت مشترکہ صغر (بچپن) ہے، مقصد عورت کی عزت وشرافت کی حفاظت اور اس کے مفاد کی سلامتی ہے تاکہ عورت سوء انتخاب کی وجہ سے برباد نہ ہو جائے۔

چوتھی مثال: اصل غصہ کی حالت میں قاضی کا فیصلہ کرنا ہے، سخت بھوک کی حالت میں فیصلہ کرنا فرع ہے، علت مشترکہ ذہنی الجھن ہے، حکم قاضی کو ایسی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، مقصد فریقین کے حقوق کی حفاظت اور ان کے مابین عدل وانصاف کو بروئے کار لانا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب قاضی فریقین کے بیانوں اور دلیلوں میں حاضر دماغ متیقظ اور بیدار مغز ہو۔

پانچویں مثال: اصل سونا اور چاندی ہے، کاغذی نوٹ (کرنسی) اور دھات کے سکے فرع ہیں، علت مشترکہ ثمنیت ہے، یعنی ان دونوں سے جائداد اور دوسری ملکیتوں کی قیمت کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہلاک اور تلف شدہ اشیاء کا تاوان بھی دیا جاتا ہے، حکم: تبادلہ کے وقت ان دونوں کے درمیان تفاضل کو حرام اور دونوں کی فوری حوالگی کو شرط قرار دیا گیا ہے، مقصد یہ ہے کہ مال کی حفاظت ہو، بغیر کسی معقول وجہ کے دوسرا اس کو نہ لے سکے اور قیمتوں کی حفاظت ہو۔

مختلف فیہ دلائل سے مقاصد کا ربط

۱-مصلحت مرسلہ سے دلائل کا ربط

مصلحت مرسلہ کی تعریف: ایسی مصلحت ہے جس کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے، یعنی نہ تو شریعت نے اس کے معتبر ہونے کی کوئی شہادت دی ہے اور نہ ہی اس کو باطل اور ناجائز قرار دیا ہے، مصلحت مرسلہ جمہور علماء اور اصولیین کے نزدیک اس وقت حجت ہے جبکہ شریعت کے دیگر دلائل ومقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

اس کی مثالیں

۱-حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا تاکہ قرّاءِ صحابہ کی وفات یا ان کے منتشر ہوجانے کی وجہ سے قرآن کریم ضائع اور مٹ نہ جائے، یہ ایسی حکمت ومصلحت ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے کہ یہ مصلحت معتبر اور مسلم ہے یا لغو اور باطل ہے، ہاں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہاں اجمالاً کچھ شرعی دلائل وضوابط ہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے دین کی حفاظت کا تقاضا ہیں۔

۲-اس کی دوسری مثال اذان، نماز، لوگوں کے اجتماع، خطبات جمعہ وعیدین وعرفات اور افعال حج وعمرہ اور تراویح وغیرہ میں لاؤڈ اسپیکر اور موجودہ ٹکنالوجی کے اشیاء کا استعمال کرنا ہے، کیونکہ اس طرح کے جدید وسائل بہت سے فوائد کے حامل ہیں، جیسے قرآن کریم اور اذان کی نشر واشاعت اور لوگوں تک اس کی آواز کو پہنچانا، اور علم نافع سے ان کو آراستہ وپیراستہ کرنا وغیرہ، حالانکہ لاؤڈ اسپیکر اور مائیکروفون کے استعمال کے جواز کی صراحت قرآن وحدیث میں نہیں ہے، نہ ہی متقدمین ومتاخرین کے زمانہ میں ان کا وجود تھا، البتہ دین اسلام میں اس بات کی تائید ضرور ہے کہ عمدہ اور نفع بخش چیزوں کی نشر واشاعت میں ان کی مدد حاصل کرنا گویا دین کی خدمت کرنا ہے۔

۳- سرکاری دفاتر، عدالتوں، کچہریوں اور تحصیلوں میں دائر ہونے والی مقدمات، معاملات کو رجسٹرڈ اور اندراج کرا کے ان کو محفوظ کرنا درست ہے تا کہ حقوق کی حفاظت وضمانت ہو سکے، بالخصوص عصر حاضر میں جبکہ آج مقدمات کی کثرت ہوتی ہیں، کیس لامحدود اور شاخ در شاخ قسطوں میں فیصل کئے جاتے ہیں، حیلوں، دھوکے اور مکر وفریب کی بھرمار ہوگئی ہے، اور امانت ودیانت مفقود ہوتے جارہے ہیں، اسی وجہ سے شادی بیاہ اور اس سے وابستہ امور جیسے نسب، نان ونفقہ، حق پرورش، مہر اور قانونی، ادبی اور تربیتی ذمہ داریوں وغیرہ کے معاملات کو رجسٹرڈ و محفوظ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

الغرض سرکاری دفاتر میں معاملات وغیرہ کے اندراج واستحکام کے جواز کی شریعت میں کوئی صراحتاً کوئی نص موجود نہیں ہے، البتہ شریعت کے عمومی دلائل، قواعد واصول اور مقاصد اس ضرورت کے داعی ہیں، اس لئے کہ شریعت نے حقوق کی ادائیگی اور امانتوں کی حفاظت کی دعوت دی ہے اور ظلم وزیادتی سے روکا ہے۔

مقاصد اور مصالح مرسلہ کے درمیان ربط

ماقبل میں ذکر آچکا ہے کہ مصلحت مرسلہ ایسی مصلحت کو کہتے ہیں جس سے شریعت نے سکوت اختیار کیا ہو اور وہ شریعت کے دیگر دلائل اور اصول وضوابط سے ہم آہنگ ہو، مصلحت مرسلہ مقاصد شرعیہ کی اصل اور شارع کی مراد ہے، تو قرآن کی حفاظت کی مصلحت اس کے جمع وتدوین کے ذریعہ، اذان، نماز، قرآن، خطبوں اور تراویح کی نشر واشاعت اور ترویج جدید وسائل اور ٹکنالوجی کی مدد سے، لوگوں کی جان ومال اور ان کے حقوق وآبرو کی حفاظت سرکاری دفاتر اور وسائل کے ذریعہ ممکن ہوسکی ہیں، لہذا اس طرح کی تمام حکمتیں اور مصلحتیں شارع کے نزدیک مقصود ومطلوب اور مراد ہیں، حالانکہ ان مذکورہ حکمتوں کا ثبوت ''مصلحت مرسلہ'' کے ذریعہ ہوا ہے۔

استحسان سے مقاصد کا ربط

استحسان کی لغوی تعریف

کسی چیز کو اچھا سمجھنے یا اولیٰ اور افضل پر عمل کرنے کو لغت میں استحسان کہتے ہیں۔

استحسان کی شرعی تعریف

کسی مسئلہ کے حکم میں کسی خاص دلیل کی وجہ سے اس کے ہم مثل مسئلہ سے ہٹنے کو استحسان کہتے ہیں، استحسان جمہور علماء کے نزدیک حجت ہے، بشرطیکہ اس کے شرائط اور اصول وضوابط پائے جائیں۔

اس کی مثالیں

ا-مخطوبہ (پیغام نکاح دی ہوئی عورت) کو دیکھنا جائز ہے اور یہ اس قاعدہ کے عموم سے مستثنیٰ ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے، اس جگہ دو دلیل شرعی ہیں: ایک دلیل کا تقاضا ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے جبکہ دوسری دلیل کا تقاضا ہے کہ منگنی کے وقت عورت کو دیکھنا مباح اور جائز ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اذهب فانظر لها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما" (۱) (اے فلاں) جاؤ اس کو دیکھ لو اس لئے کہ اس سے تم دونوں کے درمیان محبت والفت کا زیادہ امکان ہے)۔ اس حدیث میں مخطوبہ عورت کو دیکھنے کے استثناء کی علت وحکمت یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے ازدواجی تعلقات میں دوام ہوگا اور زندگی پرسکون اور پرلطف ہوگی، خدوخال، علامات وصفات، خیالات وافکار میں ہم آہنگی رہے گی، دین داری، اطاعت وفرمانبرداری شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی نیابت اور زندگی کے دیگر مسائل میں وہ ایک دوسرے کے ہم خیال ہوں گے۔

(۱) ترمذی حدیث: ۱۱۰۸۷ کتاب النکاح باب ماجاء فی النظر الی المخطوبہ۔

۱- دوسری مثال ریستوران کی اجرت ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اس میں قیام کرنے والا ایک متعین مقدار میں رقم ادا کرے، مثلاً ایک سوریال سعودی یا بیس دینار تونسی، اس لئے کہ ٹھہرنے والا ہوٹل کا کھانا پینا، کمرہ، بجلی، غسل خانہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہے اور مدت قیام کے دوران ان چیزوں کے استعمال پر جو خرچ آتا ہے اس کی مقدار مجہول ہے، کیونکہ لوگ کھانے پینے اور غسل کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں اور یہ مسلم اصول ہے کہ بیع میں مبیع اور ثمن کی مقدار کا علم ہونا شرط ہے اور غرر و جہالت کا نفی ضروری ہے۔

لیکن اگر ریستوران کی اس مثال میں دقیق نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں ثمن کے مقابلہ میں جو جہالت کی علت ہے وہ ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ہوٹل کے عقد کو مجہول معاملات کی فہرست میں شامل کر کے اس سے منع کرنا اور اس پر عمل کرنے کو ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ مبیع مجہول نہیں ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر ہوٹلوں میں ٹھہرنے والے ہوٹل کے ساز و سامان کے استعمال میں حد سے تجاوز نہیں کرتے اور یہ تجاوز اگرچہ ٹھہرنے والوں کی طرف سے کبھی پایا بھی جاتا ہے لیکن اس سے مالک کو کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ دھوکہ، جہالت، نزاع اور اختلاف باہمی کا سبب ہوتا ہے۔

مقاصد کا قول صحابی سے ربط

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی صحبت، معاصرت اور وابستگی کا شرف حاصل ہے، انہوں نے آپ ﷺ کی سنتوں، تعلیمات، وحی کے اسرار و احکام خود آپ ﷺ ہی سے حاصل کیا ہے، قرآن کریم نے ان کی سچائی و نیکی، شریعت کی تبلیغ میں ان کی افضلیت، قانون سازی کے احوال و مقاصد اور ان کی حکمتوں کے بیان میں ان کی افضلیت کی گواہی دی ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے بعد نزول وحی کے اسباب، اس کی مناسبتوں، حلال و حرام کے احکام، دین کے اغراض و مقاصد اور بندوں کی مصلحتوں کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

مقاصد اور قول صحابی کے درمیان ربط

مقاصد اور قول صحابی کے درمیان ربط وتعلق اس بات میں مضمر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اقوال، فتاویٰ اور فیصلوں میں مقاصد شرعیہ کا اعتبار اور ان کی رعایت کی ہے، انہوں نے اپنے فتاویٰ وغیرہ میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان مقاصد کے ساتھ اعتناء اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم، یا احادیث رسول میں قولاً، فعلاً، اور تقریراً آئے ہوئے مقاصد پر اتفاق کیا ہے۔

مقاصد اور دلائل کے درمیان ربط کا خلاصہ

گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ شریعت کے مقاصد، دلائل شرعیہ سے الگ کوئی مستقل دلیل نہیں ہیں، بلکہ یہ ان دلیلوں کے تابع، ان کی فرع اور انہی سے نکلی ہوئی شاخیں ہیں، خلاصہ یہ کہ ان دونوں کے درمیان تبعیت و جزئیت کا تعلق ہے، استقلال وانفرادیت کا تعلق نہیں ہے۔

مقاصد کے دلائل شرعیہ کے تابع اور ان سے علیحدہ نہ ہونے پر دلائل

۱- سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ مقاصد، مقاصد شرعیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مقاصد، شریعت کے دلائل، اس کے ماخذ اور نصوص سے ہی ماخوذ ہیں۔

۲- دوسری دلیل یہ ہے کہ مقاصد شرعیہ ہی شارع کی مراد ومطلوب ہیں، اور اس مراد کا علم صرف شارع کے کلام اور اس کے احکام سے ہی ہوسکتا ہے، کسی دوسرے واسطے سے اس کا علم نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ جب ہم کہتے ہیں "مراد زید کذا" (زید کی مراد یہ ہے) تو زید کی مراد اس کے کلام والفاظ سے ہی جانی جاسکتی ہے، لہٰذا مقاصد شرعیہ کا علم وثبوت بھی اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ہی ہوگا۔

۳- ہر زمانے میں متقدمین ومتاخرین کا اس بات پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ مقاصد جائز اور مباح ہیں اور ان حضرات نے بہت سے طے شدہ اور معتبر مقاصد کی روشنی میں دیگر مقاصد کو ثابت اور اس پر اتفاق کیا ہے اور شریعت کے دلائل واحکام سے ان کو اخذ کیا ہے۔

۴- تتبع اور گہرائی سے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ مقاصد، شریعت پر ہی مبنی ہیں، اس سے جدا نہیں ہیں، اس لئے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود مقاصد اپنی جگہ ثابت اور دائم ہیں، اگر یہ مقاصد انسانی فطرت کے منافی ہوتے تو اب تک باقی اور دائم نہ رہتے ان کی بقاء و دوام اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس حکیم وخبیر ذات کی طرف سے وضع کئے گئے ہیں جو انسان کے منافع ومصالح سے باخبر ہے، اس لئے کہ اگر انسان اس کی وضع کرتا، یا حالات کے موافق، یا عقلوں اور خواہشات کی بنیاد پر بنائے جاتے تو اس تسلسل کے ساتھ قائم ودائم نہیں رہتے، بلکہ ذہنوں اور خواہشات کے مختلف ہونے سے مقاصد بھی مختلف ہوتے، اور رجحانات میں تضاد کی وجہ سے ان کے اندر بھی تناقض اور تضاد ہوتا، کیونکہ عقلیں اور خواہشات، مصالح اور منافع کے تئیں حالات اور ماحول کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، بلکہ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی شخص کا نظریہ مصلحت کے تئیں کبھی کچھ ہوتا ہے اور کبھی کچھ، بروقت اس کو کسی چیز میں فائدہ نظر آتا ہے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کو مضر سمجھنے لگتا ہے۔

مقاصد کے دلائل شرعیہ کے تابع ہونے سے

انسان کے مصالح کی نفی نہیں ہوتی

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقاصد، دلائل شرعیہ کے تابع ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان کے مفادات ومصالح کا بالکل اعتبار نہیں ہے، یا اس کے منافع، بھلائی، لذتوں اور آرزوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حقیقی مصالح کو بروئے کار

لایا جائے جن پر قانون شریعت کا انحصار ہے، اس لئے کہ اگر مصالح کو خواہشات کے تابع چھوڑ دیا جائے تو زندگی کا نظام درہم برہم ہوجائے گا اور لوگ لامحدود فتنے و مصیبتوں میں پڑ جائیں گے، کیونکہ لوگوں کے رجحانات وخواہشات اور ان کے خیالات ونظریات منافع اور مفادات کے تئیں مختلف ہوا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ شارع نے ایک مستحکم نظام اور منظّم منصوبہ کے مطابق مخلوق کے مفادات کو محدود کر دیا ہے اور اس بات کی رعایت کی ہے کہ حقیقی مفادات کو خیالی مفادات پر، مفادات عامہ کو مفادات خاصہ پر، کلی اور قطعی منافع کو جزوی اور ظنی یا احتمالی منافع پر اور جسم، روح، دنیا و آخرت کے مجموعی مفادات کو انفرادی جسم یا محض دنیا کے مفادات پر مقدم کیا جائے گا۔

پانچویں بحث:

احکام شرعیہ کی علت بیان کرنا

پہلا مطلب: تعلیل کا معنی اوراس کے دلائل

شریعت اسلامیہ مطلوب ومحمود حکمتوں اور مصلحتوں سے معلول ہے،اس لئے کہ شریعت کا نزول اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تکمیل،لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانا،اور دنیا وآخرت میں ان کی اصلاح اور نیک بختی کے لئے ہوا ہے اور یہ جمہور علماء،فقہاء،اصولیین، محدثین،مفسرین،متکلمین اور فلاسفہ وغیرہ کا قول ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان حکمتوں کو پسند کرتے ہیں اوران سے راضی ہیں،ان مصالح کا فائدہ بندوں کے حق میں ظاہر ہوتا ہے لہذا وہ ان سے لطف اندوز اور بہرہ مند ہوتے ہیں۔

تعلیل احکام کے دلیلیں

قرآن کریم سے دلائل

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم احکام اوران کے اغراض ومقاصد کے لئے شریعت کا اولین ماخذ ہے اور قرآن کریم نے احکام سے وابستہ بہت سی حکمتوں اور علتوں کی طرف رہنمائی کی ہے،ذیل میں اس کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

الف- قرآن کریم میں نزول قرآن،رسولوں کی بعثت اوراحکام وشرائع بیان کرنے کی علت وحکمت کی صراحت کی گئی ہے،چنانچہ قرآن کریم میں ہے:"اِنَّ هٰذَا الْقُراٰنَ يَهدِی

لِلّتی هِیَ أَقوَمُ"(۱) (بیشک یہ قرآن ایسے (طریقہ) کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے) دوسری جگہ ارشاد ہے: "رُسُلاً مُبَشِّرِینَ وَمُنذِرِینَ"(۲) (ہم نے بہت سے رسول بھیجے بشارت دینے اور ڈرانے والے)۔

ب- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَاجَعَلَ عَلَیکُم فِی الدِّین مِن حَرَجٍ"(۳) (اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی) نیز ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ یَأ مُرُبِالعَدلِ وَالاِحسَانِ" (۴) (بیشک اللہ عدل کا اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے)۔

ج- ارشاد باری ہے: "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلکُم لَعَلَّکم تَتَّقُونَ" (۵) (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ) اس آیت میں حصولِ تقویٰ، اور صحت و نفس سے متعلق برائیوں اور گناہوں سے بچنا روزہ کی علت بتائی گئی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "ویسئَلُونَکَ عَنِ المَحِیض قُل هُوَ أَذیً فَاعتَزِلُوا النِّساءَ فِی المَحِیضِ"(۶) (اور لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک (طرح کی) گندگی ہے، پس تم عورتوں کو حیض کے دوران میں چھوڑے رہو) تو اس آیت میں اعتزال (کنارہ کش ہونا) کی علت یہ بتائی گئی ہے کہ حیض گندی اور تکلیف دہ چیز ہے۔

---

(۱) سورۃ اسراء:۹۔

(۲) سورہ نساء:۱۶۵۔

(۳) سورۃ الحج:۷۸۔

(۴) سورۃ النحل:۹۰۔

(۵) سورۃ البقرہ:۱۸۳۔

(۶) سورۃ بقرہ:۲۲۲۔

٢-احادیث سے دلائل

احادیث نبویہ احکام، ان کے مقاصد اور حکمتوں کے لئے شریعت کا دوسرا ماخذ ہیں، چنانچہ احادیث میں بہت سے مقاصد و علل اور متعدد باریکیوں کا ذکر ملتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

١-آپ ﷺ نے جزوی مقاصد اور خاص علتوں کی صراحت کی ہے، مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "**إنما جعل الاستئذان من أجل البصر**"(١) (اجازت لینے کا حکم نگاہ کی وجہ سے ہی دیا گیا ہے) اس حدیث میں گھر میں داخل ہونے کے وقت اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی علت لوگوں کی قابل ستر حصوں اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت بتائی گئی ہے، اسی طرح بلی کے جھوٹے کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "**إنّها ليست بنجس إنها من الطوافين عليكم و الطوافات**" (٢) (بلی ناپاک نہیں ہے، بے شک یہ تمہارے پاس چکر لگانے والوں اور والیوں میں سے ہے)۔

٢-صحابہ کرام نے بہت سی جگہوں پر قیاس آرائی کر کے نصوص کے معانی و مراد متعین کر کے اس پر عمل کیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، اس کی زندہ جاوید مثال بنو قریظہ والی حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "**لا يصلين أحد العصر إلا في بني قريظة**" (٣) (کوئی شخص ہرگز نماز عصر نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں) تو بعض صحابۂ کرامؓ نے یہ سمجھا کہ اس قول سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ جلد از جلد بعجلت ممکنہ بنو قریظہ پہنچا جائے آپ ﷺ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ بنو قریظہ تک پہنچنے کے بعد ہی نماز عصر پڑھی جائے، لیکن بعض دوسرے صحابہ نے اس کے ظاہر پر نگاہ رکھتے ہوئے یہ سمجھا کہ بنو قریظہ پہنچنے کے بعد ہی نماز پڑھنی ضروری ہے اور آپ ﷺ نے دونوں جماعتوں کی تصویب فرمائی۔

(١) گزشتہ صفحات میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

(٢) ابوداؤد باب سور الهرة۔ وترمذی باب ماجاء فی سور الهرة۔

(٣) بخاری کتاب صلاۃ الخوف باب صلاۃ الطالب والمطلوب۔

۳-اجماع سے دلیل

تمام علماء ومجتہدین کا اتفاق اور اجماع ہے کہ شریعت بندوں کے مصالح ومنافع کے لئے نازل کی گئی ہے اور یہ محض اللہ کا فضل وکرم اور احسان ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، خدا تعالیٰ پر واجب نہیں ہے، جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ وخیال ہے۔

۴-استقراء سے دلیل

استقراء: کسی امر میں مشابہت رکھنے والی یکساں جزئیات کو تلاش کرنا کسی کلی ضابطہ یا اصول کی دریافت کے لئے، جس میں یہ تمام جزئیات شامل ہوں۔

اگر ہم نماز، روزہ، سفر، مرض، اور بارش کی رخصتوں سے وابستہ جزوی احکام میں غور کریں تو کسی ایسے قاعدہ کلیہ تک پہنچنا ممکن ہے جو ان احکام وغیرہ کو شامل ہو اور جس کا مقصد مکلّف سے تخفیف کرنا اور اس سے حرج کو دور کرنا ہے۔

جو شخص بیع کے احکام میں تتبع اور غور وفکر کرے گا، (جیسے پانی کے اندر کی مچھلی فروخت کرنے کی ممانعت، فضا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع کی ممانعت، بیع حمل کی ممانعت، سمندر کی گہرائیوں اور زیر زمین پائے جانے والے خزانے اور معدنیات کی بیع کی ممانعت) تو معدوم ومجہول اور غیر مقدور التسلیم شے سے منع اور روکنے والا قاعدہ کلیہ دریافت کر سکتا ہے اور اس کی حکمت وعلت دھوکہ، نقصان اور جہالت کو باطل کرنا ہے جو ناحق لوگوں کا مال کھانے، آپسی جھگڑے اور نزاع کا باعث ہے۔

۵-عقل اور واقع سے دلیل

عقلی، حسی اور واقعی شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ احکام شرعیہ لوگوں کے مصالح اور مفادات کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اس لئے شریعت کا ہر زمان ومکان کے لائق ہونا اور پوری

دنیامیں اس کا نافذ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اپنے مقاصد اور لوگوں کے مصالح سے پیوست ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ شریعت سے کنارہ کش ہوکر بے رخی اختیار کرتے، مگر اس کے برعکس یقینی طور پر یہ بات شاہد ہے کہ پاکیزہ شریعت انسان کی فطرت سلیمہ، اعتدال پسند طبائع اوران کی معقول ضروریات کو پورا کرنے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔

دوسرا مطلب: مقاصد شرعیہ کی تعمیر احکام کی تعلیل پر

ماقبل میں گزر چکا ہے کہ شریعت کا نزول انسانوں کے مصالح ومنافع کے لئے ہوا ہے۔ یہ نظریہ ''علم مقاصد الشریعۃ'' کے قیام، تدوین اور مختلف مسائل وجزئیات کی تالیف میں شریک کار رہے اور تعلیل احکام کے عنوان میں علم المقاصد کی تعریف، اقسام، اثبات کے طریقے اوراس کی اہمیت وحجیت اوراس علم کے قواعد وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیل احکام کا مطلب یہ ہے کہ اس میں احکام کی علت، پھر علت کو ثابت کرنے کے ذرائع اور علت پر قیاس کرنے کے طریقے وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذکورہ نظریہ ''علم المقاصد'' کے قیام، ترتیب وتدوین، اس کو ایک مستقل بالذات علم اور شریعت کا ایک فن قرار دیئے جانے میں شریک ہے، جس کا استحضار اجتہاد واستنباط کے وقت ضروری ہے، مثال کے طور پر مال کی حفاظت وصیانت کا ثبوت خرید وفروخت اور عقد اجارہ کی اجازت، خیانت اور دھوکہ دہی کی ممانعت اور حدود وقصاص وضمان وغیرہ کا قانون بنانے سے متعلق شریعت کے احکام ودلائل کے تتبع سے ہوا ہے۔

خلاصہ

الغرض احکام شرعیہ کی تعلیل، شریعت کے حقائق وقرائن اور دلائل، احکام کی حکمتوں،

علتوں اور باریکیوں کی تحقیق، شریعت کے اہداف اور اغراض و مقاصد میں غور وفکر، یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ''علم المقاصد'' کی نشو ونما، اس کی ترقی اور اس کی تدوین وتکمیل کی بنیاد پڑی ہے۔

تیسرا مطلب: مقاصد شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد

متعدد بار ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مقاصد، شریعت کے دلائل سے الگ مستقل کوئی چیز نہیں ہیں، اس لئے مقاصد کی روشنی میں اجتہاد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دلائل شرعیہ سے متعارض نہ ہوں، مقاصد کی روشنی میں اجتہاد کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- استنساخ بشری (توالد وتناسل کا غیر معروف اور ناجائز طریقہ) ممنوع اور حرام ہے، اس لئے کہ یہ نفس کے مقصد خلاف، انسان کی عظمت وشرافت سے متصادم اور تخلیق کائنات کے معروف طریقہ توالد وتناسل سے متعارض ہے۔

۲- شفاء سے مایوس مریض کو قتل کرنا حرام ہے، اس لئے کہ یہ حفاظتِ نفس کے خلاف ہے اور یہ بغیر کسی خطا وجرم کے قتل کرنا ہے۔

۳- جس طرح دھاردار چیز سے قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے، اسی طرح مثقل (بھاری بھرکم) چیز سے قتل کرنے سے بھی قصاص واجب ہوگا، تاکہ حفاظتِ نفس کے مقصد کی رعایت اور ظلم وزیادتی کرنے والوں کی زجر وتوبیخ کی جاسکے، ورنہ لوگ سزا سے بچنے کے لئے قتل بالمثقل کا سہارا لیں۔

۴- ایک کے بدلہ پوری جماعت کو قتل (قصاصاً) کیا جائے گا۔

۵- منشیات اور دل ودماغ میں فتور پیدا کرنے والی چیزیں، نشہ آور اشیاء (شراب وغیرہ) کی طرح حرام ہیں، اس لئے کہ ان سے بھی عقل معدوم، مال ضائع اور اخلاق میں گراوٹ آتی ہے۔

۶- غصہ کی حالت میں قاضی کو فیصلہ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا يقضي القاضي وهو غضبان" (غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہ کرے)، فقہاء نے غصہ کے ساتھ شدید بھوک اور بول و براز کی حاجت کو بھی لاحق کیا ہے کہ ان دونوں حالتوں میں بھی قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، تاکہ فریقین کے حقوق کی حفاظت اور ان سے ناانصافی وظلم وزیادتی دور کرنے کی مصلحت کی رعایت ہوسکے اور اس لئے بھی کہ قاضی ان کے دلائل و جوابات سے مطمئن ہو۔

۷- ایک بیع دوسری بیع اور ایک منگنی پر دوسری منگنی حرام ہے اور فقہاء نے ان دونوں کے ساتھ ایک اجارہ پر دوسرا عقد اجارہ کو بھی لاحق کیا ہے، اس کی حکمت باہمی نفرت و جھگڑے، آپسی کینہ وبغض اور قطع تعلق سے روکنا ہے۔

۸- رہائش کے لئے کرایہ پر دی جانے والی عمارات اور مکانات پر زکوٰۃ واجب ہوگی، زرعی (قابل کاشت) زمینوں پر قیاس کرتے ہوئے اور اس کی مصلحت مختلف الانواع مال ودولت کے مالکان کے مابین عدل وانصاف پیدا کرنا ہے، اس لئے کہ یہ ناانصافی کی بات ہوگی کہ زرعی زمین کے مالک سے زکوٰۃ لی جائے، مگر اونچے اونچے عمارات کے مالکان سے زکوٰۃ نہ لی جائے، جب کہ ان کی آمدنی زرعی زمین کی آمدنی سے کہیں زیادہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ مقاصد کی روشنی میں اجتہاد کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، ہم ایک بار پھر ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ مقاصد شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے معتبر دلائل اور قواعد وضوابط سے متصادم نہ ہوں، اس لئے کہ مقاصد شریعت کے تابع ہیں اس سے الگ اور مستقل بالذات نہیں ہیں۔

چھٹی بحث:

مقاصد شرعیہ کے فوائد

مقاصد کی علمی تحقیق وتفتیش کے بے شمار فوائد ہیں، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱- قانون سازی کی جزوی وکلی، عمومی اور خصوصی علتوں، حکمتوں اور اس کے اغراض و مقاصد کو زندگی کے مختلف میدانوں اور شریعت کے متعدد ابواب میں نمایاں کرنا ہے۔

۲- مقصد کی روشنی میں اجتہاد کرنے میں فقیہ کو دسترس حاصل ہوگی، پھر اس کی مدد سے احکام، اس کی حد بندی، اور اس کی عملی تطبیق کو سمجھنے میں سہولت ہوگی۔(۱)

۳- مقاصد سے متعلق اصولی مباحث جیسے مصالح، قیاس، عرف، قواعد اور ذرائع وغیرہ کو مضبوط و مستحکم کرنا۔(۲)

۴- بنائے حکم کی کارروائی، مختلف نظریات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے اور ان کے درمیان تعارض ختم کرنے میں علم المقاصد پر اعتماد کرتے ہوئے فقہی اختلاف اور مذہبی تعصب کو حتی الامکان کم سے کم تر کرنا ہے۔

۵- ظاہر النص اور اس کے معنی و مدلول دونوں خاصیتوں پر بیک وقت عمل اور ان پر توجہ کی جاسکتی ہے، اس طور پر کہ معنی و مدلول نص میں اور نص معنی و مدلول میں مخل نہ ہو، تاکہ شریعت ایک ایسے نظام کے تحت چلے جو اختلاف وتضاد سے پاک ہو۔(۳)

(۱) المقاصد لابن عاشور ر ۸۔

(۲) بحث متعلق ہے......د.قریسۃ۔

(۳) الموافقات ۲ر ۳۹۲۔

۶-علم المقاصد، احکام کی پابندی اور ان کی تعمیل کے فریضہ کو بہتر اور اتم طریقہ پر ادا کرنے میں مکلّف کی مدد کرتا ہے، اس لئے کہ جب مکلّف مثلاً یہ جان لے گا کہ حج کا مقصد لوگوں کے ساتھ غایت حسنِ ادب اور اسلام کے اخلاق عالیہ سے آراستہ و پیراستہ کرنا ہے، تو حاجی اس بلند مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں اور جد و جہد کرتا رہے گا تا کہ اپنے حج سے اس حال میں لوٹے کہ گویا آج ہی اس کی ماں نے جنا ہے۔

۷-اس علم کی مدد سے خطیب، داعی، مدرس، قاضی، مفتی اور مرشدین وغیرہ اپنی اپنی ذمہ داریاں اور فرائض شارع کی مراد اور اوامر و نواہی کے تقاضوں کے مطابق پورا کرتے ہیں، صرف نصوص کے الفاظ، احکام کے ظواہر اور الفاظ کی صورتوں تک ہی محدود نہیں رہتے۔

ساتویں بحث

علم المقاصد تاریخ کے آئینے میں

پہلا مطلب: مقاصد شرعیہ کا آغاز

علم مقاصد شرعیہ کا وجود احکام شرعیہ کے ساتھ ساتھ ہوا ہے اور اس کا آغاز آپ ﷺ پر وحی مبارک کے نزول کے آغاز سے ہوا ہے، لیکن یہ مقاصد قرآن وحدیث کے نصوص میں بکھرے اور ان کے احکام وتعلیمات میں پوشیدہ تھے، اکثر ان کی طرف اشارہ کر دیا جاتا اور کبھی کبھار صراحت بھی کر دی جاتی، البتہ یہ مقاصد کتابی شکل میں نمایاں نہ ہو سکے اور نہ ہی اس معیار تک پہنچ ہو سکے کہ ان کو ایک اصطلاحی علم کا لقب دیا جائے جس کے مخصوص نہج، حقائق اور علامات ہوں، بلکہ ابتداء میں یہ شریعت کے کچھ مخصوص علوم ونکات تھے جو ذہنوں میں متحضر ہوتے تھے اور ان کو سلف صالحین اپنے شاگردوں کو سمجھانے اور اجتہادات وفتاویٰ کے دوران ذہن میں لاتے تھے۔

مقاصد شرعیہ کی ابتداء وحی الٰہی کی ابتدا کے ساتھ ہونے کے بیّن اور واضح دلائل میں سے چند ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

۱- سب سے پہلی دلیل خود آپ ﷺ کی بعثت ہے، جس کی علت تمام لوگوں کے لئے رحمت اور خیر وبھلائی کا ذریعہ بتائی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کی شانِ رسالت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلاَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْن''(۱) (اور ہم نے آپ کو اپنا جہاں

(۱) سورۃ الانبیاء: ۱۰۷۔

پر (اپنی) رحمت ہی کے لئے بھیجا ہے)۔

۲- دوسری دلیل خود قرآن کریم ہے، جس کا سب سے اہم مقصد تمام انسانوں کو صراط مستقیم کی ہدایت دنیا و آخرت کے احوال کی بہتری، خاتمہ بالخیر اور میزانِ عمل کا درست ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ''(۱) (بیشک یہ قرآن ایسے (طریقہ) کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے)۔

۳- تیسری دلیل تمام وحی مبارک ہے، جسے کتاب وسنت اور دوسرے لفظوں میں وحیِ متلو اور وحیِ غیر متلو کہتے ہیں، جس کا سب سے اعلیٰ وارفع مقصد دنیا و آخرت کی حقیقی زندگی میں دلوں کو زندہ رکھنا ہے، دنیا میں قلوب کی زندگی امتثال امر، طاعت وعبادت اور دین داری کا نام ہے، جبکہ آخرت میں قلوب کی زندگی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا حاصل ہو، جنت اور اس کے خیر وبرکات سے نوازا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اسْتَجِیْبُو لِلّٰہِ وَلِلَّرسُوْلِ اِذَا دَعَاکُم لِما یُحْیِیْکُمْ''(۲) (اے ایمان والو اللہ اور رسول کو لبیک کہو جبکہ وہ (یعنی رسول) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں)۔

دوسرا مطلب: مقاصد شرعیہ کا ارتقاء

عہدِ نبوت، عہد سلفِ صالحین اور تدوین فقہ اسلامی کے بعد مقاصد شرعیہ میں نمایاں ترقی اور غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوئی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مقاصد: صحابہؓ و تابعینؒ کے عہد میں

مقاصد: اس عہد میں قیاس، رائے اور تعلیل احکام کے لئے دعوت عمل کی شکل

(۱) سورۃ الاسراء:۹ -

(۲) سورۃ الانفال: ۲۴-

میں تھے، نیز عرف، مصالح، اور بہت سے احکام کو ان کے مقتضی اور موجب تک ہی باقی رکھنے میں محدود تھے، چنانچہ امام احمد کا مقولہ مشہور ہے، وہ فرماتے ہیں: ''**الصحابة کانوا یحتجون فی عامة مسائلهم بالنصوص کما هو مشهورعنهم وکانوایجتهدون رأیهم ویتکلمون بالرأی ویحتجون بالقیاس**''(۱) (صحابہ اپنے عام مسائل میں نصوص سے دلیل اخذ کرتے تھے، جیسا کہ مشہور ہے اور اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے، رائے کی روشنی میں ہی گفتگو کرتے تھے اور قیاس سے احتجاج کرتے تھے۔ نیز امام موصوفؒ ذکر کرتے ہیں کہ رائے اور قیاس پر عمل، عمل بالمقاصد کی قبیل سے ہے، ان کا مقولہ ہے: ''**وهما من باب فهم مراد الشارع**''(۲)(عمل بالرای والقیاس شارع کی مراد کو سمجھنے کے باب سے ہے)۔

اس کے شواہد بہت ہیں:

منجملہ ان شواہد میں سے جمع قرآن، اموال غنیمت کی تقسیم، نماز تروایح، طلاق ثلاثہ، مزدوروں کو ضامن قرار دینا، باجماعت نماز تراویح، قحط سالی میں حد سرقہ کا سقوط، فرد واحد کے بدلے میں جماعت کو قتل کرنا، دفاتر اور دستاویزات قلم بند کرنا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ (۳)

مقاصد کبار ائمہ کے عہد میں

کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ اہل الرای میں سے تھے اور قیاس وتعلیل کو بکثرت استعمال

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۹ / ۲۸۵۔

(۲) ایضاً ۱۹ /۲۸۶۔

(۳) اس قسم کی مثالیں ''تاریخ التشریع''، اجتہاد الصحابہ اور ''اصول الفقہ'' میں المصلحۃ المرسلۃ وعرف وغیرہ پر بحث کے ضمن میں موجود ہیں، نیز ''اعلام الموقعین'' ۱ / ۲۰۳، روضۃ الناظر/ ۱۴۸، حجۃ اللہ البالغۃ للامام الدہلوی ۱/۴۶ و ۲/ ۳۹۶ میں بھی یہ شواہد دیکھے جاسکتے ہیں۔

کرتے تھے، وہ فرماتے تھے (کہ احکام خداوندی کے کچھ اغراض ومقاصد ہیں جس کی حکمتیں اور مصلحتیں ہم سے متعلق ہیں) (۱) اسی طرح امام مالکؒ، امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوحنیفہؒ چاروں ائمہ کرام کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرات مقاصد میں غور وفکر اور مصالح کی روشنی میں اجتہاد کرتے تھے، اگرچہ ان کے درمیان مقاصد کی اہمیت اور ان پر اعتماد کرنے میں خاطر خواہ تفاوت تھا (۲)۔ یہ بات مقاصد سے وابستہ ان کے اجتہادی اصول میں نمایاں ہے، جیسے استصلاح، استحسان، قیاس، تعلیل ومناسبت کے مسائل، عرف اور سدّ ذرائع وغیرہ ہیں۔

مقاصد بعض اکابر علماء کے نزدیک

بعض اکابر علماء نے اپنی کتابوں میں مقاصد کا خصوصی اہتمام کیا ہے، مثلاً:

۱- امام ابہریؒ (م ۳۷۵ھ)، امام باقلانی (م ۴۰۳ھ) اور امام ترمذیؒ (م ۲۷۹) کی بعض کتابیں فقہی حکمتوں، باریکیوں، تعلیل اور شریعت کے محاسن وخصوصیات ہی سے متعلق ہیں۔ (۳)

۲- امام جوینیؒ (م ۴۷۸ھ) مقاصد، غرض، مقصد اور کلیات خمسہ جیسے الفاظ بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ (۴)

۳- امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے کلیات ضروریہ اور استصلاح کو جابجا ذکر کیا ہے۔ (۵)

---

(۱) ابن رشد وعلوم الشریعۃ للدکتور العبیدی ر ۱۰۲۔
(۲) التنظیر الفقہی ر ۶۰۔
(۳) نظریۃ المقاصد عند الشاطبی للدکتور الریسونی ر ۲۴۔
(۴) ایضاً ر ۳۵-۳۶۔
(۵) المستصفی ۱/۱۳۹۔

۴-امام الآمدیؒ (م ۶۳۱ھ) نے مقاصد میں خصوصاً متعارض قیاسوں اور مقاصد کے مراتب کے درمیان ترجیحات کے باب کو بھی داخل کیا ہے۔(۱)

۵- قاضی بیضاویؒ (م ۶۸۵ھ) اور علامہ اِسنویؒ (م ۷۷۲ھ) نے ضروریات خمسہ کے بیان میں کتابیں لکھی ہیں۔(۲)

۶-علامہ قرافی نے تو فقہی قواعد، نبوی تصرفات اور احکام و مقاصد پر ان کے دلائل کی انواع کو شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(۳)

الغرض بہت سے مجتہدین نے مختلف زمانوں میں مقاصد اور اس کے دیگر علوم کی طرف نصوص اور احوالِ زندگی کے اصول کے تحت اجتہاد کے وقت توجہ دی ہے اور احوالِ زندگی اس بات کے داعی ہوتے ہیں کہ منافع کو حاصل کیا جائے، مفاسد کو دور کیا جائے، نیز نصوص کے معانی اور اغراض و مقاصد پر بھرپور توجہ دی جائے۔ (۴)

مقاصد شریعت کی بحث و تحقیق میں مشہور علماء

اس عنوان کو ہم نے بطور مثال قائم کیا ہے اس سے احاطہ مقصود نہیں ہے، ورنہ تو بہت سارے علمائے متقدمین و متاخرین نے مقاصد پر روشنی ڈالی ہے اور تھوڑے بہت فرق کے ساتھ گہرائی و گیرائی، صراحت و وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے، بالخصوص بعض علمائے کرام کا ہم نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے نسبتاً مقاصد کے میدان میں زیادہ خدمات انجام دی ہیں اور وہ اہلِ علم کے درمیان اس فن کے شہ سوار تسلیم کئے گئے ہیں۔

---

(۱) الإحکام فی أصول الأحکام للآمدی ۴/۲۷۶۔

(۲) نظریۃ المقاصد عند الشاطبی/ ۴۴۔

(۳) مقاصد الشریعۃ لابن عاشور/ ۸، والفکر الاصولی/ ۲۵۲-۲۵۳۔

(۴) تاریخ الفقہ الاسلامی لدکتور عمر سلیمان الاشقر/ ۳۹-۴۰۔

۱-عزبن عبدالسلام: انہوں نے اپنی کتاب ''**قواعد الاحکام فی مصالح الانام**'' میں مصالح کی حقیقت، اس کے مراتب اور مقاصد کے وسائل سے سیر حاصل بحث کی ہے۔(۱)

۲- امام شاطبیؒ کی کتاب ''**الموافقات**'' ہے، بلکہ یہ تو علم المقاصد کے موجد وموسس کہلاتے ہیں اور اس فن میں دلچسپی لینے والوں کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔(۲)

۳-ابن عاشورؒ: ان کی کتاب ''**مقاصد الشریعة**''(۳) اسی موضوع پر ہے، ابن عاشور نے تمام اجتہادات میں مقاصد کی ضروری معلومات کی از سر نو تدوین کی طرف سنجیدگی سے دعوت دی ہے، تاکہ اختلاط کو کم سے کم کیا جاسکے، تعارض کے وقت ترجیح عمل میں لائی جائے اور قانون سازی کی عمومی بیداری ونشاۃ ثانیہ کے لئے نظریہ سازی کی جائے (۴)۔ تاکہ مقاصد تدوین فقہ کے مختلف عہدوں میں تدوین وتالیف کی سطح پر دن بہ دن ترقی کرنے لگے اور اس فن میں مستقل کتابیں لکھی جانے لگیں۔

تصنیف کا ارتقائی مرحلہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقاصد کو کسی کتاب میں شریعت کے دوسرے مباحث وفنون کی طرح مدوّن ومرتب کیا جائے جیسے فقہ، اصول فقہ اور تفسیر وغیرہ کے مباحث ہیں، یہ ارتقائی مرحلہ

---

(۱) التنظیر الفقہی ر ٦٣، الفکر الاصولی ر ۳۵۰ نظریۃ المقاصد عند الشاطبی ر ۵۰-۵۲۔

(۲) **الشاطبی ومقاصد الشریعة لدکتور العبیدی ر ۱۳۱، مقاصد الشریعة لابن عاشور ر ۸، مسالک الکشف من المقاصد بین الشاطبی وابن عاشور لدکتور عبدالمجید التجار۵، بحث یتعلق بمقاصد الشریعة لابن عاشور لدکتور هشام قریسه ر ۱**، یہ مقالہ انہوں نے جامعۃ الزیتونہ میں ۱۴، ۱۵، ۱۶/ دسمبر ۱۹۸۵ء میں ہونے والے ابن عاشورہ سمینار میں پیش کیا تھا۔

(۳) ابن عاشور نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر ''التحریر والتنویر'' میں تفسیر کے اغراض اور قرآن کریم کے مقاصد کا ذکر اہتمام سے کیا ہے دیکھئے ''التحریر والتنویر'' ۱/۴۱۔

(۴) مسالک الکشف صفحہ ٦ وبحث لقریسہ ر ۱- ۲۔

تیسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی صدی ہجری میں نمایاں شکل میں ملتا ہے اور اس کی ترقی میں امام جوینی، غزالی، رازی، آمدی، ابن الحاجب، ابن العربی، مازری، ابن رشد الجدؒ، اور ابن رشد الحفید وغیرہ رحمہم اللہ سرفہرست نظر آتے ہیں، چنانچہ یہ حضرات فقہ، اصول فقہ اور تفسیر کی کتابوں میں مقاصد کے بعض مباحث ومضامین کو ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

☆ ان حضرات نے اپنی کتابوں میں ایسی عبارات، الفاظ اور کلمات کا استعمال کیا ہے جو مقاصد اور اس کے بعض مباحث ومضامین کے لئے بولے جاتے ہیں، جیسے حکمت، علت، مصلحت، مفسدہ، شارع کا مقصود ومراد، شارع کی غرض وغایت، شریعت کے اسرار، اس کے معانی، نفی ضرر، دفع اذی، ازالۂ مشقت، تعصب وتشدد اور مبالغہ وتعمق سے گریز، سہولت وآسانی پر تشجیع، دفع حرج اور دین اسلام کی اہم خصوصیات کی توثیق جیسے عالمیت (آفاقیت) وسطیت (اعتدالی) سماحت (فیاضی وفراخدلی) اتزان (متانت) اعتدال، شمول وعموم اور واقعیت (حقیقت پسندی) وغیرہ ہیں۔

☆ اسی طرح ان ائمہ نے ضرورت، حاجت اور تحسینات سے متعلق مقاصد کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور کلیات ضروریہ خمسہ (دین، نفس، عقل، نسل اور مال کا تحفظ) کی تفصیل ذکر کی ہے۔

☆ ان ائمہ نے شریعت کے احکام وافعال کی تعلیل سے بھی بحث کی ہے، اصولی مقدمات اور حسن وقبح کی بحث اور حکم وضعی کی بحث کو بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اس لئے کہ سبب کی حقیقت حکم وضعی کی ہی ایک قسم ہے اور علت وحکم کے درمیان تعلق کو بھی ذکر کیا ہے، نیز یہ احکام اپنے ظاہری اور جامع اسباب وعلل کے ساتھ معلول ہیں یا ان پر مرتب ہونے والی حکمتوں یعنی جلبِ منفعت ومصلحت اور دفعِ مضرت وفساد کے ساتھ معلول ہیں یا نص، اجماع، قیاس واستنباط سے وابستہ علتوں کو ثابت کرنے والے مسائل کے مباحث سے ان کا تعلق ہے، بالخصوص

وہ علتیں جو ''مناسبة'' کی بحث سے تعلق رکھتی ہیں، اس لئے کہ اسی سے مقاصد کے مباحث اور اس کے مضامین ومشمولات متفرع ہیں۔

علمائے اصولیین کے نزدیک ''مناسبة'' صرف اس بات کا نام نہیں ہے کہ فلاں وصف فلاں حکم کی علت ہے، اس لئے کہ اس حکم پر جلبِ منفعت اور دفع مضرت جیسا مقصود شرعی مرتب ہے، بلکہ مقاصد کا مفہوم اس سے وسیع تر ہے، پھر وہ اوصاف جو ''مناسبة'' سے ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے بعض مقبول ومعتبر ہیں اور بعض مردود وغیر معتبر، یا پھر شریعت نے ان سے سکوت اختیار کیا ہے، اس لئے فقیہ کو ''مناسبة'' کے حکم اور اس کی حجیت میں غور وخوض کرنا چاہئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون سا وصف معتبر ہے اور کون سا متروک ومردود ہے۔

لہٰذا جو مقبول ہوگا اس کو وصف معتبر کا نام دیا جائے گا، بایں معنی کہ اس پر حکم شرعی مرتب ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کے ان مقاصد کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہے جو اس پر مبنی ہیں، اور جو وصف باطل ولغو ہوگا اس سے اجتناب ضروری ہے، نیز اس کے مقاصد ومصالح کو بھی نظر انداز کرنا ہوگا اور ان کو لغو ومردود مقاصد یا باطل، وہمی، مرجوح اور مغلوب مصالح کہیں گے، اور جو وصف مسکوت عنہ ہوگا اس میں غور وفکر کریں گے کہ یہ شریعت کے ساتھ موافقت واتحاد رکھنے کی وجہ سے مقبول ومعتبر وصف میں داخل ہے، یا شریعت کے مخالف ومعارض ہونے کی وجہ سے لغو اور باطل وصف کی فہرست میں شامل ہے۔

خلاصۂ کلام

گزشتہ صفحات کا ماحصل یہ ہے کہ مقاصد شرعیہ کے مضامین اصول وفروع وغیرہ کی کتابوں میں منتشر تھے اور اس باب میں مستقل باقاعدہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی، جیسا کہ متاخرین کی کتابوں میں جا بجا اس کا تذکرہ ملتا ہے، خاص طور سے امام شاطبی کی کتابوں میں، بلکہ

شاطبی نے تو اس موضوع پر ایک مستقل اور مبسوط کتاب لکھ ڈالی ہے اور اس سلسلہ میں متقدمین علماء اور اصولیین سے سبقت لے گئے ہیں۔

علم المقاصد میں مستقل تصانیف

علم المقاصد میں تصنیف کا مرحلہ امام شاطبیؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''**الموافقات فی اصول الشریعة**'' کے منظر عام پر آجانے کے بعد اجاگر اور روشن ہوگیا، جس میں انہوں نے مقاصد کی تفصیلات، اس کے اسرار و رموز اور اس کے متعلقات سے خاص طور پر بحث کی ہے۔ اس کا خصوصی امتیاز، فنی اسلوب، علمی گہرائی و گیرائی، مضمون کا کامل احاطہ، دلائل کی فراوانی، مثالوں کی کثرت، نفس کے احوالِ باطنی، شریعت کی ظاہری و باطنی باریکیاں اور حکیم شارع جلّ مجدہٗ کی مراد و مقصود کے بیان میں بے نظیر ہے، کتاب اپنی تمام تر خوبیوں کی وجہ سے اس بات کی مستحق ہے کہ افادہ اور استفادہ کے لئے اس کی طرف توجہ اور اس سے دلچسپی ظاہر کی جائے، پھر مشہور شافعی عالم امام عزبن عبدالسلام نے اپنی کتاب ''**قواعد الاحکام فی مصالح الانام**'' لکھ کر اس مرحلہ کو مزید تقویت دی ہے اور عہد حاضر میں تو تحقیقات و مقالات کے ذریعہ دن بہ دن اس میں ترقی ہوتی جارہی ہے، بلکہ جدید علماء و باحثین ''**علم مقاصد الشریعة**'' کی تصنیف و تالیف میں مستقل سرگرم ہیں اور اس کو اپنے عمومی و خصوصی مقالات میں جگہ دے رہے ہیں۔

تیسرا مطلب: مقاصد شرعیہ کے مآخذ

وہ مباحث جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مقاصد کے لئے مواد، اس کے عناصر اور اجزائے ترکیبی کا درجہ رکھتے ہیں ان کو ذیل میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱- قیاس کے مباحث (۱)

(۱) تعلیل کے راستوں یا نص، اجماع اور اجتہاد سے اثباتِ علت کے طریقوں کے ضمن میں علمائے اصول نے ذکر کیا ہے کہ یہ اجتہاد واستنباط، دوران وتجربہ وتقسیم، تخریج مناط، اس کی تحقیق وتنقیح اور مناسبت وملاءمت کے ذریعہ اثبات علت کی قبیل سے ہے۔

مناسبت وملاءمت:- فلاں وصف کو فلاں حکم کی علت قرار دینا مناسبت وملاءمت کہلاتا ہے، اس کی مثال: وصف صغر (نابالغیت) کو صغیر (نابالغ) کے مال ونکاح پر حق ولایت کے وجوب کے مناسب قرار دیا گیا ہے تاکہ مال کے ضیاع اور مفید وکامیاب رشتۂ ازدواج کے سلسلہ میں غلط رائے کی وجہ سے اس کی ذات کو نقصان نہ پہنچے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ قیاس میں مناسبت کے راستوں کو مقاصد شرعیہ کے موضوع کے قیام، اس کی نشوونما اور ترقی کا پہلا زینہ کہا جائے۔ مزید وضاحت کے لئے متقدمین ومتاخرین کی کتب اصول کو ''مسلک العلۃ'' کی بحث اور اثبات علت کے طرق کے بیان میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اثبات علت کے تین راستے ہیں:

الف- اثبات علت پر نص کا راستہ اور اس کی مثال:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یسئلونک عن المحیض قل ھو أذیً فاعتزلوا النساء فی المحیض" (آپ سے حیض کے سلسلے میں لوگ سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ وہ گندگی ہے تو حیض کے ایام میں عورتوں سے علاحدگی اختیار کرو) لہٰذا ''اذیً'' (گندگی) ایسا وصف یا علت ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔

ب- اثباتِ علت پر اجماع کا راستہ:- تمام مجتہدین اس بات پر متفق ہیں کہ صغر (نابالغیت) صغیر (نابالغ) کے مال پر حق ولایت کے وجوب کی علت ہے۔

ج- اثباتِ علت پر اجتہاد واستنباط کا راستہ:- یہ راستہ مختلف قسموں اور صورتوں کو شامل ہے، مثلاً:

۱- مناسبت:- فلاں وصف کو فلاں حکم کی علت قرار دینا مناسبۃ کہلاتا ہے۔

مثال:- قتل بالمثقل (بھاری ہتھیار سے قتل کرنا) ایسا وصف ہے جو حفاظت نفس جیسے اہم مقصد شرعی کو بروئے کار لانے کے لئے قصاص کے مناسب ہے، اگر علمائے کرام صرف دھار دار ہتھیار سے قتل کرنے والے سے قصاص لینے کے حکم پر اکتفا کرلیں تو قاتلین قصاص سے بچنے کے لئے قتل بالمثقل کا سہارا لیں گے اور آگ میں جلا کر واردات انجام دیں گے۔

اس کی دوسری مثال اسکار (نشہ پیدا کرنا) ہے، اس لئے کہ یہ ایسا وصف ہے جو حفاظتِ عقل ومال کے مقصد سے حرمت خمر کے مناسب ہے۔

۲- سبر وتقسیم:- اس کا معنی تعلیل کی صلاحیت اور مناسبت رکھنے والے تمام اوصاف کو جمع کرنا، پھر تعلیل کے مناسب اوصاف کو باقی رکھنے اور تعلیل کی صلاحیت نہ رکھنے والے اوصاف کو حذف کرنے کے لئے جانچنا

۲- استحسان کے مباحث

۳- مصلحتِ مرسلہ کے مباحث

۴- عرف کے مباحث

۵- سدّ ذرائع اور استعمالِ ذرائع کے مباحث

٦- احکامِ شرعیہ (علل، حسن، قبح، تکلیف کی شرائط) کے مباحث۔

۷- قواعدِ شرعیہ کے مباحث (۱)۔

۸- سیاستِ شرعیہ کے مباحث۔

۹- احکام کی نصوص (آیات واحادیث) کے مباحث۔

۱۰- تعارض اور ترجیح (مقصد کے ذریعہ) کے مباحث۔

اور پرکھنا ہے، مثلاً شراب میں سرخی، سیلان، (بہاؤ) جھاگ پھینکنا اور نشہ لانا جیسی صفات ہیں، لیکن مجتہد سوائے وصف ''اسکار'' کے تمام اوصاف کو حذف کردے گا، اس لئے کہ وصف ''اسکار'' کے علاوہ کوئی وصف حرمتِ خمر کی علت بننے کے قابل نہیں ہے اور اسی علت کی بنیاد پر مخدرات (عقل کو ختم کردینے والی اشیاء مثلاً بھنگ وغیرہ) اور نبیذوں کو خمر پر قیاس کیا جاتا ہے اور ان سب کا مقصود حفاظتِ عقل ومال ہے۔

۳- تخریج المناط :- اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی علت کا استعمال کیا جائے جو اپنے حکم کے ساتھ معلق اور مربوط ہوں، جیسے خمر میں علت اسکار ہے۔

۴- تنقیح المناط :- علت کی صلاحیت نہ رکھنے والے اوصاف کو حذف کرنا تنقیح المناط کہلاتا ہے مثلاً حکم قصاص صرف وصف قتل سے متعلق ہے، قاتل کا لمبا یا پستہ قد ہونا، کالا یا گورا ہونا ایسے اوصاف ہیں جو نہ تو حکم سے کوئی تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے مناسب ہیں، اس کی دوسری مثال ٹریفک نظام کی پاسداری نہ کرنے والے کی سزا ہے اور اس کی علت صرف قانون شکنی ہے، گاڑی کے پہیّے، اس کے رنگ یا اس کا تائیوان اور المانیا کی بنی ہوئی ہونا اس کا علت سے کوئی ربط نہیں ہے۔

۵- تحقیق المناط :- ایک حکم کی علت اگر دوسری جگہ پائی جائے تو وہاں بھی یہی حکم پایا جائے گا، جیسے حرمتِ خمر کی علت ''اسکار'' نبیذوں اور تمام نشہ آور چیزوں میں پائی جاتی ہے تو ان کا حکم بھی حرمت ہی ہوگا، یہی تحقیق المناط کہلاتا ہے۔

(۱) التنظیر الفقہی ر۴۹۔

۱۱-مفہوم مخالف اور مفہوم موافق کے مباحث۔

۱۲- فقہی اختلاف کے مباحث۔

۱۳- عصر حاضر کے مطابق اسلامی تعلیمات اور وہ جو عام اسلامی مقاصد وخصوصیات کے حصول سے بنیادی تعلق رکھتے ہیں ان کے مباحث۔

۱۴-مقاصد اور مصالح شرعیہ سے متعلق شرعی، قانونی اور فکری تعلیمات کے مباحث۔

خلاصۂ کلام

تمام علمی واصولی مباحث اور مقاصد شرعیہ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق رکھنے والے علوم وبیانات پر مشتمل شرعی واسلامی مقالات ''مقاصد'' کے مآخذ ومراجع ہیں اور انہیں مباحث میں سے اجمالاً (جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے) تفسیر وفقہ، حدیث وعلوم حدیث اور سیاست شرعیہ کے مباحث ہیں اور انہیں میں سے قیاس، مصلحتِ مرسلہ، استحصان، سدّ ذرائع، عرف، احکام کی حکمت ومشروعیت اور اس کی علتوں کے مباحث ہیں، اس کے علاوہ وہ سب مباحث ہیں جو کسی نہ کسی طرح ''علم المقاصد'' کی بناوتعمیر وترقی میں شریک ہیں۔

چوتھا مطلب: مقاصد شریعت میں اہم تصانیف

مقاصدِ شریعت کے موضوع پر لکھی جانے والی بعض اہم کتب وتصانیف ذیل میں ہم پیش کرتے ہیں:

۱-الموفقات فی اصول الشریعة– امام ابواسحاق شاطبی۔

۲-قواعد الاحکام فی مصالح الانام– عز الدین بن عبدالسلام۔

٣- مقاصد الشريعة الاسلامية- محمد طاهر ابن عاشور۔

٤- مقاصد الشريعة الاسلامية ومكار مها- علال الفاسی۔

٥- ضوابط المصلحة فی الشريعة الاسلامية-محمد سعيد رمضان البوطی۔

٦- نظرية المقاصدعندالامام الشاطبی- احمد الريسونی۔

٧- نظرية المصلحة فی الفقه الاسلامی - حسين حامد حسان۔

٨- الشاطبی ومقاصد الشريعة- حمادی العبيدی۔

٩- الاجتهاد المقاصدی حجيته ضوابطه مجالاته- نورالدين مختار الخادمی۔

١٠- المقاصد العامة للشريعة الاسلامية - يوسف حامد العالم۔

١١- المقاصد وعلاقتها بالأدلة الشرعية- محمد سعد اليوبی۔

١٢- قواعد الوسائل فی الشريعة الاسلامية- مصطفی بن كرامة الله مخدوم۔

١٣- المختصر الوجيز فی مقاصد الشريعة- عوض بن محمد القرنی

آٹھویں بحث:

مقاصد الشریعہ کے اثبات کے طریقے

اصطلاح میں یہ بحث مختلف عنوانوں سے مشہور ہے، جیسے مقاصد کی وضاحت یا مقاصد کے اثبات یا مقاصد کی تعیین وتوضیح کے طریقے وغیرہ۔(۱)

انہی مقرر کردہ اصطلاحات بالخصوص امام شاطبیؒ اور ابن عاشورؒ کی بیان کردہ اصطلاحات کی روشنی میں دو اہم طریقوں کے ضمن میں اس طریقہ یعنی ''طرق اثبات مقاصد الشریعة'' کو ہم پیش کرنے جا رہے ہیں۔(۲)

پہلا مطلب: قرآن وسنت سے بلا واسطہ استنباط

یہ استنباط خواہ ابتداءً وصراحتاً محض امر ونہی سے ہو(۳)، یا امر ونہی کی علتوں کے اعتبار سے ہو(۴)۔

---

(۱) اس کے لئے شاطبیؒ نے عنوان قائم کیا ہے ''فصل فی بیان الجھات التی یعرف بھا مقاصد الشارع علی الحد الاوسط'' الموافقات ۲/۳۹۱ اور ابن عاشور نے عنوان قائم کیا ہے ''طرق اثبات المقاصد الشرعیة ''المقاصد/۱۹۔

(۲) اس طریقہ سے متعلق بحث میں دو شخص کے درمیان مفید مکالمے منعقد ہوئے ہیں، دیکھئے ''مسالک الکشف'' للدکتور النجار/۱۹-۲۱۔

(۳) الموافقات ۲/۳۹۳۔

(۴) ایضاً ۲/۳۹۴۔

امر ونہی کی مثال

نماز پڑھنے ، زکوۃ دینے ، حج کرنے ، انصاف قائم کرنے ، دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے اور باہمی معاملات میں مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ، اسی طرح فواحش ومنکرات وحرام چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، یہ سب اوامر ونواہی حِکم ومقاصد کے ساتھ معلول ہیں، اوامر کی علت انسان کے خیر ونفع کا حصول اور نہی کی علت انسان سے ضرر ونفع سے دفع ہے۔

امر شرعی کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ شارع کا مقصود ومراد ، مامور بہ کی انجام دہی اور اس کو بجالانا ہے، ایسے ہی نہی سے شارع کی مراد یہ ہوتی ہے کہ منہی عنہ سے احتراز کیا جائے ، اس کو ترک اور اس سے دوری اختیار کی جائے ، امر ونہی مقاصد شرعیہ کی معرفت اور اس کے اثبات کا پہلا راستہ اور زینہ ہیں، قرآن وسنت سے بلا واسطہ استنباط نصوص تقریریہ سے بھی ہوتا ہے۔ (۱)

مثال: نصوص تقریریہ کی مثال وہ تمام آیات واحادیث ہیں، جن میں مقاصد ومصالح کا بیان ہے مثلاً ’’رفع حرج‘‘ کے مقصد کا بیان وثبوت اس آیت کریمہ سے ہوتا ہے، ارشاد باری ہے: ’’**وَمَا جَعَلَ عَلَيْكم فِيْ الدّيْنِ مِنْ حَرَجٍ**‘‘(۲) (اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)۔

’’آسانی اور تخفیف‘‘ کے مقصد کا ثبوت اس آیت میں ہے ’’**يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ**‘‘(۳) (اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا) ’’عدل وانصاف اور بھلائی کرنے‘‘ کے مقصد کا ثبوت اس آیت میں ہے ’’**اِنَّ اللّٰه**

---

(۱) اس سے مراد محض سنت تقریریہ نہیں ہے بلکہ مقاصد کو ثابت کرنے والی نصوص تقریریہ مراد ہیں۔

(۲) سورۃ الحج: ۷۸۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۱۸۵۔

يَأْمُرُبِا لْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ''(۱)(بے شک اللہ عدل کا اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے)اس مقصد کا ثبوت اس آیت سے بھی ہوتا ہے'' لَااِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ''(۲)(دین میں کوئی زبردستی نہیں)۔

یہ استنباط کبھی کسی ایک علت کے تحت وارد ہونے والے دلائل میں غور وخوض کے دوران ہوتا ہے، مثلاً احتکار (مہنگا بیچنے کے لئے روک لینا)، قبضہ سے پہلے غلہ کی خرید وفروخت، غلہ کی غلہ کے بدلے ادھار خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے، ان سب سے نہی کا مقصد غلے کا عام ہونا اور اس کی حصولیابی میں آسانی کرنا ہے۔(۳)

یہ استنباط کبھی بیان شرعی کی ضرورت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت فرمانے میں غور وخوض کرنے سے بھی ہوتا ہے، کیونکہ سکوت کبھی اس مقصد پر دلالت کرتا ہے کہ نہ بیان کرنے میں جو حکمتیں ہیں وہ اس کی صراحت میں نہیں ہیں، اس کی مثال سجدۂ شکر ہے (۴)، یہ استنباط کبھی اسلاف کے اجتہادات میں غور وفکر اور تتبع سے بھی ہوتا ہے(۵)۔

دوسرا مطلب: مقاصد اصلیہ وفرعیہ سے استخراج

مقاصد اصلیہ

وہ مقاصد ہیں جو ابتداءً مشروع ہوئے اور اساسی وبنیادی مقصد رکھتے ہیں، جیسے توالد وتناسل اور دنیا کو آباد کرنا نکاح کا مقصدِ اصلی ہے۔

---

(۱) سورۃ النحل:۹۰۔

(۲) سورۃ البقرۃ:۲۵۶۔

(۳) المقاصد لابن عاشور ۲۰،۲۱۔

(۴) الموافقات ۲/۴۰۹۔

(۵) المقاصد لابن عاشور ۲۷، ۲۸۔

مقاصد فرعیہ

وہ مقاصد ہیں جو مقاصد اصلیہ کے بعد ہیں اوران کی مشروعیت ثانوی درجہ رکھتی ہے، ان کا مقصد بھی مقاصد اصلیہ کو مؤکد کرنا اورقوت بہم پہنچانا ہے، جیسے بیوی سے لطف اندوز ہونا، اولاد سے محبت کرنا، بیوی کے مال کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور قلبی راحت وسکون حاصل کرنا نکاح کے ثانوی درجے کے مقاصد ہیں۔

مقاصد اصلیہ سے استخراج کی مثال

رہائش، اولاد سے محبت اور بیوی سے لطف اندوز ہونا، یہ مقاصد ایک مقصد اصلی یعنی سلسلہ توالدوتناسل کی فروعات میں سے ہیں۔

ایک مشترکہ حکمت کی تعیین میں وارد اور ثابت ہونے والی بہت ساری علتوں میں غور وخوض اور تتبع کرنے سے مقاصد جزئیہ کا استخراج بھی ہوتا ہے، کیونکہ یہ حکمت بھی اصلی مقصد کلی کے ثبوت سے ہی ہوگی، مثلاً اخوۃ اوردائمی عشرت وصحبت کا مقصد یہ ہے کہ ایک کے پیغام نکاح پر دوسرا پیغام نکاح دینا اور ایک کی بیع پر دوسرے شخص کی بیع سے روکنا اور منع کرنا ہے، غیبت، چغل خوری، غصب اور دھوکہ وغیرہ کے ذریعہ مال ومتاع، عزت وآبرو، اور شرافت کے درپے ہونے سے روکنا ہے۔(۱)

---

(۱) المقاصد لابن عاشور ر ۲۰۔

نویں بحث:

مقاصد کی مختلف تقسیموں اور ان کی قسموں کا بیان

مختلف اعتبار اور حیثیتوں سے مقاصد کی چند تقسیمیں ہیں، لہٰذا مقاصد کے محل صدور کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقاصد الشارع (۲) مقاصد المکلف۔

پہلا مطلب: مقاصد الشارع، مقاصد المکلف

(الف) مقاصد الشارع

شارع جل مجدہٗ نے شریعت بنانے کے وقت جن مقاصد کا قصد وارادہ کیا ہے وہ مقاصد الشارع کہلاتے ہیں، اس کی مثال دنیا وآخرت میں حصول منافع اور دفع ضرر ونقصان ہے۔ (۳)

(ب) مقاصد المکلف

اعتقاداً وقولاً وعملاً اپنے تمام افعال وتصرفات میں جن مقاصد کا، مکلّف قصد وارادہ اور نیت کرتا ہے وہ مقاصد المکلف کہلاتے ہیں اور انہی مقاصد سے وضاحت ہوتی ہے کہ کون سا عمل صحیح یا فاسد ہے، کون سا عمل عبادت یا معاملات کی قبیل سے ہے، کون سا عمل دیانۃً یا قضاءً کیا حکم رکھتا ہے اور کون سے عمل مقاصد کے موافق یا مخالف ہے۔ (۴)

(۱) الموافقات ۲/۵۔

(۲) ایضاً ۲/۳۲۳۔

(۳) الموافقات ۲/۸۔

(۴) مقاصد الشریعۃ لابن عاشور/۵۱۔

دوسرا مطلب: مقاصد ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ

(الف) مقاصد ضروریہ

دنیا و آخرت کی مصلحتوں و منفعتوں کے حصول کے سلسلہ میں جو پانچ کلیات یعنی دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت (۱) ضروری ولابدی ہیں اور جو مقاصد ہر قوم وملت، ہر زمان ومکان میں استقراء ونص سے ثابت ہیں، انہی مقاصد وکلیات خمسہ کا نام مقاصد ضروریہ ہے۔

(ب) مقاصد حاجیہ

حکم میں توسع، تنگی وحرج اور مشقت کو دور کرنے کے لئے جو مقاصد ضروری ولابدی ہوتے ہیں انہیں مقاصد حاجیہ کہا جاتا ہے، اس کی مثال سفر وغیرہ میں رخصت، حلال چیزوں کا استعمال اور جائز معاملات میں وسعت وکشادگی ہے، جیسے بیع سَلَم وبیع مساقاۃ وغیرہ۔

(ج) مقاصد تحسینیہ

جو مقاصد حسن عادت وعمدہ اخلاق کے مناسب ہوں، جن کا ترک کرنا عموماً تنگی ودشواری کا موجب نہ بنتا ہو وہ مقاصد تحسینیہ کہلاتے ہیں، اس کی مثال ہمیشہ باوضو رہنا، ستر پوشی اور کھانے کے سنن وآداب وغیرہ ہیں۔

تیسرا مطلب: عمومی، خصوصی اور جزئی مقاصد

(الف) عمومی مقاصد

شریعت کے تمام یا اکثر ابواب میں عمومی مقاصد کا لحاظ رکھا جاتا ہے، یہ شریعت کے کسی خاص نوع کے احکام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اسی وجہ سے شریعت کے اوصاف اور اس کے

(۱) ایضاً/ ۱۵۵۔

عظیم مقاصد بھی اس کے تحت آتے ہیں۔(۱)

(ب) خصوصی مقاصد

کسی ایک متعین یا چند معینہ ابواب سے تعلق رکھنے والے مقاصد کا نام خصوصی مقاصد ہے۔ابن عاشور نے ان مقاصد کو بصراحت ذکر کیا ہے(۲) جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- خاندان کے ساتھ خصوصی مقاصد

۲- مالی تصرف کے ساتھ خصوصی مقاصد

۳- جسموں یعنی کام ومزدوروں پر ہونے والے معاملات کے ساتھ خصوصی مقاصد

۴- عدالت کے فیصلے وشہادت کے ساتھ خصوصی مقاصد

۵- تبرعات ونوافل کے ساتھ خصوصی مقاصد

۶- عقوبات کے ساتھ خصوصی مقاصد۔

چوتھا مطلب: قطعی، ظنی اور وہمی مقاصد

(الف) قطعی مقاصد

وہ مقاصد ہیں جن کے اثبات پر متواتر کثرت سے دلائل ونصوص وارد ہیں، اس کی مثال تیسیر یعنی سہولت پیدا کرنا، امن وسلامتی، عزت وآبرو اور مالوں کی حفاظت ہیں۔

(ب) ظنی مقاصد

ان کا درجہ قطعی مقاصد سے کم اور ان کے بعد ہے، ان کے معتبر ہونے میں فقہا کی

---

(۱) مقاصد الشریعہ لابن عاشور، ۴۳۔

(۲) ایضاً، ۱۵۵۔

رائیں مختلف ہیں، اس کی مثال افساد عقل کے راستے کو بند کرنا ہے، جس کی فرع قلیل مقدار میں بھی شراب کی حرمت (۱) اور نبیذ کی حرمت ہے، باوجودیکہ نبیذ اکثر وبیشتر نشہ آور نہیں ہوتی، اسی وجہ سے اس کو مخفی اور ظنی دلالت میں شمار کیا جاتا ہے۔ (۲)

(ج) وہمی مقاصد

وہ مقاصد ہیں جن کے بارے میں صرف یہ وہم وخیال ہوتا ہے کہ یہ بہتر ہے اور اس میں خیر ہے، حالاں کہ کبھی کبھی معاملہ برعکس ہوتا ہے، فقہاء کی اصطلاح میں ان کو مصالح ملغاۃ یعنی لغو اور باطل مصالح کا نام دیا جاتا ہے۔ (۳)

پانچواں مطلب: کلی وجزئی مقاصد

(الف) کلی مقاصد

کلی مقاصد کا تعلق عموماً پوری امت یا امت کے بیشتر افراد سے ہوتا ہے، اس کی مثال

---

(۱) مقاصد الشرعیہ لابن عاشور ر ۴۳۔

(۲) کثیر کی طرح قلیل شراب بھی قطعاً حرام ہے اور شیخ ابن عاشور نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا تعلق اس تحریم کے بیان مقصد سے ہے، فی نفسہ تحریم سے نہیں ہے۔

(۳) شرعاً قبول ورد کے اعتبار سے مصالح کی تین قسمیں ہیں:

الف- مصالح معتبرہ: وہ مصالح ہیں جن کے مقبول ومعتبر ہونے کی شریعت نے صراحت کی ہے، جیسے روزہ، حج، عدل وانصاف اور نکاح۔

ب- مصالح ملغاۃ: وہ مصالح ہیں جن کے غیر معتبر اور باطل ہونے کی شریعت نے صراحت کی ہے، جیسے قمار (جوا)، سود، اور شفا سے مایوس مریض کو قتل کرنے کی مصلحت۔

ج- مصالح مرسلہ: وہ مصلحت ہے جس کے معتبر یا باطل ہونے کی شریعت نے صراحت نہیں کی ہے اور وہ مصلحت ہے جس کی تعیین اس کے اصول اور اجناس شرعیہ میں غور وفکر کرنے کے ساتھ کئے جانے والے صحیح اجتہاد شرعی کے حوالے ہیں، جیسے قرآن کریم کو جمع کرنا، طواف اور سعی کے لئے دوسرے مطاف ومسعیٰ کی تعمیر اور گواہان کے ذریعہ معاملات کو پختہ اور مکمل کرنا وغیرہ۔

قانون وانتظام کی حفاظت، تحریف وتبدیلی سے قرآن وحدیث کی حفاظت، معاملات کا نظم ونسق، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ہمدردی ودرگذری کے جذبہ کا فروغ اور قدر وقیمت واخلاق کی پختگی ہے۔

(ب) جزئی مقاصد

جزئی مقاصد کا تعلق نفع وخیر کے ذریعہ چند لوگوں سے ہوتا ہے، اس کی مثال خرید وفروخت ومہر سے نفع اٹھانا اور اولاد سے الفت ومحبت رکھنا ہے۔

چھٹا مطلب: اصولی اور فروعی مقاصد

(الف) اصولی مقاصد

ان مقاصد میں مکلّف بندے کا کوئی حصہ نہیں ہے، اس کی مثال عبادت کے اکثر امور ہیں۔(۱)

(ب) فروعی مقاصد

وہ مقاصد ہیں جن میں بندے کا حصہ اور نفع ہوتا ہے، اس کی مثال نکاح اور خرید وفروخت کے معاملات ہیں۔

اس قسم کے مزید مقاصد کا ذکر دوسرے جز کی بحث ۵ مطلب ۳ کے ضمن میں کریں گے (انشاءاللہ)۔

---

(۱) الموافقات ۲/۳۹۶-۳۹۷۔

دسویں بحث:

ابتداً احکام کی وضع سے شریعت کے مقاصد کا بیان اور مصالح کی تحقیق

پہلا مطلب: اس حقیقت کا بیان اور اس کی دلیل

تشریعی احکام اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، یہ دنیا وآخرت میں مخلوق کی مصلحتوں کو بروئے کار لانے کے لئے مشروع ہیں اور یہ مصالح حصولِ منافع اور دفع مفاسد پر مشتمل ہیں، اس لئے کہ شریعت کے تمام احکام ایسی حکمتوں سے معمور ہیں جو بالآخر خیر ہی خیر ہوتے ہیں اور اس میں نفع ہی نفع ہوتا ہے، خواہ یہ حکمتیں معلوم ہوں یا نہ ہوں اور خواہ اس پر فوراً عمل کیا جائے یا کسی وقت کے لئے مؤخر کردیا جائے۔

دوسرا مطلب:۔ مصلحتوں کی تحقیق کے دلائل

اس حقیقت کے اعتبار سے بے شمار دلائل ہیں، جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین واکابر مجتہدین کے اجماع میں موجود ہیں، جیسا کہ وہ تتبع اور استقراء سے بھی ثابت ہیں، یعنی احکام وفروع اور ان کلی دلائل میں تتبع کے ذریعہ جو حصول منفعت اور دفع مضرت کر کے وجود کونی وانسانی میں مقاصد شرعیہ کی حقانیت کو پختہ اور ثابت کرنے کے سلسلے میں وارد ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ دلائل کو مقاصد الشریعۃ کے اثبات کے طریقوں واحکام شرعیہ کی تعلیل اور ان جگہوں میں ہم نے ذکر کیا ہے جو اس بحث کے ضمن میں آتی ہیں۔

بہت ہی اختصار کے ساتھ ہم چند دوسرے دلائل پیش کر رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ''(۱)(اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ'' (۲)(اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف برتے) ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا''(۳)(اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق) اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں''اَنَّ هٰذا الدِّيْنَ يُسْرٌ''(۴)(بیشک یہ دین آسان ہے)۔

قانون سازی کی طرف سے مصالح شرعیہ کے مقصود و مراد ہونے کے شواہد میں خود احکام شرعیہ اور وہ فقہی فروعات شامل ہیں جو تمام بندوں اور مخلوق کی طرف پہنچنے والے منافع و مصالح پر مشتمل ہیں۔

احکام میں پائے جانے والے بعض مصالح

بیع (خرید و فروخت) کی مصلحت ضرورت کو پورا کرنا اور نفع بخش اشیاء کا تبادلہ ہے، نکاح کی مصلحت، فطرت کی جانب پیش قدمی، جنسی ضرورت کی تکمیل، راحت و سکون اور الفت و محبت کا حصول ہے۔

صفائی و ستھرائی اور پاکی کی مصلحت میل کچیل اور امراض کی بیخ کنی اور حصول احترام کا سبب ہے۔

---

(۱) سورۃ الحج:۷۸۔

(۲) سورۃ النساء: ۲۸۔

(۳) سورۃ البقرہ:۲۸۶۔

(۴) سنن امام نسائی میں ''کتاب الایمان وشرائعہ'' کے تحت باب ''الدین یسر'' میں مذکور طویل حدیث کا ایک حصہ ہے۔

گیارھویں بحث:

ذاتی قوت کے اعتبار سے مقاصد کی قسمیں

اپنی ذاتی قوت ودرجے کے اعتبار سے مقاصد کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مقاصد ضروریہ

(۲) مقاصد حاجیہ

(۳) مقاصد تحسینیہ

(پہلی قسم)

مقاصد ضروریہ کی مع امثلہ تعریف اور اس کے دلائل

پہلا مطلب: مقاصد ضروریہ کی تعریف

مقاصد ضروریہ وہ مقاصد ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے، تاکہ دین ودنیا کی فلاح ودرستگی ہو اور اللہ کی مخلوق دنیا وآخرت میں کامیابی وخوش نصیبی حاصل کرسکے۔

دوسرا مطلب: مقاصد ضروریہ کی مثالیں

مقاصد ضروریہ کی مثالیں وشواہد بکثرت ہیں، جو فقہ، اصول، مقاصد اور قواعد شرعیہ کی کتابوں میں مذکور ہیں، نیز ان کتابوں میں بھی ان کا ذکر موجود ہے جن کا تذکرہ کچھ دیر کے بعد آرہا ہے، ذیل میں چند مثالیں برسبیلِ تذکرہ ہم پیش کررہے ہیں:

۱- خالص ایمان، پختہ اعتقاد اور اسلام کے قطعی اور مسلّم عقائد کے اقرار کا حکم۔

۲- فرائض کی ادائیگی اور بندگی کے شعائر کا حکم۔

۳- جانوں کو زندگی بخشنے، ان کو قتل وسزا (ناحق) سے روکنے، قاتلوں سے قصاص لینے اور جنگجوؤں وزمین میں فساد پھیلانے والوں سے بدلہ لینے کا حکم۔

۴- دنیا کو آباد کرنے اور زندہ رکھنے کے لئے توالد وتناسل کی ترغیب دینا۔

۵- نشہ آور اور بے خود کرنے والی چیزوں کو حرام قرار دینا، پڑھنے اور دنیا میں غور وفکر کرنے پر آمادہ کرنا، دنیا وزندگی میں شریعت کو سمجھنے اور تطبیق دینے کے لئے عقل، اس کے مرتبے اور غلبہ کی حفاظت کے واسطے ناخواندگی، جہالت، جادو اور شعبدہ بازی کی مخالفت کرنا اور ان کو جڑ سے ختم کرنا۔

۶- حصول رزق، نفع بخش اشیاء کا تبادلہ، حاجات وضروریات کی تکمیل اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے عمل، پیداوار اور سعی وکوشش پر آمادہ کرنا جو زندگی کی بقاء، ایک دوسرے سے اس کے ربط وتعلق اور نشو ونماء وترقی کے لئے لازم ہیں۔

تیسرا مطلب: مقاصد ضروریہ کے دلائل

مقاصد ضروریہ ہر قوم امت کے لئے لازمی وضروری ہیں، بہت سی نصوص اور مختلف قسم کی دلیلیں اس پر موجود ہیں، یہ استقراء کے ذریعہ ثابت اور موکد ہیں، تمام نصوص ودلائل میں نظر کرنا اور شریعت کی پختگی وثبوت کی غرض سے شریعت کے مسائل واحکام میں غور وفکر کرنا استقراء کہلاتا ہے۔

لہٰذا یہ مقاصد بہت سے دلائل ونصوص اور بے شمار جزئی مسائل سے ثابت ہیں، کسی ایک یا چند دلائل ونصوص سے ان کا ثبوت نہیں ہے، اسی وجہ سے ان پر قطعیت اور یقین کی مہر لگ

گئی ہے، یعنی ان کو ایسے قطعی ویقینی مقاصد تسلیم کیا گیا جس میں نہ لوگوں کا اختلاف ہے اور نہ اس میں مختلف نظریں ورائیں ہیں، پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقاصد ضروریہ ثابت شدہ ہیں:

۱- صراحت کے ساتھ دلالت کرنے والی نصوص کے ذریعہ۔

۲- ان نصوص اور دلائل کے مجموعہ میں استقراء اور غور وفکر کرنے کے ذریعہ جو مقاصد ضروریہ کے انتخاب، ان سے نتیجہ اخذ کرنے اور ان کو ثابت کرنے کا سبب اور ذریعہ ہیں۔

چوتھا مطلب: مقاصد ضروریہ کی قسمیں

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مقاصد ضروریہ کی پانچ قسمیں ہیں، جو کلیات خمسہ سے مشہور ہیں، اور وہ یہ ہیں (۱) دین کی حفاظت (۲) جان کی حفاظت (۳) عقل کی حفاظت (۴) نسل کی حفاظت (۵) مال کی حفاظت۔

۱-حفاظتِ دین کے مقاصد ضروریہ

کلیاتِ خمسہ میں سے حفاظت دِین کو سب سے اہم اور عظیم مقصد شمار کیا جاتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے وجود اور دنیوی زندگی میں دین کے ارکان اور اس کے احکام کو ثابت کیا جائے اور اپنے عمل کے ذریعہ بدعت، اشاعت کفر، اخلاق سیئہ، الحاد ودھریت اور فرائض وواجبات کی ادائیگی میں سستی اور اس طرح کی دیگر دین الٰہی کی مخالف ومعارض چیزوں کو ختم کیا جائے۔

حفاظتِ دین ہی کے واسطہ سے ایمان، شہادتین کا اقرار، نماز، روزہ، حج وغیرہ مشروع ہوئے ہیں اور وہ تمام اعمال واقوال جن کی وجہ سے قلوب اور زندگی میں دین راسخ ہوا، جیسے اوراد واذکار، وعظ وارشاد، خیرخواہی، مدارس ومساجد کی تعمیر، علماء ومصلحین اور داعیوں کی عزت واحترام وغیرہ۔

۲-حفاظتِ نفس کے مقاصد ضروریہ

مقاصد ضروریہ اور کلیاتِ خمسہ میں سے دوسرا اہم مقصد حفاظتِ نفس ہے، اس کا تقاضا زندگی وسلامتی اور عزت وشرافت میں نفس کے حق کی مکمل رعایت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدم''(۱) (اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے) دوسری جگہ ارشاد ہے: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ''(۲) (کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے)۔

حفاظتِ نفس ہی کے واسطہ سے بہت سے احکام مشروع ہوئے ہیں، جن میں سے بعض ممنوع ہیں، جیسے قتل کی حرمت، قصاص کی مشروعیت، مجسمہ اور تصویر سازی کی ممانعت، جنگجوؤں، ڈاکوؤں اور نفس انسانی کی بے حرمتی وتحقیر کرنے والوں کی سزا، اعضائے انسانی کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے کی ممانعت، اعضاء کی تجارت کی ممانعت، بغیر ضرورت شدیدہ کے بدن انسانی کی تشریح اور آپریشن کی ممانعت اور مُردوں کے جسم کو جلانے کی ممانعت وغیرہ۔ بعض ایسی چیزوں کا حکم بھی دیا گیا ہے جن سے جان باقی رہے جیسے کھانا، پینا اور علاج ومعالجہ۔

۳-حفاظتِ عقل کے مقاصد ضروریہ

مقاصد ضروریہ یا کلیاتِ خمسہ میں سے تیسرا مقصد مکمل حفاظتِ عقل ہے، جس کو بہت سے مواقع پر اسلام نے ثابت اور مؤکد کیا ہے، جن میں بعض یہ ہیں: عقل کے ساتھ اسلام کی دلچسپی، سمجھ بوجھ اور عمل کا مکلّف بنانے میں عقل کو شرط قرار دینا، انسان اور دنیا کے احوال کے

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۷۰۔

(۲) سورۃ التین: ۴۔

متعلق ان کے اسرار ورموز کو جاننے، ان کے قوانین کا استنباط کرنے اوران کی خبروں سے استفادہ کرنے کے لئے عقل ہی کو مدار قرار دینا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو تدبیر اور غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے، اسی وجہ سے تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو امتیاز بخشا اور عقلِ سلیم رکھنے والے مجتہدین ومفکرین اور مدبرین کی اللہ تعالیٰ نے تعریف وتوصیف فرمائی ہے، یہ تمام چیزیں اسلام کے اندر عقل کے مرتبہ وحیثیت پر دلیل ہیں اوراحکام کے سمجھنے، ان کا استنباط کرنے اور تطبیق دینے میں عقل کا قابلِ قدر کرداراوررول بھی اس کی اہمیت پر دال ہے۔

عقل کو فاسد یا معطل کردینے والی چیزوں سے منع کرکے اسلام نے عقل کی حفاظت اوراس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، جیسے نشہ آور، مدہوش کردینے والی، عقل میں فتور پیدا کرنے والی اورتدبر وغور وفکر میں عقل کو متاثر کرنے والی تمام چیزوں سے منع کیا گیا ہے، کثرت بیداری یا مداومت کے ساتھ جاگنے، اوقات کو برباد اور ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح شریعت نے جہالت اور ناخواندگی کو پھیلنے سے بھی منع کیا ہے، علم کی طلب اور اس کی نشر واشاعت کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ جہالت اور ناخواندگی کے ساتھ عقل معطل اور بے کار ہوکررہ جاتی ہے اوراس کو عقل کی سب سے بری حالت، اس کی انتہائی خراب علامت اورانجام تصور کیا جاتا ہے۔

اسلام نے حفاظتِ عقل پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور خاطر خواہ عقل پر توجہ دینے کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اسلام نے عقل کے لئے حدود وقیود متعین کیا ہے، جن سے وہ تجاوز اورانحراف نہیں کرسکتی، اس لئے کہ عقل کی مطلق العنانی اور مکمل آزادی یقیناً ایسے مفاسد اور برائیوں کو جنم دے گی جن کو جہالت کے سبب عقل معطل ہونے کی وجہ سے وجود میں آنے والے مفاسد سے کسی طرح بھی کم نہیں کہا جاسکتا ہے، لہٰذا معتبر قیود اور معروف اصول وضوابط کے ذریعے عقل کی حیثیت ودرجہ کو ثابت کرتے ہوئے اپنے مزاج اعتدال کے ساتھ اسلام نے اس کی حفاظت کی ہے۔

۴۔نسل ونسب اور آبرو کی حفاظت کے مقاصد ضروریہ

حفاظتِ نسل کا مفہوم دنیا کو آباد کرنے اور بسانے کے لئے سلسلۂ توالد وتناسل ہے۔

حفاظت نسب کا مفہوم شرعی رشتۂ ازدواج کے راستے سے جائز اور مباح تناسل کو بروئے کار لانا ہے تاکہ جانوروں اور ہر شے وطریقے کو جائز سمجھنے والی ان مادہ پرست قوموں کی طرح ناجائز وغیر فطری تناسل ہرگز نہ ہو جن کے نہ اصول کا پتہ ہے نہ فروغ کا، نہ ان کے باپ ہیں نہ اولاد، کیوں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی پوری زندگی اس حال میں گزار دیتا ہے کہ اس کو اپنے والدین کے بارے میں کوئی علم نہیں ہوتا۔

حفاظتِ عزت وآبرو کا مفہوم شرافت وکرامت، عفت وپاکدامنی کی حفاظت ہے۔

مذکورہ بالا تینوں اشیاء (نسل ونسب وآبرو) کی حفاظت کو چوتھا کلی مقصد شرعی شمار کیا جاتا ہے، جس کو اسلام نے اپنے نصوص واحکام میں بیان کیا ہے اور مختلف شرعی احکام کے درمیان اس کو مستحکم کیا ہے، جس میں سے بطور مثال کچھ کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں:

الف- نکاح پر ابھارنا، اس کی ترغیب دینا، اس کی پریشانیوں ومصیبتوں کو کم کرنا اور اخراجات میں کمی کرکے ہلکا وآسان کرنا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "**إنّ أعظم النكاح بركة أقله مؤونة**" (۱) (سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو)۔

ب- زنا کی ممانعت اور اس کے اسباب وطریقوں کو بند کرنا، جیسے تنہائی، بے پردگی، شہوت کے ساتھ دیکھنا، چھونا اور چمٹنا وغیرہ۔

ج- زنا، لواطت، اور بے حیائی کا ارتکاب کرکے حکم شرعی سے انحراف کرنے والوں کو سزا دینا۔

---

(۱) امام احمد بن حنبلؒ نے "کتاب حدیث السیدۃ عائشہؓ" میں "باب حدیث السیدۃ عائشہؓ" کے تحت اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

د-عمدہ اخلاق وبلند کردار اپنانے کا حکم کرنا اور ذلت کے اعمال، فواحشات اور ناجائز کاموں سے منع کرنا۔

ہ-منھ بولا بیٹا بنانے کی ممانعت اور اس بات کا التزام کہ انسان کو اس کے باپ ہی کی جانب منسوب کیا جائے وہ کسی اور کا بیٹا نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَاۤءِهِمۡ''(۱)(انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو)۔

۵-حفاظتِ مال کے ضروری مقاصد

حفاظتِ مال کا مفہوم اس کو بڑھانا اور اس میں اضافہ کرنا ہے اور ضائع وبرباد ہونے اور نقصان سے بچانا ہے، جیسا کہ مال کے بارے میں ایک مقولہ مشہور ہے''**المال قوام الأعمال**'' (مال اعمال کا مدار و بنیاد ہے) اسی وجہ سے اس کو ایک کلی وقطعی مقصد شرعی شمار کیا جاتا ہے اور اس پر بہت سی نصوص واحکام بطور دلیل ہیں، انہی میں سے چند کو ہم ذیل میں پیش کررہے ہیں:

۱-کام پر ابھارنا، سفر کرنا اور رزق تلاش کرنا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''**هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلاً فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا**''(۲)(وہ ہی جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کردیا سو تم اس کے راستہ میں چلو پھرو)۔

۲-فضول خرچی، اسراف اور مالوں کو ضائع کرنے سے روکنا۔

۳-چوری، غصب، دھوکہ، رشوت، سود اور غلط وناجائز طریقوں سے دوسرے کا مال ہڑپنے کی تمام صورتوں کی حرمت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**وَلاَ تَأۡكُلُوۡا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ**''(۳)(اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ)۔

---

(۱) سورة الأحزاب: ۵۔

(۲) سورة الملک: ۱۵۔

(۳) سورة البقرة: ۱۸۸۔

۴- ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے والوں پر حدود وتعزیرات نافذ کرنا، جیسا کہ ہاتھ کاٹ کر چور کو سزا دینا، جنگجو اور ڈاکو کو سزا دینا، سورہ مائدہ میں صراحت کے ساتھ ذکر کردہ سزاؤں میں سے کسی ایک کے ذریعہ سزا دینا، وہ آیت کریمہ یہ ہے: "إنما جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْن اللّٰهَ وَرَسُوْلَه"(۱) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں؟؟) سزا کے شرائط جب پالئے جائیں تو سزا یقینی اور لازمی ہونی چاہئے۔

۵- برباد اور ہلاک کئی گئی اشیاء کا ضامن بنانا۔

۶- مالوں کو ذخیرہ کرنے اور جمع کرنے کی ممانعت تاکہ اس کے عام ہونے، اس سے انتفاع واستفادہ کو ختم کرنے میں شریک نہ بنا جائے۔

مقاصد ضروریہ کی قسموں کا خلاصہ

ماقبل میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مقاصد ضروریہ ان مصلحتوں کا نام ہے جن کا ہونا ضروری اور لابدی ہے، تاکہ زندگی کا معاملہ اور نظام وجود صلاح وفلاح اور دین ودنیا کی نیک بختی کے ساتھ قائم رہے۔

ان مقاصد کی حفاظت وصیانت اور رعایت اپنے وجود کی طرف سے ضروری ہے اور یہ ان کاموں کے کرنے سے ہوگا جو قلوب کے نہاں خانوں اور زندگی میں پختہ اور مستحکم کریں اور ان چیزوں کو ترک کر کے جو ان کو بیکار، پوشیدہ اور ختم کر دیں۔

ان مقاصد کی اہمیت پر بھی بہت سی نصوص واحکام بطور دلیل ہیں، جو کتاب وسنت، مجتہدین کے اجماع اور ان کے آثار واقوال میں موجود ہیں۔

یہ مقاصد حاجیہ اور تحسینیہ کے ساتھ مل کر نظام معیشت کی تکمیل اور آخرت کی صلاح وکمال کی تشکیل کرتے ہیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مقاصد حاجیہ وتحسینیہ کیا ہیں؟

(۱) سورۃ المائدہ: ۳۳۔

(دوسری قسم) مقاصد حاجیہ

مقاصد حاجیہ، مقاصد شرعیہ کی تین قسموں میں سے دوسری قسم ہے، جس کا درجہ مقاصد ضروریہ سے مؤخر اور مقاصد تحسینیہ سے مقدم ہے۔

پہلا مقصد: مقاصد حاجیہ کی تعریف

علامہ جوینیؒ نے فرمایا کہ وصف حاجی اس کو کہتے ہیں جس کا تعلق عام حاجت سے ہو اور ضرورت کی حد تک نہ پہنچا ہو(۱)۔

اصفہانی نے فرمایا کہ وصف مصلحی (۲) شامل ہے ایسے مقصود کی حفاظت کو جو محلِ حاجت میں ہو(۳)۔

مصلحت حاجیہ وہ ہے جس کی طرف لوگوں کی ضرورت داعی ہوتی ہے (۴)، یا وہ مصلحت ہے جو محلِ حاجت میں واقع ہو، اس کو مصلحتِ حقیقیہ حاجیہ بھی کہا جاتا ہے، یا مختصراً مصلحتِ حاجیہ یا اور زیادہ اختصار کے ساتھ صرف حاجت یا حاجیات کہہ دیا جاتا ہے، یہ مقاصد ضروریہ کے مرتبہ سے مؤخر ہے اور اس کو ترک کرنے کو دین ودنیا کی مصلحتوں کو چھوڑنا نہیں کہا جاتا، لیکن یہ انسان کو سخت حرج اور بڑی مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔

امام شاطبیؒ نے فرمایا: حاجیات کا مطلب یہ ہے کہ وسعت پیدا کرنے اور ایسی تنگی کو دور کرنے کی حیثیت سے اس کی ضرورت ہو جو اکثر وبیشتر مطلوب ومقصود کے فوت ہونے کی وجہ سے لاحق ہونے والی مشقت اور حرج کا سبب بنے۔ جب حاجیات کی رعایت نہ ہوگی تو عام

---

(۱) البرھان ۲/ ۹۲۴۔

(۲) علامہ بیضاویؒ کے نزدیک وصف مصلحی وصف حاجی کو کہتے ہیں، المنہاج بشرح الاصفہانی ۲/ ۶۸۵۔

(۳) شرح الاصفہانی للمنہاج ۲/ ۶۸۵۔

(۴) اِحکام الآمدی ۳/ ۲۷۳۔

طور سے مکلّف بندے حرج اور مشقت میں مبتلا ہوں گے،لیکن اس کی عدم رعایت عمومی فاسد تک نہیں پہنچے گی،جس کی توقع عام مصلحتوں میں کی جاتی ہےاور یہ (حاجیات) عبادات،معاملات، عادات اور جنایات سبھی میں پائی جاتی ہیں۔(۱)

دوسرا مطلب: مقاصد حاجیہ کی مثالیں

۱-تخفیف کی رخصتیں: جیسے بیماری اور سفر کی رخصت۔

۲- شکار کا جواز،کھانے، پینے اور لباس وغیرہ میں حلال اور پاکیزہ چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے کی حِلّت۔

۳-مضاربت: مضاربت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کسی شخص کو تجارت کرنے کے لئے مال دے اس شرط پر کہ نفع میں دونوں شریک ہوں گے۔

۴-سَلَم: نقد قیمت کے عوض بائع کے ذمہ میں ادھار مبیع کی بیع، بیع سَلَم کہلاتی ہے۔

۵- اپنے درختوں کی دیکھ ریکھ سے لاپرواہی برتنے کی وجہ سے بعض مالکوں کا عقد مساقات کرنا: درخت کے پھل کے عوض درخت کی نگرانی پر معاملہ کرنے کو عقد مساقات کہتے ہیں۔

۶-کاریگروں کو ضامن بنانا: یعنی کاریگروں سے جو مال ضائع یا نقصان ہو اس کا وہ ضمان دیں۔

۷-عاقلہ کی دیت: یعنی جرم کی دیت مجرم کی عاقلہ پر مقرر کرنا، کیوں کہ تنہا مجرم پر دیت لازم ہو جائے گی تو وہ بہت زیادہ ضرر و مصیبت میں مبتلا ہو گا۔

۸-قسامت۔

۹-پیش آنے والی ضرورت پر عقد اجارہ کا جواز۔ جوینیؒ نے فرمایا: یہ عقد اجارہ

---

(۱) الموافقات ۲/۱۱۔

کو درست قرار دینے کی مثال ہے کیوں کہ یہ ضرورت، بطور ملکیت حاصل نہ کر سکنے کی صورت میں مکانات ور ہائش گاہوں کی ضرورت پیش آنے اور بطور عاریت دینے سے مکان و مالکان کے بخل کرنے پر مبنی ہے، لیکن یہ ظاہری ضرورت ہے جو اس درجہ کی نہیں ہے جس کو بیع وغیرہ میں تسلیم کیا گیا ہے(۱)۔

۱۰- بیع: بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی ضرورت میں شامل ہے۔

۱۱- نابالغ کے لئے ولی مقرر کرنا: کیوں کہ نکاح کی مصلحتیں ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ محل حاجت سے وابستہ ہیں اور ولایت مناسب کفو کی طرف داعی ہوتی ہے، اگر اس کو نکاح کے ساتھ مقید نہ کیا جائے تو بغیر کسی بدل کے اس کے فوت ہونے کا امکان ہے(۲)۔

لہٰذا مصلحت اسی میں ہے کہ فوت ہونے سے پہلے ہی اس کو مقید کر دیا جائے، ورنہ ممکن ہے کہ اس کا مثل نہ مل سکے، اسی وجہ سے یہ (ولایت) محل حاجت میں ہے تو اس مقصود کی رعایت مقصود ضروری کی رعایت کی طرح ہی مناسب ہے(۳)۔

۱۲- غلام کی ولایت اس کے بچے سے ختم کرنا: اس لئے کہ غلام اپنے آقا کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے اور بچوں کی ولایت و پرورش فرصت وفراغت کا تقاضا کرتی ہے، لہٰذا بچے کو اس کے حوالہ کرنا بچے کے لئے مضر ونقصان دہ ثابت ہوگا۔

ان سب حاجتوں کی وجہ یہ ہے کہ انسان اگر ان احکام اور حاجت سے تعلق رکھنے والی مثالوں پر عمل نہ کرے تو بہت شدید حرج اور اتنی بڑی مشقت میں مبتلا ہوگا جس کا انجام تنگی یا بعض یا مکمل ضرورتوں کو کلی طور پر نظر انداز کرنا ہوگا۔

---

(۱) البرہان ۲/ ۹۲۴۔

(۲) المحصول ج ۲-ق ۲/ ۲۲۲۔

(۳) شفاء الغلیل/ ۱۶۶۔

تیسرا مطلب: مقاصد حاجیہ کے دلائل

مقاصد حاجیہ کا ثبوت دلائل واحکام شرعیہ کے استقراء وتتبّع اوران میں غور وفکر کرنے سے ہوا ہے، اس کا ثبوت کسی ایک یا چند دلائل شرعیہ سے نہیں، بلکہ بے شمار دلائل اس کے ثبوت میں موجود ہیں۔ ان تمام دلائل سے مجموعی طور پر ان مقاصد کی حقانیت وصداقت اور اہمیت کا فائدہ معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انسان کی ضروریات کو پورا کرنے اور لازمی و مستحکم ضروریات کے تئیں انسان کی اہم حاجات کے حصول میں ان مقاصد کا کیا کردار ہے۔

(تیسری قسم) مقاصد تحسینیہ

مقاصد تحسینیہ وہ مقاصد ہیں جو مقاصد ضروریہ وحاجیہ سے کمتر ہیں، یہ وہ مقاصد ہیں جو انسان کی حالت کو بہتر بناتے ہیں، عمدہ سے عمدہ زندگی گزارنے کا سبب بنتے ہیں اور دنیا وآخرت میں اس کی سعادت ونیک بختی کا باعث بنتے ہیں، اس کو مقاصد کمالیہ، یا مقاصد تکمیلیہ، یا کمالیات کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، امام شاطبیؒ نے مقاصد تحسینیہ کی تعریف یوں کی ہے:

لائق ومناسب، عمدہ عادتوں کو اختیار کرنے اور عقل سلیم جن عادتوں سے تنفر کرے اور تمام برے افعال وکردار سے بچنے کا نام مقاصد تحسینیہ ہے اور یہ مکارم اخلاق کی تمام قسموں کو جامع ہے(۱)۔

امام الحرمین جوینیؒ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

یہ ایسے مقاصد ہیں جو نہ تو ضرورتِ خاصہ سے متعلق ہیں نہ حاجت عامہ سے، لیکن ان میں شرافت واعزاز کے حصول اور اس کی ضد ونقیض کو دور کرنے کی غرض نمایاں طور پر ہے، ممکن ہے کہ حدث اصغر یا اکبر سے طہارت اور نجاستوں کا ازالہ بھی اس جنس میں شامل ہو(۲)۔

(۱) الموافقات ۲/۱۱۔

(۲) البرھان ۲/ ۹۲۴،۹۲۵ ۔

شیخ محمد طاہر بن عاشورؒ نے اس کی تعریف اس انداز میں فرمائی ہے:

مصالح تحسینیہ وہ مصالح ہیں جن سے امت کے نظام میں ان کی بہتر حالت درجہ کمال کو پہنچ جائے، تاکہ وہ امن وسلامتی اور اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرسکے اور دوسری امتوں کے بیچ اتحاد واتفاق کا ایسا مظاہرہ ہو کہ وہ ملت اِسلامیہ کے قریب آجائیں اور اس میں داخل ہونے کی رغبت کریں، حسن اخلاق وعادات بھی اس ضمن میں آتے ہیں (۱)۔

دوسرا مطلب: مقاصد تحسینیہ کی مثالیں

۱- نجاستوں کو دور کرنا۔

۲- طہارت (وضو وغسل) کا خیال رکھنا۔

۳- شرم گاہوں اور پوشیدہ جگہوں کو چھپانا۔

۴- زیب وزینت اور خوشبو استعمال کرنا۔

۵- کھانے، پینے، لباس زیب تن کرنے، داخل ہونے، باہر نکلنے، قضاء حاجت، سونے وغیرہ کے آداب وفضائل سے آراستہ ہونا۔

۶- فضول خرچی اور بخل سے بچنا۔

۷- کھانے، پینے، چھونے یا سونگھنے وغیرہ میں گندگی اور نجس چیزوں سے بچنا۔

۸- عدمِ ضرورت کے وقت نجاستوں اور حرام اشیاء کی خرید وفروخت سے حتی الامکان احتراز۔

۹- لوگوں کے لئے اشیاء خورد ونوش کی فراوانی۔

۱۰- نوافل واذکار اور خیرات وصدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب۔

---

(۱) مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ لابن عاشور، ۸۲۔

۱۱- منصبِ امامت اور خود اپنا نکاح کرانے سے عورت کا حق روک لینا۔

۱۲- غلام سے شہادت (گواہی) وامامت کا حق سلب کرنا۔

یہ اور ان جیسے مسائل افعال و کردار کو خوب تر بنانے اور اخلاق کو سنوارنے میں معاون ہوتے ہیں، یہ مصالح ضروریہ وحاجیہ سے زائد ہیں، کیوں کہ یہ ضروری وحاجی کے درجے میں نہیں ہیں، یہ صرف حسن وخوبی اور محاسن کی تکمیل کے واسطے ہیں۔

تیسرا مطلب: مقاصد تحسینیہ کے دلائل

مقاصد تحسینیہ، مقاصد ضروریہ وحاجیہ کی طرح ہیں، ان کا ثبوت بھی کثیر تعداد میں وارد کلی وجزئی نصوص اور شرعی دلائل، نیز بطریق استقراء اور ان مقاصد کو ثابت، پختہ اور موکد کرنے کی غرض سے مختلف شرعی ضوابط اور جزئیات وقرائن میں غور وفکر کرنے سے ہوا ہے، ان کا ثبوت اس طور سے بھی ہوتا ہے کہ یہ مقاصد، مصالح ضروریہ وحاجیہ کا تکملہ ہیں اور ایسے تہذیبی اصول وآئین ہیں جن سے مسلمانوں کی تہذیب وثقافت عمدہ ومکمل ہوتی ہے اور ان سے امت اسلامیہ کے نظامِ حیات میں بہتری اور اخروی فلاح وبہبود حاصل ہوتا ہے۔

بارھویں بحث

مقاصد شرعیہ کے مکملات اور ان کی شرط

حقیقی مقاصد شرعیہ وہ ہیں جسے دنیا وآخرت میں کامل ومکمل مصلحت ومنفعت کے حصول کے لئے اللہ نے مشروع کیا ہے، اسی وجہ سے ایسے احکام بھی مشروع کئے ہیں جو مکملات یا ضمیمے یا توابع کے نام سے معروف ہیں، یہ حقیقی مقاصد شرعیہ کو کامل اور پورا کرنے والے ہیں اور یہ تکملہ وضمیمہ، مقاصد ضروریہ وحاجیہ وتحسینیہ سب کو شامل ہیں اور ان مکملات وتوابع کا مقصد حسب ذیل ہے:

۱-اس سے مصالح ضروریہ کی تکمیل ہوتی ہے، خواہ اس کا تعلق مصالح حاجیہ یا تحسینیہ یا اس کے علاوہ سے ہو۔

۲- مصالح حاجیہ کی تکمیل-مصالح تحسینیہ سے ہو یا اس کے علاوہ مکملات سے۔

۳-مصالح تحسینیہ کی تکمیل۔

امام غزالیؒ نے فرمایا: تمام مناسبات کا مقصد وغرض ایک مقصود امر کی رعایت ہے، البتہ مقاصد کے درجے الگ الگ ہیں:

بعض وہ ہیں جو ضرورت کے درجہ میں ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ بھی شامل ہیں جن کی حیثیت تکملہ اور تتمہ کی ہے اور وہ ان کے توابع میں شمار ہوتے ہیں۔

بعض وہ ہیں جو حاجت کے درجہ میں ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ لاحق ہیں جو ان کے لئے تکملہ وتتمہ ہیں۔

بعض وہ ہیں جو وسعت اور سہولت پیدا کرنے کے درجہ میں ہیں جو نہ تو ضروری ہیں نہ ہی انسان ان کا محتاج ہوتا ہے، لیکن ان سے وسعت، سہولت اور آسانی کا فائدہ ملتا ہے، لہٰذا یہ بھی اس آسان شریعت مطہرہ میں مقصود کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہیں کے ساتھ ان کا تعلق ان سے بھی ہے جو ان مقاصد کے لئے تتمہ اور تحسین کے حکم میں ہیں اس طرح یہ ذیلی چیزیں اس کی تکمیل کا سبب ہوتی ہیں (۱)، اسی طرح امام شاطبیؒ نے فرمایا: مقاصد کے درجات میں سے ہر درجہ کے ساتھ اس کا تکملہ بھی لاحق ہوتا ہے کہ اگر اس کے عدم کو ہم تسلیم کرلیں تو اس کی حکمت اصلیہ میں کوئی خلل نہ واقع ہو (۲)۔

پہلا مطلب: مقاصد کے مکملات کی تعریف

مقاصد کے مکملات ان تمام احکام کا نام ہے جو مصالح ضروریہ حاجیہ وتحسینیہ کو کامل ومکمل کرنے والے ہیں تاکہ ان سے وہ احکام بہتر واحسن طریقہ سے عمل پذیر ہوں۔

دوسرا مطلب: مقاصد کے مکملات کی قسمیں

مقاصد کے مکملات کی تین قسمیں ہیں:

۱- مقاصد ضروریہ کے مکملات۔

۲- مقاصد حاجیہ (پیش آمدہ مقاصد) کے مکملات۔

۳- مقاصد تحسینیہ (حسن وخوبی پیدا کرنے والے مقاصد) کے مکملات۔

تیسرا مطلب: مقاصد ضروریہ کے مکملات (۳)

مقاصد ضروریہ کے مکملات وہ احکام ہیں جو مقاصد ضروریہ کو کامل وتام بناتے ہیں،

(۱) شفاء الغلیل ر ۱۶۱، ۱۶۲۔

(۲) الموافقات ۲ ر ۱۲۔

(۳) الموافقات ۲ ر ۱۳، ۲۱، اصول ابن مفلح ۳ ر ۱۲۸۲، شفاء الغلیل ر ۱۶۴، مقاصد ر ۹۴۔

تا کہ جن سے احسن وافضل طریقہ سے مقاصد ضروریہ کا حصول ہو سکے، یہ مکملات دین، نفس، عقل، نسل، نسب اور مال کی حفاظت پر مشتمل ہیں۔

مقاصد ضروریہ کے مکملات سے مندرجہ ذیل امور مراد ہوتے ہیں:

۱- مصالح حاجیہ اور اس کے مکملات۔

۲- مصالح تحسینیہ اور اس کے مکملات۔ اس لئے کہ مصالح تحسینیہ مصالح حاجیہ کا تکملہ ہیں، اور مصالح حاجیہ مصالح ضروریہ کا تکملہ ہیں، لہٰذا مصالح تحسینیہ بھی مصالح ضروریہ کا تکملہ ہوں گے، اس لئے کہ تکملہ کا تکملہ بھی تکملہ ہوتا ہے۔

۳- مقاصد ضروریہ کے مکملات وتوابع اس کے علاوہ بھی ہیں۔

اس کی چند مثالیں

۱- شعائر اسلام، اس کے سنن ومستحبات، حفاظتِ دین اور اس کے ظہور وغلبہ کی خاطر اور قلب وذہن میں دین حق کو ثابت کرنے کے لئے اس کی مختلف علامات کو ظاہر کرنا۔

۲- بدعت کی حرمت اور بدعت کی بقا کے ساتھ دین حق کے ضیاع اور تبدیلی وتحریف کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی وجہ بدعت ممنوع وحرام ہے، تا کہ عوام الناس کا دین ومذہب کامل ومکمل اور ان کی عبادت خالص، افراط وتفریط سے پاک ہو۔

۳- بدعت کی طرف دعوت دینے والے کو سزا دینا، کیونکہ بعض بدعتیں کفریہ ہوتی ہیں اور ان سے حفاظتِ دین کا مقصد ہی فوت ہوتا ہے۔

۴- شراب کی قلیل مقدار کو حرام قرار دینا اور اس میں بھی حد کو واجب کرنا، کیونکہ حفاظتِ عقل کے مقصد کی تکمیل کی خاطر تھوڑی مقدار میں بھی شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

۵- حفاظتِ نفس (جان) کی تکمیل کے لئے قصاص لینے میں برابری کی رعایت کرنا،

کیوں کہ جان تو محض قصاص کی وجہ سے بھی محفوظ رہ سکتی ہے، لیکن جانوں کی مکمل حفاظت کو یقینی بنانے اور کمزوری، انتقام اور غیر مناسب عبرتناک یا سخت سزا کے امکان کو ختم کرنے کے لئے برابری کا حکم مشروع ہوا ہے۔

۶- حفاظتِ نفس کی تکمیل کے لئے نفقۂ مثل کو لازم کرنا۔

۷-نسل ونسب اور آبرو کی حفاظت کے لئے شہوت اور تلذذ کے ساتھ اجنبیہ عورت کو دیکھنے، اس کو چھونے اور اس کے ساتھ خلوت وتنہائی میں رہنے کی حرمت۔

۸-حفاظتِ مال کی تکمیل کے لئے سود کی ممانعت، خرید وفروخت کے وقت گواہ بنانے اور رہن (گروی) رکھنے کی تاکید۔

چوتھا مطلب: مقاصد حاجیہ کے مکملات

مقاصد حاجیہ کے مکملات وہ احکام ہیں جن سے مصالح حاجیہ (حاجت والی مصلحتیں) کامل وتام ہوں اور جن سے احسن وافضل طریقہ پر مصالح حاجیہ کا حصول ہو سکے، ان مکملات سے مندرجہ ذیل امور مراد ہیں:

۱-مصالح تحسینیہ اور ان کو مکمل کرنے والے مقاصد۔

۲-مصالح تحسینیہ اور ان کے مکملات کے علاوہ کچھ دوسرے امور بھی مقاصد حاجیہ کے مکملات میں شمار کئے جاتے ہیں۔

اس کی چند مثالیں

۱-توسیع اور تخفیف کی ضرورت کی تکمیل کے لئے سفر اور بیماری کی حالت میں دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع (صوری) کر کے پڑھنا، اس لئے کہ **جمع بین الصلاتین** اگر جائز نہ ہوتا تو توسع اور تخفیف کی ضرورت کی رعایت نہ ہو پاتی (۱)۔

(۱) الموافقات ۲/ ۱۳

۲- نابالغہ لڑکی کے نکاح کے سلسلہ میں کفو اور مہر مثل کی رعایت کرنا، کیوں کہ نکاح کا مقصد تو اس کے بغیر بھی حاصل ہوسکتا ہے، لیکن دوام اور ہمیشگی کے ساتھ تعلقات قائم رہیں اس کو یقینی بنانے کے اعتبار سے نکاح کی تکمیل اور زوجین (میاں و بیوی) کے درمیان اطمینان وسکون، ایک دوسرے کا لحاظ اور الفت ومحبت کی پائیداری کے لئے یہ دونوں چیزیں شرط کے درجہ میں ہیں (۱)۔

۳- غور وفکر کرنے کے لئے خیارِ بیع (فریقین کو معاملہ ختم کرنے کا اختیار) کو مشروع کیا گیا ہے، بیع اس سے کامل ہوتی ہے تاکہ غبن، دھوکہ اور مبیع یا ثمن میں کسی قسم کی عدم واقفیت سے بیع محفوظ رہے، اگر خیارِ شرط مشروع نہ ہوتا تو خرید وفروخت کی اصلیت کا لحاظ نہ ہو پاتا، خیار شرط کی مشروعیت اس وجہ سے بھی ہے کہ جانچ پڑتال کے بعد جس چیز کا مالک ہوا ہے اس کی ملکیت زیادہ مکمل اور قوی ہوگی اور غبن ودھوکہ سے بھی پاک ہوگی (۲)۔

پانچواں مطلب: مقاصد تحسینیہ کے مکملات (۳)

مقاصد تحسینیہ کے مکملات وہ احکام ہیں جو مصالح تحسینیہ (حسن پیدا کرنے والے مصالح) کو کامل وتام بناتے ہیں اور جن سے احسن وافضل طریقہ پر مصالح تحسینیہ کا حصول ہوسکے۔

اس کی چند مثالیں

۱- قضائے حاجت، بیوی کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے آداب اور وضو وغسل کے مستحبات سے آراستہ وپیراستہ ہونا، جیسے بائیں سے پہلے دائیں سے شروع کرنا، تین مرتبہ دھونا

---

(۱) ایضاً ۲/ ۱۳، مقاصد الیوبی/ ۳۴۱، شفاء الغلیل/ ۱۶۷۔

(۲) محلّی کی جمع الجوامع کی شرح جس کے حاشیہ پر ''الآیات البینات'' ہے ۴/ ۱۳۵، ومقاصد الیوبی/ ۳۴۱۔

(۳) الموافقات ۲/ ۱۳۔

اوراس کے علاوہ وہ چیزیں جن سے احکام وآداب کی بجا آوری میں حسن پیدا ہوتا ہے اور جن کا تعلق طہارت کی اصل سے ہے۔

۲-حلال و پاکیزہ کمائی سے خرچ کرنا۔

۳-قربانیوں اور عقیقہ میں اختیار کا ہونا۔

۴-غلام کو آزاد کرنے میں اختیار کا ہونا۔

چھٹا مطلب: مقاصد شرعیہ کے مکملات کی شرط

جیسا کہ ماقبل میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مقاصد شرعیہ کے مکملات وہ احکام ہیں جن سے حقیقی مصلحتوں کی تکمیل ہوتی ہے، اسی وجہ سے یہ شرط ہے کہ مکملات کے وجود کی وجہ سے حقیقی مقاصد شرعیہ باطل اور ضائع نہ ہوں، یہی امام شاطبیؒ کا خیال بھی ہے، وہ فرماتے ہیں: تکملہ کے لئے اس کے تکملہ ہونے کی حیثیت سے کچھ شرطیں ہیں: من جملہ ان شرطوں میں سے یہ ہے کہ تکملہ کا اعتبار کرنے سے اصل کا بطلان لازم نہ آئے اور یہ بھی ہے کہ ہر وہ تکملہ جس کا اعتبار کرنا اصل کے بطلان کا سبب ہو، اس وقت اس کی شرط دو وجہوں سے صحیح نہیں ہے(۱)۔

۱-اصل کو باطل کرنے میں تکملہ بھی لازمی طور پر باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ تکملہ اپنی اصل کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے موصوف کے ساتھ صفت کہ موصوف کے باطل ہونے سے صفت کا بطلان لازمی طور سے ہوتا ہے۔

۲-اگر ہم یہ فرض ہی کرلیں کہ مصلحت اصلیہ کے فوت ہونے کے باوجود مصلحتِ تکمیلیہ حاصل ہوسکتی ہے تو چونکہ ان دونوں کے درمیان تفاوت اور فرق ہوگیا، لہٰذا مصلحت اصلیہ کا حاصل کرنا ہی زیادہ بہتر ہوگا(۲)۔

---

(۱) الموافقات ۲/ ۱۴۔

(۲) ایضاً کچھ ترمیم کے ساتھ ۲/ ۱۴۔

اس بنیاد پر باہمی التزام وربط اور ایک حکم میں دونوں کے جاری ہونے کے سلسلہ میں مصلحت حقیقیہ کے ساتھ تکملہ کا وہی تعلق ہے جو فرع کا اپنی اصل یا صفت کا اپنے موصوف کے ساتھ، مگر جب فرع کی وجہ سے اصل کے زوال کا اندیشہ ہو تو اصل کو باقی رکھا جائے گا اور اس کی حفاظت کے لئے فرع کو قربان کر دیا جائے گا اور اگر مکمل (کامل بنانے والا) کا مکمل (کامل شدہ) کو باطل کرنا یا فرع کا اصل کو باطل کرنا لازم نہ آئے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں (مصلحت حقیقیہ وتکمیلیہ) کو حقیقتاً جمع کرنا مقاصد کی سب سے بہتر اور کامل صورت ہوگی اور اس سے مکلّف بندے کو فضیلت اور کمال حاصل ہوگا۔

اس کی چند مثالیں

۱- زندگی کی حفاظت ضروری ہے اور نجاستوں وگندگیوں کی حرمت تحسینی ہے، لہٰذا جب نجاست کے استعمال کی ضرورت داعی ہو تو زندگی بچانے اور باقی رکھنے کے لئے نجاست کا استعمال جائز ہوگا، کیونکہ مصلحتِ ضروریہ وتحسینیہ کے درمیان تعارض کے وقت مصلحتِ ضروریہ کے اولی وبہتر ہونے کی وجہ سے مصلحتِ تحسینیہ پر اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔

۲- جان کی حفاظت امر ضروری ہے اور شرمگاہ کا چھپانا امر تحسینی اور ضروری کی تکمیل کرنے والا ہے، اس تکملہ کی شرط یہ ہے کہ حفاظتِ نفس کے مقصد کو باطل نہ کرے، لہٰذا موت یا ہلاکت سے جان کی حفاظت کے لئے یا علاج کے مقصد سے شرمگاہ کھولنے اور اس کی طرف دیکھنے کی ضرورت پیش آ جائے تو ستر کھولنا جائز ہوگا اور اس تکملہ کے ساتھ مقصد اصلی کا بقا اور حصول ہی کی وجہ سے قربانی کو مباح کیا گیا ہے۔

۳- جہاد قائم کرنا مصلحتِ ضروریہ ہے اور عادل امام کے ساتھ جہاد قائم کرنا اس مصلحت کے لئے تکملہ کے طور پر ہے، الّا یہ کہ علماء کرام ظالم امام کے ساتھ بھی جہاد قائم کرنے کی

اجازت دے دیں، اس لئے کہ عادل امام کے نہ ہوتے ہوئے بھی عادل امام کی شرط لگا دی جائے تو جہاد ہی فوت ہو جائے گا جس سے امت کی مصلحت ومنفعت، طاقت وقوت اور عزت ختم ہو جائے گی، اسی وجہ سے جہاد کی اصلیت، اس کے مقاصد وفوائد کی حفاظت ورعایت کے لئے تکملہ (امام عادل کے ساتھ جہاد کرنا) کو قربان کر دیا جائے گا۔ بلکہ یہی ظالم امام کے پیچھے نماز کا مسئلہ بھی ہے۔

ساتواں مطلب: تینوں مقاصد کا ایک دوسرے سے ربط

مقاصد ضروریہ، حاجیہ وتحسینیہ تینوں مقاصد کا آپس میں ایک دوسرے سے ربط وتعلق ہے، ان میں سے بعض بعض کے تابع اور بعض دوسرے کی تکمیل کے لئے ہیں۔

مقاصد ضروریہ ہی تمام مقاصد کی اساس اور بنیاد ہیں، اس کے بعد مقاصد حاجیہ، پھر سب سے بعد میں مقاصد تحسینیہ کا درجہ ہے، مقاصد حاجیہ ضروریات کا تکملہ اور مقاصد تحسینیہ حاجیات وضروریات دونوں کا تکملہ ہیں۔

مقاصد کی تینوں اقسام کی تکمیل کے واسطے کچھ چیزیں ہیں، مجموعی طور پر جن کا مقصد اور غرض شریعت کے تمام کلی وجزئی مقاصد کو بروئے کار لانا اور عقائد، قانون سازی، اخلاق وتہذیب اور گھریلو معاملات سے تعلق رکھنے والے تمام امور اور عموماً پیش آنے والے تمام احول میں امت مسلمہ کی تعمیر وترقی ہے، اسی وجہ سے دین کو سمجھنے اور زندگی میں اس کو اتارنے کے لئے اس معتبر حقیقت پر تنبہ ضروری ہے تا کہ شریعت کی عمارت وبنیاد مستحکم ہو اور نظام میں کوئی خلل اور گڑبڑی نہ واقع ہو اور دنیا وآخرت میں مخلوق کی صحیح مصلحتیں اور حقیقی منافع حاصل ہوں۔

تیرھویں بحث

مصالح ومفاسد میں غالب پہلو ہی شارع کا مقصود ہے

کیا مصلحتِ شرعیہ تمام اشیاء میں نفع وخیر کے ساتھ متصف ہے، یا نفع وخیر اغلب اور اکثر اشیاء سے متعلق ہے؟

مزید وضاحت کے لئے اس کی مثال ہم پیش کرتے ہیں، اس لئے کہ مثال سے حقیقت واضح ہوتی ہے، مثلاً غیر کا مال کھانا، مجرم کو سزا دینا، مکلّف کو اللہ کی اطاعت وبندگی کا حکم دینا، یہ سب مشروع ہیں اور مکلّف پر بہت ساری مصلحتوں ومنافع کے ساتھ لوٹتے ہیں، لہٰذا غیر کا مال کھانے کی ممانعت، نقصان وہلاکت وبربادی سے مال کی حفاظت کی مصلحت سے متعلق ہے، مجرم کو سزا دینے کی مصلحت مخالفین کو روکنے، مجرمین کی زجر وتوبیخ اور لوگوں کی جان، عزت وآبرو، ان کے مال اور عوام وخواص کے امن وسکون کی حفاظت کے لئے سرکشوں وباغیوں کا قلع قمع کرنے سے متعلق ہے، طاعت وبندگی کے حکم کی مصلحت یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں دنیا وآخرت میں مطیع وفرمانبردار اور عبادت گزار بندے کے لئے بھلائی اور سعادت مندی کا سبب بنتی ہیں، یہ تمام مصلحتیں شریعت میں مقبول ومعتبر اور ثابت شدہ ہیں، ان کے ثبوت میں بے شمار دلائل ہیں، قطعی اور یقینی دلائل ہوں یا قرائن اور شرعی اصول وضوابط ہوں، مجموعی طور پر ان دلائل سے مصالح شرعیہ کا اعتبار، اس پر اعتماد اور احکام شرعیہ کے افہام وتفہیم اور تطبیق کے سلسلے میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

مگر یہ مصلحتیں اکثر اور غالب کے حکم میں ہیں، اس لئے کہ یہ مصالح ان عیوب اور

برائیوں سے محفوظ نہیں ہیں جو مصلحت شرعیہ کی ضد اور معارض ہیں، کیوں کہ ان میں کچھ ضرر و نقصان بھی ہوسکتا ہے جو قلیل ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں ہیں اور اس کا حکم شاذ و نادر کا ہوتا ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ اعتبار غالب اور اکثر کا ہوتا ہے، قواعد، مقاصد اور فوائد شرعیہ سے بحث کرنے والے علماء کرام نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ قلیل یا خفیف ضرر ونقصان کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور علماء کے اس قول کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ''مصلحت شرعیہ اکثری ہے کلی نہیں ہے''۔

لہٰذا غیر کا مال کھانے سے ممانعت کی مصلحت اکثری ہے کلی نہیں ہے، اس لئے کہ چوری غصب اور دھوکہ دھڑی کے ذریعے کھانے والے پر کوئی نہ کوئی ضرر یا مصیبت ضرور مسلط ہوکر رہے گی، ممکن ہے دل کا سکون وچین ختم ہوجائے یا کسی بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہوجائے یا ضمان کے طور پر کھایا ہوا مال واپس کرنا پڑے، ان تمام صورتوں میں اس کا ذاتی نقصان ہے اور بغیر کسی شرعی وجہ کے غیر کا مال کھانے والے کا کوئی نفع وبھلائی نہیں ہے۔

کچھ ایسا ہی حال مجرم کا بھی ہے کہ جب وہ سزایاب ہوتا ہے تو کبھی قصاص میں اپنی جان یا کسی عضو سے محروم ہوجاتا ہے، کبھی ضمان واجب ہونے کی وجہ سے مالی نقصان اٹھاتا ہے، کبھی جیل میں یا شہر بدر یا ملک بدر ہونے کی وجہ سے آزادی سے محروم ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ دوسری سزاؤں سے بھی کبھی نقصان ہوتا ہے تو کبھی کسی نفع وخیر سے محرومی ہوتی ہے، مگر یہ خفیف اور معمولی ضرر ہے جو ضرر کلی کو دور کرنے کے مقابلہ میں جزئی ضرر کی حیثیت رکھتا ہے اور ضرر کلی ایسا ضرر ہے جس کی رعایت قابل اعتبار مصلحتوں اور حقیقی منافع تک پہنچاتی ہے۔

رہی بات مجرم کی تو اس کے جرم کا فائدہ وہمی، خیالی اور مرجوح فائدہ سے زیادہ نہیں ہے اور مجرم اپنے جرم کی وجہ سے فسادیوں، معاشرتی واجتماعی برابری وانصاف کو ختم کرنے والوں اور فتنہ وفساد اور قتل وجدال کو فروغ دینے والوں کے معاون ومددگار ہوتے ہیں۔

طاعت وبندگی کا حکم دینے کی مثال بھی مصلحت سے متعلق ہے، کیوں کہ فرمانبردار بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا وآخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہوتا ہے اور بے شمار فوائد حاصل کرتا ہے، فی الوقت اور مستقبل میں اپنی ذات اور معاشرہ کے حق میں نفع وخیر کا سبب بنتا ہے، بندگی کی مصلحت واضح ہے، کیونکہ اس کے آثار ونتائج بالکل واضح وروشن ہوتے ہیں، البتہ اس نفع کے ساتھ لازمی طور پر بظاہر کچھ نقصان اور تکلیف بھی ہوتی ہے جس سے بندہ دوچار ہوتا ہے، جیسے نفس پر بار اور گراں گزرنے والے احکام پر عمل کرتے وقت نفس کی مخالفت ومقابلہ کی تکلیف، مثلاً گرمی یا شدید سردی میں روزہ رکھنا، فجر اور عشاء کی نماز پڑھنا، جگر کا ٹکڑا یعنی مال خرچ کرنا اور جہاد کرنا جس میں جان ومال ہر دوعزیز ومرغوب کو خرچ کرنا ہوتا ہے، ان تمام تکالیف میں بہت سے مصالح ومنافع ہیں اور دنیا وآخرت میں معتبر ومقبول بھی، لیکن ایک طرف اس میں کچھ تکلیفیں ومشقتیں بھی ہیں جو حقیقتاً اتنی قلیل یا نادر ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تو دوسری طرف کچھ شرائط اور ضروری مسلم امور ہیں جن کا وجود مذکورہ اعمال کی صحت کے لئے ضروری ہے، پھر یہ امور وافعال شاقہ حق جل مجدہٗ کو امید وبیم کی حالت میں پکارنے والے اور مضبوط وپختہ ایمان والے صادق ومخلص مومن سے صادر ہوں تو بالکل ہلکے اور آسان معلوم ہوتے ہیں، اس اعتبار سے یہ مذکورہ چیزیں (یعنی ایمان کی پختگی وصلابت اور امید وخوف کے ساتھ رب کو پکارنا وغیرہ) احکام کی بجاوری کا بندے کو عادی بناتی ہیں، صبر اور جان ومال کی قربانی دینے کی تربیت دیتی ہیں، نفس پر غالب آنے والے خواہشات کو توڑنے اور زانیوں پر حد جاری کرنے کا صحیح وسیدھا راستہ دکھاتی ہیں۔

دنیا کی مصلحتیں اور مفاسد بھی اکثری ہیں کلی نہیں ہیں، اس کی دلیل شراب اور جوئے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ"(۱) (آپ کہہ

---

(۱) سورۃ البقرہ/ ۲۱۹۔

دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں) شراب اور جوئے میں عظیم نقصان اور خرابی ہے، کیوں کہ ان میں عقل و مال اور کبھی جان کا نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے، لیکن ان دونوں میں معمولی اور حقیر سا کچھ فائدہ بھی ہے کہ جوئے والا کبھی کبھی مال وغیرہ حاصل کر لیتا ہے، اور شرابی شخص کو بھی شراب سے کچھ فائدہ پہنچ جاتا ہے، مثلاً کبھی مادی نفع یا جسمانی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور کبھی شراب کے ذریعہ رنج و غم دور کرتا ہے، مگر وہ دوسرے مصائب اور رنج والم میں پڑ جاتا ہے جس کی کوئی انتہا اور حد نہیں ہوتی۔

شراب نوشی اور جوئے بازی کی اخروی مصلحت یا فساد دردناک عذاب کی شکل میں ہوگا، آخرت میں یا تو جنت ہے یا جہنم ہے اور دونوں ایک دوسرے کی صفات سے بالکل بری اور خالص ہیں، جنت مکمل نعمت ہی نعمت ہے اس میں کوئی نقصان یا گناہ نہیں ہے، اسی طرح جہنم بھی خالص ایک ہی صفت رکھتی ہے کہ اس میں فساد ہی فساد، ہلاکت ہی ہلاکت اور خسارہ ہی خسارہ ہے، صرف ہلاکت ہی ہلاکت کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں کوئی امید نہیں ہوگی، بلکہ کسی امید کا تصور بھی نہ ہوگا، جہنم میں عذاب ہی عذاب ہے، جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے جہنمیوں پر لعنت برستی رہے گی، ہلاکتِ عاجلہ و آجلہ سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، بیشک وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے، وہ درست جاننے والا ہے اور وہی ہمارا ماویٰ وملجا ہے۔

چودھویں بحث

کبھی کبھی جزئیات کا نہ پایا جانا اصول کلی سے الگ کسی جائز مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے

جب کلی مقاصد اور مصالح کی بعض جزئیات نہ پائی جائیں تو اس بات پر توجہ نہیں دی جائے گی کہ وہ مقاصد ومصالح معطل ہو چکے ہیں یا بیکار ہو گئے ہیں، بلکہ دوسری مصلحتوں کی رعایت کی جائے گی اور دوسری مصلحتوں اور جزئیات کی حیثیت وہی ہوگی جو کلی مقاصد ومصالح کی ہے، درج ذیل مثالوں سے ہم اس امر کو واضح کر رہے ہیں:

۱- دولت مند اور خوش حال بادشاہ بھی نماز میں بحالتِ سفر قصر کرتا ہے، اگر ملک کی خوشحالی کی وجہ سے قصر کا اصل مقصد وحکمت تخفیف وسہولت نہ پایا جائے تو دوسری حکمت ثابت ہوگی، یعنی حکم مستحکم اور ہر زمان ومکان کو شامل ہے، مشقت سے دوچار نہ ہونے کی وجہ سے اگر قصر کے حکم سے بادشاہ کا استثناء کر دیا جائے تو اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کو مستثنیٰ کرنے میں لوگ سستی برتیں گے اور زمانہ کے گزرنے کے ساتھ احکام کے تغیر وتبدل میں تساہلی سے کام لیں گے، اسی وجہ سے احکام متعین ہیں، ایک ہی معیار پر چلتے ہیں، علاقوں، احوال اور اشخاص کے بدلنے سے احکام نہیں بدلتے ہیں۔

۲- علاج کے مقصد سے شرمگاہ دیکھنا جائز ہے، یہ اجنبی کے سلسلے میں وارد ہونے والی حرمت کے عموم سے مستثنیٰ ہے اور یہ استثناء اس حرمت کی اصلیت کو باطل نہیں کرتا ہے، یہاں جواز ایک دوسری مصلحت علاج کی وجہ سے ہے اور علاج کے وقت بھی عزت وآبرو اور انسانی عظمت

وشرافت کی حفاظت کے لئے نگاہوں کو نیچے رکھنے کی بہت اہمیت ہے اور علاج ومعالجہ کے وقت ستر دیکھنے میں ہم غور وفکر کرتے ہیں تو ستر کی طرف دیکھنے کی حرمت کی اصل علت بھی ہمیں نہیں ملتی اس لئے کہ شرمگاہ کی طرف دیکھنے والے کا مقصد تشخیص اور علاج ومعالجہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔

۳- شرعی اور قانونی اعتبار سے معذور طلبہ امتحان سے محرومی کے اصول سے مستثنیٰ ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ کوتاہی، سستی اور کاہلی کی وجہ سے غائب نہیں ہوئے، بلکہ ایسے سخت حالات کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے جو ان کی حاضری سے مانع بن گئے، اگر یہ طلبہ امتحان سے محرومی کے اصول سے مستثنیٰ نہ ہوں تو ان پر تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا اور ناکامی کے نقصان سے بھی دوچار ہوں گے، جبکہ محرومی کی علت اور غرض بھی یہاں معدوم ہے، اس لئے کہ امتحان سے محروم کئے جانے کا مقصد کثرت سے غیر حاضر ہونے والے طبہ کو زجر وتوبیخ اور تنبیہ کرنا ہے اور حصول علم کے لئے جامعہ میں حاضری پر ان کو ابھارنا اور رغبت دلانا ہے۔

باب دوم

پہلی بحث

مکلّف کا احکام پر قادر ہونا

احکام شرعیہ آسان اور قابل استطاعت ہیں، ہر شخص ان کے عمل پر قادر ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ایسے حکم کا مکلّف ہی نہیں بنایا ہے جس میں حرج، مشقت اور تنگی ہو اور ایسے الفاظ ومعانی سے ان کو مخاطب نہیں کیا ہے جس کے فہم وادراک سے وہ قاصر وعاجز ہوں، بلکہ ایسے اعمال واقوال کے ذریعہ ان کو مخاطب کیا ہے جن کو سمجھ کر عمل کر سکتے ہیں اور جن کو سمجھنے، احاطہ کرنے اور اعتقاد وتصور کی قدرت رکھتے ہوں، اسی وجہ سے احکام شرعیہ میں دو امور شرط ہیں:

۱- احکام کی ادائیگی پر قدرت

۲- احکام کو سمجھنے پر قدرت

پہلا مطلب: مکلّف کا احکام پر قادر ہونا

احکام کی بجا آوری پر مکلّف کا قادر ہونا ایسی بنیادی شرط ہے جس کا ہونا احکام کی ادائیگی اور صحت کے لئے ضروری ہے، اسی وجہ سے اللہ جل شانہٗ نے مشقت وتنگی کو دور رکھا ہے، ایسے احکام کا مکلّف نہیں بنایا جو اس کی طاقت وقدرت سے باہر ہوں اور نہ ایسے اعمال وعبادات کا حکم دیا جو ان کی استطاعت سے ماوراء ہوں اور نہ ایسے معاملات وتصرفات کا مکلّف کیا جو ان کی قدرت میں نہ ہوں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی ایسے حکم کا مکلّف نہیں بنایا ہے، نہ ہی ایسے اعمال وافعال پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جو اس کی وسعت وطاقت میں نہ ہوں۔

اس کے دلائل

اس سے متعلق دلائل بہت زیادہ ہیں، جو قرآن کریم، احادیث نبویہ، اجماع، آثارِ سلف وخلف اور ان کے اجتہادات واقوال میں بھرے کثیر مقدار میں ہیں اور جو واقعی، عقلی وحسی دلائل میں بھی موجود ہیں۔

قرآنِ کریم سے دلائل

"وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ"(۱) (اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)۔

"مَا يُرِيْدُاللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ"(۲) (اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالے)۔ "يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيْدُبِكُمُ الْعُسْرَ"(۳) (اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے، اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا)۔

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَهَا"(۴) (اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق)۔

"يُرِيْدُاللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفاً"(۵) (اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف برتے اور انسان تو کمزور پیدا ہی کیا گیا ہے)۔

"وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِى كَانَتْ عَلَيْهِمْ"(۶) (اور ان پر سے

---

(۱) سورۃ الحج:۷۸۔

(۲) سورۃ المائدہ:۶۔

(۳) سورۃ البقرہ:۱۸۵۔

(۴) سورۃ البقرہ:۲۸۶۔

(۵) سورۃ النساء:۲۸۔

(۶) سورۃ الاعراف:۱۵۷۔

بوجھ اور قیدیں جوان پر (اب تک) تھیں اتارے دیتا ہے)۔

"لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إلاَّمَا آتَاهَا"(۱) (اللہ کسی پر اس سے زیادہ بار نہیں ڈالنا چاہتا جتنا اسے دیا ہے)۔

احادیث نبویہ سے دلائل

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحدٌ إلا غلبه فسددوا وقاربوا، وأبشروا، واستعينوا بالغدوة والروحة، وشئ من الدلجة"(۲) بیشک دین آسان ہے اور دین پر ہرگز کوئی غالب نہیں آسکتا مگر دین اس پر غالب آجائے، راہ راست پر آجاؤ اور قربت حاصل کرو اور خوش ہوجاؤ اور صبح وشام اور رات کے کسی حصے میں بھی مدد چاہو)۔

"إن اللّٰه يحبّ الرفق فی الأ مر كله"(۳) (بیشک اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتا ہے)۔

"حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجنے کے وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: "يسرا ولا تعسرا وبشرا ولاتنفرا"(۴) (تم دونوں سہولت پیدا کرنا تنگی مت پیدا کرنا، اور بشارت سنانا متنفر مت کرنا)۔

اجماع سے دلائل

اجماع وہ امر ہے جس پر آپ ﷺ کے وصال کے بعد کسی زمانہ میں کسی مسئلہ میں تمام

---

(۱) سورۃ الطلاق: ۷۔

(۲) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب: الدين يسر۔

(۳) عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب: الرفق فی الامر كله۔

(۴) عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب: قول النبی يسروا ولا تعسروا۔

علماء ومجتہدین نے اتفاق کرلیا ہواور یہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے بعد تیسرا شرعی ماخذ ہے۔

یہ یقینی وقطعی اصول، لازمی حجت، اور شرعی حق ہے جس کا اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

سلف وخلف اور تمام متقدمین ومتاخرین علماء ومجتہدین کا صراحتاً، کنایۃً، اشارۃً اجماع واتفاق ہے کہ شریعت آسان ہے، اس میں رواداری ہے، متوسط ومعتدل ہے، کسی ایسے حکم کا مکلّف نہیں بنایا گیا ہے جو استطاعت میں نہ ہو اور اس پر بھی اجماع ہے کہ شریعت میں تنگی اٹھالی گئی ہے اور سختی ختم کردی گئی ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ تمام احکام شرعیہ سہل وآسان ہیں، چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، شادی بیاہ سے ہو یا جرائم سے، تمام امور میں آسانی پیدا کی گئی ہے، تمام حالات وکیفیات میں سفر میں ہو یا حضر میں، بیماری میں ہو یا صحت میں، تنگی میں ہو یا خوش حالی میں، جنگ میں ہو یا امن میں، وطن میں ہو یا وطن سے دور، ہر زمانے واوقات میں مختلف ماحول ومختلف شہروں، الغرض ہر حال میں بندہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے پر قادر ہے اور اس کی بہت واضح دلیل یہ بھی ہے کہ شریعت اسلامیہ ہر زمان ومکان وماحول کو شامل ہے اور اپنے دامن میں ان سب کے لئے خیر رکھتی ہے اور اس کے مخاطب تمام انسان وجنات ہیں۔

مذکورہ بالا امور کی حجیت پر دو قسم کے اجماع منعقد ہوئے ہیں

الف- امت کا اجماع ہے کہ دین اسلام سہل اور رواداری کا مذہب ہے اور اس کا مخاطب اس کے احکام پر عمل کی قدرت رکھتا ہے، علمائے کرام کے اقوال وتصریحات سے اس کی وضاحت ہوتی ہے، قرآن وحدیث اور ان میں پائے جانے والے احکام ومعانی، دلائل وتوجیہات اور ارشادات کے صحیح اور حق ہونے پر اجماع سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے، جیسے

احکام میں آسانی اور سہولت کے معانی، ادائیگی پر مکلّف کا قدرت ہونا، بہت زیادہ تنگی ومشقت اور سختی کو ختم کرنا۔

ب- آسانی وسہولت اور تخفیف کی جگہوں پر علمائے امت کا اجماع، حرج، تنگی وشدت کی نفی کے مقامات پر ان کا اتفاق، یہ سب تکلیف مالا یطاق کی نفی پر دلیل قطعی ہیں۔

آثارِ سلف وخلف سے دلائل

آثار سلف وخلف مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہیں۔

الف- سلف وخلف کے جو اقوال وبیانات صراحتاً موجود ہیں، وہ سب سہولت وتخفیف کی طرف داعی ہیں، نرمی، اعتدال، واقعیت وموزونیت کے ساتھ دین کو متصف کرتے ہیں اور تشدد، غلو، مبالغہ آرائی اور عبادت وتقویٰ میں حد سے زیادہ گہرائی وافراط وتفریط کی نفی کرتے ہیں(۱)، اسی قبیل سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی ہے "نهينا عن التكلف"(۲) ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "إيّاكم والتنطّع، إيّاكم والتعمق، وعليكم بالعتيق"(۳) (بچو تم تنطّع سے بچو تم تعمق سے اور تم عمدگی واعتدال کو لازم پکڑو)۔ قول وفعل میں گہرائی وتشدد کا نام تنطع اور مبالغہ آرائی وشدت کا نام تعمق ہے۔

ابن قیم جوزی کا ارشاد ہے: بیشک شریعت کی بنیاد واساس دنیا وآخرت میں بندوں کی مصلحتوں وحکمتوں پر ہے اور یہ سراپا عدل ورحمت اور مکمل مصلحتیں وحکمتیں ہی ہیں(۴)۔

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۳۱ و ۳، ۵۴۔

(۲) عمدۃ القاری کتاب الاعتصام، باب: الاقتداء بسنة رسول الله۔

(۳) سنن الدارمی ۱/ ۵۴۔

(۴) اعلام الموقعین ۳/ ۸۴۔

ابواسحاق الشاطبیؒ نے فرمایا: کتب اصول میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ احکام کا مکلّف بنانے کی شرط یا سبب جس کا مکلّف بنایا گیا ہے اس پر قادر ہونا ہے، لہٰذا بندہ جس پر قادر نہیں ہے اس کا مکلّف بنانا شرعاً جائز نہیں ہے اگر چہ عقلاً جائز ہو(۱)۔

ب- واقعات وپیش آمدہ مسائل میں علماء نے جس پر فتویٰ دیا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے ادلہ شرعیہ، مصالح ومقاصد کے قواعد وضوابط، سہولت ونرمی اور تخفیف کے معانی ومفاہیم سے استدلال کیا ہے اور نصوص ودلائل کے حروف اور صرف ظاہری معنی کا التزام نہیں کیا ہے، بلکہ ظاہری عبارت والفاظ کے ساتھ ساتھ مقاصد ومصالح اور معانی کا بھی لحاظ کیا ہے، اس لئے کہ نص کے ظاہر اور اس کے معنی ومدلول ومقصود کو جمع کرنا ہی صحیح اجتہاد اور مطلوب عمل ہے، یہی شارع کے مقصود ومطلوب کو صحیح طور سے ثابت کرتا ہے، لوگوں کی مصلحتوں ومنفعتوں کو یقینی بناتا ہے اور شریعت کی خصوصیات وعلامات، اس کے مقاصد، اور صلاحیت ودوام اور عموم وشمول سے تعلق رکھنے والے امور کو پختہ ومستحکم کرتا ہے۔

جو فتاوی واجتہادات، فقہ، نوازل، تفسیر وحدیث وغیرہ کتب میں پھیلے ہوئے ہیں وہ بہت سے اصول سے متعلق ہوتے ہیں، وہ اصول اصلاح ودرستگی سے متعلق ہوں یا مصالح مرسلہ سے، استحسان سے متعلق ہوں یا عرف وسد ذرائع سے، یا افعال کے انجام وعواقب کی رعایت کرنے سے متعلق ہوں۔

استقراء سے دلیل

وسعت وقدرت کے دائرہ میں مکلّف بنانے اور بہت زیادہ سختی وحرج عظیم اور استطاعت سے بالاتر شدت سے نفی پر استقراء کو ایک معتبر اور قابل قدر دلیل شمار کیا جاتا ہے۔

---

(۱) الموافقات ۲/ ۱۵۷۔

استقراء کی تعریف

جزئیات وفروع میں کسی ایسے امر کلی کی وضع کے لئے غور وفکر کرنا جو ان تمام یا اکثر جزئیات وفروع پر صادق آئے۔

فقہی وشرعی تعریف

اس کی فقہی وشرعی تعریف یہ ہے کہ ان فقہی جزئیات وفروع میں غور وفکر کیا جائے جن میں سہولت وآسانی، تخفیف، حرج اور تنگی دور کرنے کا لحاظ ہو، اور اس سے ایسے امر کلی کا ثبوت ہو جو ان تمام جزئیات وفروع پر صادق آئے اور یہی امر کلی ایسا شرعی وکلی مقصد ہے جس کو آسانی وتخفیف ورفع حرج ودفع ضرر ونقصان کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ایسی فروع وجزئیات فقہیہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں آسانی کا لحاظ کیا گیا ہو اور ان میں ایسے احکام کی نفی ہو جن پر بندہ قادر نہیں ہوتا ہے، عبادات، معاملات، نکاح اور جنایات کے ابواب میں ایسی جزئیات بھری پڑی ہیں جن میں سے بطور مثال چند کو ذکر کیا جارہا ہے، حصر مقصود نہیں ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔

۱- مکلّف سے سفر کی مشقت اور حج کی دشواریاں کم اور آسان بنانے کے لئے سفر شرعی میں نماز میں قصر اور حج میں جمع بین الصلاتین کا جائز ہونا ہے۔

۲- توسع اور آسانی کے لئے حیض ونفاس والی عورت سے نماز کی قضا ساقط ہونا ہے۔

۳- شیخ فانی، مسافر اور روزہ پر قدرت نہ رکھنے والے مریض کے لئے فدیہ کا جائزہ ہونا ہے۔

۴- مجنوں (پاگل)، بیہوش شخص اور بچے کو مکلّف نہ بنانا ہے، اس لئے کہ ان کے پاس عقل نہیں ہے جس پر مکلّف بنانے، دین داری اور وجوبِ احکام کی اساس وبنیاد ہے، ان کو

اگر کسی چیز کا مکلّف بنایا جائے تو اس کی ادائیگی پر وہ قادر نہیں ہوں گے اور تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔

۵- لوگوں کی وسعت وآسانی کے لئے اور ان سے حرج وتنگی دور کرنے کے لئے بیع سلم، بیع مساقاۃ، عقد مزارعۃ، وصیت اور عقد اجارہ کا جائز ہونا ہے، جبکہ بظاہر یہ معاملات، عوض اور تبادلہ کے معاملات میں معتبر اور لازمی طور پر ملحوظ اصول وضوابط کے خلاف ہیں اور ان میں نقصان، جہالت اور دھوکہ وغیرہ کا اندیشہ وخطرہ بھی ہوتا ہے، انہی وجوہات کی بناپر ایسے معاملات سے منع کیا گیا ہے، لیکن ان معاملات، ان کی علتوں، حقائق، مشروعیت اور اصول وضوابط میں دقیق اور باریک بینی سے غور کیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ ان معاملات کے جواز میں لوگوں کے لئے وسعت اور دفع حرج ہے اور ان کا جواز معتبر وشرعی اصول وقواعد کے خلاف بالکل نہیں ہے۔

بیع سَلَم: نقد قیمت کے عوض بائع کے ذمہ میں ادھار بیع کو بیع سلم کہا جاتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ بیع کی صفت بیان کردی جائے اور بوقتِ عقد مبیع مطلقاً معدوم نہ ہو، بلکہ بالقوۃ اور کسی غیر معین وقت میں اس کا وجود ہوسکے، ساتھ ہی ساتھ اس بات کا غالب گمان ہو کہ معینہ مدت کے اندر بیان کردہ تمام صفات کے ساتھ مبیع کا وجود ہوجائے گا۔

اسی بنیاد پر بیع سَلَم کو بیع معدوم (معدوم شے کی بیع) کے ساتھ لاحق نہیں کیا جاتا ہے، کیونکہ بیع معدوم میں جہالت، دھوکہ اور نقصان ہوتا ہے، بلکہ یہ انجام کے اعتبار سے موجود شے کی بیع ہے، اس لئے کہ اکثر وبیشتر یہی ہوتا ہے کہ بیع سَلَم کے بعد مناسب ومتعین مدت کے اندر بیان کردہ شرائط واوصاف اور متفقہ مقدار کے ساتھ مبیع کا مکمل وجود ہوجاتا ہے۔

معدوم شے کی خرید وفروخت سے منع کرنے کی علت: دھوکہ، نقصان جھگڑے کا سبب بننے والی جہالت اور بغیر کسی شرعی وجہ کے دوسرے کا مال کھانا ہے اور یہ علت بیع سلم کی حقیقت میں نہیں پائی جاتی اسی وجہ یہ بیع مباح ہے اور احادیث نبویہ سے اس کا جواز ثابت ہے، اگر بیع سَلَم

کوحرام وممنوع قرار دیا جائے تو لوگ ایسے سخت حرج ودشواری میں پڑ جائیں گے جس کے متبادل پر وہ قادر نہیں ہیں۔

اس سلسلہ میں حق بات تو یہ ہے کہ انسان کی طاقت وقوت کے مطابق احکام کا مکلّف بنانے اور آسانی وتخفیف کی مثالیں غالب اسلامی شریعت کے احکام میں منحصر نہیں ہیں۔

رفعِ حرج ودفعِ ضرر کا امر کلی کثیر تعداد میں کلی وجزئی دلائل سے ثابت ہے، یہ اور ان جیسی مثالوں میں دقتِ نظر، گہرائی، دیانت داری، علم واخلاص اور شرعی اصول وضوابط کے مطابق اگر تتبع وغور وفکر کیا جائے تو یہ بات بالکل عیاں اور ثابت ہوجائے گی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام آسان، سہل، موزوں، فطرت کے عین مطابق ہے اور بغیر کسی قابل لحاظ دشواری وشدید مشقت کے احکام پر عمل کرنے کی بندہ قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"(۱) (اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے، اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا)۔

عقلی دلائل

یقیناً شریعت کی بقاء اور اس کا دوام واستمرار مختلف ماحول، زمانے اور ملکوں میں ہے، مختلف حالات وکیفیات، مختلف موسموں، قوموں اور مختلف معیار پر ہے، زندگی کا انفرادی میدان ہو یا اجتماعی، ملکی ہو یا تمدنی، الغرض زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت دوام وہمیشگی کے ساتھ جاری وساری ہے۔

یہ اور اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں اس بات پر دال ہیں کہ شریعت میں نرمی وآسانی ہے اور یہ فطرت کے عین مطابق ہے، احکام کے نفاذ واجراء میں اس کو قدرتِ کاملہ حاصل ہے، یہ تمام حالات وکیفیات واحوال کے ساتھ ہم آہنگ ہے، تمام حالات میں مؤثر ہے اور دنیا

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۸۵۔

وآخرت میں سعادت ونیک بختی اور خیر وبھلائی سے ہم کنار کرنے والی ہے۔

شریعت اسلامیہ اگر ضرورت سے زیادہ تشدد، تعصب، عبادات ومعاملات میں مبالغہ وشدت پر مشتمل ہوتی اور فطرت سلیمہ وعقل سلیم کے خلاف ہوتی تو قیامت تک وہ باقی نہ رہتی اس کا دوام واستمرار ختم ہوجاتا۔

نسل انسانی نے زمانۂ قدیم سے اب تک بہت سے دین، روایات، مذاہب اور مختلف مقدسات کو دیکھا، لیکن وہ سب مٹ گئے اور ایسے بھلا دئے گئے گویا کبھی ان کا وجود ہی نہ تھا، ان کے آثار وعلامات باقی نہیں رہے، ان سے متعلق تمام چیزیں بالکل ختم ہوگئیں، یہاں تک کہ ان کے نام بھی دنیا سے غائب ہوگئے اور ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی لوٹ کر آنے کی کوئی امید نہیں ہے، بلکہ امر محال کے درجہ میں ہے، شاید اس کی سب سے بڑی وجہ یہ رہی ہے کہ وہ سب مذاہب وادیان فطرت سلیمہ، عقل سلیم، انسانوں کی خصوصیات وضروریات کے مطابق نہیں تھے، انسانی وجود سے ہم آہنگ نہیں تھے، ان میں افراط وتفریط، تشدد، بے جاسختی اور عدم رواداری تھی۔

شریعت اسلامیہ کے اندر پائی جانے والی تخفیف وسہولت بھی بالکل مطلق اور عام نہیں ہے، بلکہ احکام پر عمل کرنے اور خواہشات ولذات نفسانی ولہو ولعب کی مخالفت کے ضابطہ کے ساتھ مقرر ومتعین اصول کے تحت ہے، شریعت کے انسانیت کے لئے نجات دہندہ ہونے، اس کے واقع اور فطرت کے مطابق ہونے اور آسان وسہل ہونے پر جو چیز سب سے زیادہ دلالت کرتی ہے اور اس کے ثبوت میں استحکام پیدا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ شریعت میں احکام ومسائل کی ایک اصل وبنیاد اور سرچشمہ ہے، اس کے حقائق ومقصود وغرض وغایت ہیں، وسعت وسہولت کی خاص علامات ہیں، دنیا وآخرت میں الگ الگ اغراض ہیں، اس میں پابندی، اتباع، احکام کی بجا آوری موجود ہے، معتدل مزاجی، موزونیت ہے اور ایک ضابطہ کے تحت رخصت وکشادگی اور گنجائش بھی ہے، اور یہ شریعت افراط وتفریط سے بالکل پاک ہے۔

اس بنیاد پر شریعت الٰہیہ واحکامِ خداوندی میں سہولت وآسانی کی علامتیں وجگہیں ثابت ومتعین ہیں، خواہشات نفسانی ولذات کی وجہ سے متروک ومردود اور لغو وباطل نہیں ہیں کہ نہ ان کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے اور نہ عمل کیا جاسکتا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں معیار وضابطہ یہ ہے کہ صحیح جگہ اور درست موقع پر شریعت کی طرف سے دی جانے والی رخصت وسہولت کی پیروی کی جائے اور اس رخصت وسہولت سے فائدہ اٹھا کر بعض یا تمام احکام سے بالکل دور نہ ہوا جائے کہ شریعت میں وسعت وگنجائش ہوتی ہے۔

بلکہ مکلّف کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ عبادات ومعاملات اور ضروری احکام کی ادائیگی میں صبر وضبط اور مداومت کا التزام کرے، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کا بہتر سے بہتر اجر اور آخرت میں خوبصورت انعام واکرام کی امید رکھے۔

دوسری بحث

مشقت: حقیقت-اقسام اور مثالیں

مشقت کا تحمل اور عدم تحمل پر قدرت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

۱-وہ مشقت جس کے تحمل پر مکلّف قادر ہو۔

۲- وہ مشقت جس کے تحمل پر مکلّف قادر نہ ہو۔

پہلا مطلب: اس مشقت کے بیان میں جس کے تحمل پر مکلّف قادر ہے

یہ وہ مشقت ہے جس کے تحمل و برداشت پر بندۂ مکلّف ان امور کی ادائیگی پر قادر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس پر عبادات ومعاملات وغیرہ کی شکل میں واجب کیا ہے۔

مثالیں: نماز کی مشقت، مقررہ اوقات میں اور مسجدوں میں باجماعت نماز کی ادائیگی، نماز کی اچھی طرح سے تیاری اور مکمل طور سے نماز سے استفادہ کرنے کی مشقت، گرمی کے موسم میں روزہ کی مشقت، حج کی مشقت اور ایام حج میں معمول وعادت کے خلاف کام کرنے کی تکلیف، دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مختلف المزاج لوگوں سے اختلاط، ازدحام وبھیڑ میں دھکے کھانے کی مشقت، اہل وعیال اور وطن سے دوری وجدائی، زمین وجائیداد، مال ومتاع، تنخواہوں اور عہدوں کو چھوڑنے کی مصیبت ومشقت، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد اور اس میں پیش آنے والے جانی ومالی واعضائے جسم کے اتلاف وہلاکت کی مشقت، نیز زکوٰۃ وخیرات وصدقات کے ذریعہ مال خرچ کرنے اور مال کے حصول اور اس کی

ذخیرہ اندوزی کی حرص وطمع سے نفس کی مخالفت کی مشقت، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وإنه لحب الخير لشديد** (اور یقیناً اسے مال کی شدید محبت ہے)۔

ان مشقتوں وتکلیفوں میں اگرچہ تنگی، سختی، خواہشات نفس کی مخالفت، پریشانیاں ودشواریاں برداشت کرنے اور نفس سے جہاد کرنے کی مشقت ہے، لیکن یہ سب احکام کے قیام اوران کی ادائیگی میں ضروری ولازمی ذمہ داریاں ہیں۔

عبادات ومعاملات، نکاح وجنایات اورکفارات کی شکل میں تمام افعال شرعیہ میں کچھ نہ کچھ مشقت ودشواریاں ہیں، لیکن بندے ان پرقادر بھی ہیں، یہ افعال شرعیہ ان پرعمل کرنے والوں کوحرج وتنگی میں نہیں ڈالتے اورنہ ہی یہ کسی فساد یا ہلاکت کا سبب بنتے ہیں، عبادات ومعاملات وغیرہ تمام امورشریعت اسلامیہ میں پائے جانے والے افعال واعمال اوراقوال واعتقادات کے ساتھ بہت ہی مضبوطی کے ساتھ جڑے اور بندھے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے احکام شرعیہ ان کے بغیر انجام نہیں پاتے اورعمل وترکِ عمل سے متعلق تمام احکام انہی چاروں میں محدود ومحصور ہیں اور تکلیف شرعی کواسی وجہ سے تکلیف کہا جاتا ہے کہ اس میں مشقت آمیز کلفت ہوتی ہے اور ذہنی، جسمانی وعقلی تکان برداشت کرنا پڑتا ہے اوراس تکان ومشقت کی وجہ سے بندہ تکلیف کے متوقع درجہ تک پہنچتا ہے۔

شرعی افعال وعمال میں پیش آنے والی یہ مشقتیں انہی مشقتوں کی طرح ہیں جودنیا کے تمام اعمال، مختلف راستوں اورمختلف احوال وامور میں پیش آتی ہیں، لہذا رزق کی تلاش، اس کے حصول کے سلسلہ میں روئے زمین کے مختلف حصوں کا سفر، مختلف صنعت وحرفت میں تسلسل کے ساتھ لگے رہنا، دورے، اسفار و ملاقاتیں، مختلف خوشیوں وتقریبات کی تکمیل، مختلف اجتماعی مواقع، جلسوں وسمیناروں کا انتظام، دنیا کوآباد کرنا، ترقی دینا، سنوارنا اوراس کی تدبیر وانتظام کرنا، ان سب میں مشقتیں وذمہ داریاں ہیں، بعض مشقتیں تو ایسی ہیں جوان فنون واعمال کے قیام

کے لئے مذکورہ بالا مشقتوں وذمہ داریوں کو بے کار ومعطل کردیتے ہیں، دنیاوآخرت کے منافع کو برباداورانسانی وجودونظامِ حیات کوتباہ کردیتے ہیں۔

اس کی آسان سی مثال کھانا اور ہم بستری کرنا ہے تاکہ انتہائی وضاحت کے ساتھ ان دونوں افعال سے تعلق رکھنے والے تکلفات ،مشقتوں ولوازمات کا ادراک ہوسکے، اس کے باوجودان پرتوجہ اوران سے دلچسپی لی جائے گی اس لئے کہ یہ دونوں سعادت وخوش حالی ، بھلائی وآسودگی کی علامتیں ہیں، یہ ان پاکیزہ ،مباح اور جائز اشیاء میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ جلّ جلالہٗ نے اپنے بندوں ومخلوقات پر احسان ومہربانی وکرم کرتے ہوئے انعام سے نوازا ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں طرف مشقتیں ہیں، مثلاً روئے زمین کے مختلف حصوں کی خاک چھاننا، رزق کی تلاش اوراس کے حصول کے لئے سرگرداں رہنا، پھرحصول رزق کے بعد اس کوکھانے کے قابل بنانا یہ سب کھانے سے پہلے کی مشقتیں وکلفتیں ہیں اورہضم کرنا،جسم کے اندراس کی تبدیلی یا ہیئت وصفائی ،فاضل مادوں کا اخراج،فضلات کے نکلنے کے بعد مقامات اخراج کی صفائی وستھرائی، زمین اورزمینی ماحول کی تطہیر، یہ سب کھانے کے بعد کی مشقتیں ہیں، پھرکبھی کبھی عرصۂ درازگزرنے کے باوجوداس کے دیرپا اثرات ظاہرہوتے ہیں جوصحت کے لئے نقصان دہ، دل ودماغ کے لئے مضرت رساں اور ماحول کوپراگندہ کرنے والے ہوتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی بہت طویل عرصہ گزرنے کے باوجود جب انسان کی وفات ہوتی ہےتو حرام کمائی وحرام خوری کی بناء پر وہ خاتمہ بالخیر سے محروم ہوجاتا ہے، پھردوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حساب وکتاب کے وقت اس کا بہت ہی براحشر ہوتا ہے۔

کھانا روزمرہ کاضروری معمول ہےاورآپ نے ملاحظہ کرلیا ہوگا کہ کھانے میں کتنی خیر وبرکت ہےاور چہار جانب سے کیسی کیسی مشقتوں نے اس کوگھیر رکھا ہےاورآپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا ہوگا کہ مختلف مراحل میں دنیوی سامان زندگی واخروی انجام وعواقب پر اثرانداز ہونے کے

اعتبار سے اس میں کتنی مشکلات ومصائب ہیں۔

کھانا ہمیشہ سے انسان کی ضرورت رہا ہے اور رہے گا، روح کی تازگی وتقویت کے لئے بھی، زندگی کی بقاء کے لئے بھی اور کھانے سے پہلے کسبِ رزق کے سلسلہ میں اور کھانے کے بعد پیش آنے والی دشواریاں بالکل لازمی ولابدی ہیں جس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔

دوسری مثال اس بات پر بطور دلیل ہم پیش کررہے ہیں کہ جن مشقتوں کو بندۂ مکلّف برداشت کرسکتا ہے، ضروری ہے کہ احکام کی بجا آوری کے وقت بھی ان کا تحمل کیا جاسکے اور یہ دوسری مثال جماع (ہم بستری) ہے، جماع ایک پسندیدہ ومرغوب فعل ہے، توالد وتناسل اور دنیا کو آباد کرنے کا جائز طریقہ ہے، عزت وعصمت اور اقدار وانساب کی حفاظت اور زندگی کو منظّم کرنے اور تعلقات کو مستحکم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، بدنظمی وبے چینی اور عزت وآبرو کے درپے ہونے وحرام کاریوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے لڑائی وکشیدگی اور فتنہ وفساد کو دور کرنے کا وسیلہ وسبب ہے۔

جماع (ہم بستری) جائز اور حلال ہے، یہ فضیلت اور حسن وجمال کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہے، یہ فطرت کے عین مطابق اور ضرورت پوری کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، احکام، خلافت اور دنیا کو آباد کرنے کے فرض کی ادائیگی اس سے ہوتی ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ قرآن کریم، احادیث نبویہ میں صراحت کے ساتھ اس کی طرف دعوت وترغیب دی گئی ہے اور اس کی تعریف بھی کی گئی ہے، قرآن وحدیث کے علاوہ دوسرے ان تمام علوم وکتب میں بھی اس کی ترغیب وتوصیف کے لئے الفاظ منقول ہیں جن میں نکاح وجماع کو قابلِ قدر ولائقِ اعتبار مقصد اور مختلف مقاصد کے حصول کا راستہ وبنیاد اور بہت سی مصلحتوں ومنفعتوں کی جڑ سمجھا اور شمار کیا گیا ہے۔

پھر بھی جماع اپنی تمام تر پسندیدگی ومرغوبیت کے باوجود مشقتوں وتکالیف کے ساتھ

لازم وملزوم ہے، تکان وضعف سے مربوط ہے، جماع کی من جملہ مشقتوں میں سے صلاحیت ولیاقت، تیاری، نفقہ وتربیت، زوجہ واولاد کی رعایت ولحاظ ہے، بیوی کے حقوق اور اولاد کے حق میں باپ ہونے کی ذمہ داری وفرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں پیش آنے والی بیماریاں وتکان اور بسا اوقات مختلف اوقات واحوال میں دادا یا نانا کے فرائض کی ادائیگی کی مشقت ہے، بلکہ جماع کی شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے یا بیوی کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا اور ان سب چیزوں کا سختی سے حساب لیا جائے گا۔

کیا ان دونوں (کھانا و جماع کرنا) مثالوں کے بعد بھی دنیوی یا اخروی اعمال کی بجا آوری میں ہونے والی ضروری مشقتوں کو ساقط الاعتبار سمجھنے کے لئے کسی دلیل یا غور وفکر کی ضرورت ہوگی؟

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مشقت جس پر بندۂ مکلّف قادر ہے احکام کی صحت وتکمیل کے ساتھ ادائیگی کے وقت ان کا متحمل ہونا ہے۔

رہیں وہ مشقتیں جن پر بندۂ مکلّف قادر ہی نہیں تو شریعت میں نہ ان کا اعتبار کیا گیا ہے اور نہ ہی ان مشقتوں کے ساتھ انجام پذیر ہونے والے احکام کا مکلّف بنایا گیا ہے، جیسا کہ ہم آئندہ بحث میں اس کا ذکر کرنے جا رہے ہیں۔

دوسرا مطلب: اس مشقت کے بیان میں جس کے تحمل پر مکلّف قادر نہیں ہے

یہ ایسی مشقت ہے جس کے تحمل وبرداشت اور انجام دہی پر بندۂ مکلّف قدرت نہیں رکھتا ہے اور جن احکام کو بجالانے پر بندہ قادر نہیں ہے اور وہ افعال واعمال بھی اسی قبیل سے ہیں جن پر عمل کرنے کی صورت میں بے مقصد وبے فائدہ تکلیف وتکان میں مبتلا ہوا جائے۔

وہ احکام بھی اسی قبیل سے ہیں جن کے تحمل کی استطاعت تو بندۂ مکلّف رکھتا ہے، لیکن

عام احکام واعمال میں عادتاً پیش آنے والی مشقت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ اس میں بہت زیادہ تکان وکلفت اور شدید حرج میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان احکام پر عمل کرنے میں ذہنی الجھن واضطراب اور جسمانی تکلیف ومشقت پیش آتی ہے۔

اس کی مثال

اس کی مثال صوم وِصال ہے، صوم وصال رکھنے کی صورت میں عام عادت سے مشقت ہوتی ہے جس سے بندۂ مکلّف کو شدید تکلیف اور اکتاہٹ ہوتی ہے اور یہ دل کی بے چینی، تھکان اور تنگی کا سبب بنتے ہیں، حالاں کہ یہ روزہ بندہ کی استطاعت وقدرت سے باہر نہیں ہے، اس پر عمل ہوسکتا ہے، لیکن بندہ اس کا عادی نہیں ہے، اسی وجہ سے شریعت مطہرہ میں نرمی وآسانی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور اسی عمل کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے طبیعت پر بوجھ نہ پڑے اور نہ اکتاہٹ وگھبراہٹ ہو، ان تمام مشقتوں کو انہیں میں شمار کیا گیا ہے جن پر بندۂ مکلّف قادر نہیں، خواہ ایسی مشقت ہو جس پر بندہ قادر ہی نہیں ہے، یا ایسی مشقت ہو جس پر قادر تو ہے لیکن وہ اس کا عادی نہیں ہے اور وہ تھکان واکتاہٹ کا باعث بھی ہے، بلکہ بسا اوقات اس قسم کی تکلیف ومشقت ترکِ عمل کا سبب بن جاتی ہے، لہٰذا اس قسم کی مشقتیں شریعت میں مقصود ومطلوب نہیں، نہ احکام ان سے متعلق ہیں اور نہ ہی ان کا قصد واعتبار کرنا اور ان کے مطابق اعمال کو ترتیب دینا مکلّف کے لئے مشروع ہے، اس لئے کہ شارع جلّ مجدہٗ نے شدید مشقتوں اور تنگی کے ساتھ احکام کا ارادہ نہیں کیا ہے۔

اس کے دلائل

۱- بہت ساری نصوص شرعیہ اس پر دلیل ہیں، مثلاً ارشاد باری ہے: ’’ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَها**‘‘(۱) (اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی بساط کے مطابق) اور ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۸۶۔

”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ“(۱)(اوراس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)، ارشادِ باری ہے:

”يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ“(۲) (اللہ کو منظور ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف برتے)، ارشاد باری ہے:

”رَبَّنَاوَلَاتَحمِلْ عَلَيْنَا اِصْراً كَمَا حَمَلْتَه عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا“(۳) (اے ہمارے پروردگار ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ڈالا تھا ان لوگوں پر جو ہم سے پیشتر تھے)۔

۲- بہت سی فقہی وشرعی رخصتیں بھی اس پر دلیل ہیں، جو مطلقاً حرج ومشقت کو ختم کرنے پر دلالت کرتی ہیں، جیسے نماز میں بحالتِ سفر قصر، نماز یا روزے کا فدیہ، جمع بین الصلاتین، اضطراری حالت میں حرام اشیاء کا استعمال اوراس کے علاوہ بہت سی نظیریں وفروع اس بات پر دلیل ہیں کہ شارع نے احکام کا مکلّف بنانے میں مشقت، حرج اور تنگی وسختی کا قصد نہیں کیا ہے۔

تیسرا مطلب: اس مشقت کی مثالیں جس پر بندۂ مکلّف قادر نہیں ہے

الف- وہ مشقت جس پر بندۂ مکلّف قادر نہیں ہے ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱- صوم دہر۔

۲- قیام پر قدرت نہ رکھنے والے شخص کے لئے نماز میں کھڑے ہونا۔

۳- نماز میں مکمل خشوع وخضوع اور نماز کی حقیقت واہمیت سے ذہن منتقل کئے بغیر شروع نماز سے آخر تک مسلسل متنبہ ومتوجہ رہنا، کیونکہ یہ بھی اس کے اکثر واغلب حصہ پر قدرت

---

(۱) الحج:۷۸۔

(۲) النساء:۲۸۔

(۳) البقرہ:۲۸۶۔

کے باوجود انہی احکام ومشقت میں سے ہے جن پر بندۂ مکلّف قادر نہیں ہے، نماز کی ادائیگی کے اعتبار سے نمازیوں کی تیاری، ان کے صلاح وتقویٰ اور ایمان کے درجات ومراتب اور خشوع وخضوع میں ان کے الگ الگ درجات ہیں۔

ب-اس مشقت کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جن پر بندۂ مکلّف استطاعت رکھتا ہے، لیکن وہ معمول کی مشقتوں سے زائد ہیں:

۱-سفر اور بیماری کی حالت میں روزہ رکھنا۔

۲-صوم وصال، یعنی غروبِ آفتاب کے بعد افطار کئے بغیر مسلسل روزہ رکھنا، کیونکہ یہ روزہ جائز اور مشروع روزے کے خلاف ہے، اس لئے کہ روزے کا مقصد محض نفس کو تھکانا یا مشقت میں ڈالنا نہیں ہے۔

۳- رات کے اکثر حصے میں پابندی کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہونا (تہجد پڑھنا)، کیونکہ اس سے نماز پڑھنے والا ایک دن اکتا جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ یہ اکتاہٹ بالکلیہ تہجد چھوڑ دینے کا سبب بن جائے، یا اس تہجد سے زیادہ اہم یا اس کے برابر مصلحتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو جیسے طلبِ علم، حصولِ رزق، نصیحت واصلاح کا عمل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی جو کہ واجب ہیں، البتہ بندۂ مکلّف کے لئے اتنی گنجائش بلکہ بہتر ہے کہ اپنے اعتبار سے تہجد اور دوسرے تمام احکام شرعیہ کی ادائیگی میں اللہ کے نیک اور مقرب بندوں کی عبادت سے مناسبت پیدا کرے۔

۴- شادی نہ کرنے پر بندہ قادر ہے، یہ عادت کے خلاف مشقت ہے اور یہ فطرت کے خلاف بھی ہے، شادی نہ کرنے سے عفت وپاکدامنی، توالد وتناسل واولاد سے الفت ومحبت اور دنیا کو آباد کرنے کے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں، نیز شادی نہ کرنا اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کرنا ہے، حالانکہ اللہ تعالی نے وسعت وگنجائش پیدا کی ہے اور یہ چیز قابل مذمت اور ممنوع بھی ہے۔

۵- غیر مسفوح خون کو حرام قرار دینا۔ یہ تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسفوح خون کو حرام قرار دیا ہے، رہا دمِ مسفوح، رگوں میں موجود خون، گوشت اور چربی میں باقی رہ جانے والا خون اور وہ خون جس کا نکلنا مشکل و دشوار ہو وہ جائز اور معاف ہے، اگر بندہ کو ایسے گوشت یا چربی کے استعمال کا مکلّف بنایا جائے جو خون سے مخلوط نہ ہو، بلکہ الگ ہو تو یہ تکلیف مالا یطاق کے دائرہ میں آئے گا۔

٦- انتہائی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ نے مردار کے استعمال کی اجازت و رخصت دی ہے، جیسے مضطر (مجبور) کا موت یا یقینی ہلاکت کے اندیشہ سے دوچار ہونا، اگر اللہ تعالیٰ اضطراری حالت میں بھی مردار کی حرمت کو باقی رکھتے تو بندۂ مکلّف تکلیف مالا یطاق میں مبتلا ہوتا اور کسی بھی صورت اس کے تحمل پر قادر نہ ہوتا، نتیجتاً شدید ضرر ہلاکت سے دوچار ہوتا۔

چوتھا مطلب: خواہش نفس کی مخالفت مشقتِ مقدورہ کی قبیل سے ہے

نفس سے متعلق یہ حکم شرعی وارد ہے کہ نفس اللہ تعالیٰ کے اوامر و احکام اور ہدایات کے سامنے جھک جائے اور اطاعت و فرمانبرداری بجالائے، خواہش، شہوت و تلذذ کے دائرہ سے نکل جائے، عالم فساد سے عالمِ امن و صلاح، عالم رذائل سے عالم فضائل، اور عالم شرور و فتن سے عالمِ خیر و سعادت کی طرف منتقل ہو جائے۔

انسان کے نفس کے لئے خواہشات کی مخالفت بہت بڑی مشقت ہے کیونکہ مذکورہ امور کا بار اگر اس نفس پر رکھ دیا جائے، جیسے احکام و فرائض کو بجالانا، شہوتوں و ناجائز لذتوں سے لازمی طور پر دوری اختیار کرنا، اخلاق و فضائل کے ضابطوں کے مطابق خود کو ڈھالنا اور حق وعدل و انصاف کے سامنے کلی طور پر خود کو آمادہ کرنا، تو یہ ساری چیزیں نفس کو مشقت میں ڈالنے اور تھکا دینے والی ہیں، اس کی خواہشات و لذات کی مخالف ہیں، لیکن دین و دنیا کی مصلحتوں و منفعتوں کو

بروئے کار لانے کے لئے ان کو کرنا ضروری بھی ہے۔

شریعت مطہرہ تو صرف اسی لئے آئی ہے کہ انسان خواہشات وشہوات سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو، اوامر کو بجالائے اور منہیات سے باز رہے، مقاصد شرعیہ معتبرہ کا یہی مقصد ہے اور اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے مشقتوں وصعوبتوں سے خلاصی ممکن نہیں ہے، نفس اطاعت وفرمانبرداری کا جب عادی ہو جاتا ہے اور ترغیب وترہیب سے متاثر ہو کر اپنا معاملہ اپنے پروردگار کے حوالہ کر دیتا ہے تو یہ مشقتیں اس کے لئے بالکل آسان ہو جاتی ہیں اور سہولت کے ساتھ وہ اس کو کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر نفس ان مشقتوں کو برداشت کرلے تو دنیا و آخرت کی بہت سی مصلحتوں وفائدوں کو حاصل کرلے گا اور اتباعِ ہویٰ اور برائی پر چلنے والے نفس امّارہ کے بہت سے مفاسد ونقصانات سے محفوظ رہے گا۔

اسی بنیاد پر درازی عمر وامتداد زمانہ کے باوجود واجبات اور شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے سلسلہ میں خواہشات کی مخالفت، نفس پر غالب آنے اور سختیاں برداشت کرنے کو ان مشقتوں میں نہیں شمار کیا جاتا جو بندۂ مکلّف کی طاقت سے باہر ہیں، نہ ان مشقتوں میں شمار کیا جاتا ہے جو معمول کے خلاف اور غیر معروف ہوں، بلکہ یہی خالص اور اصل دین داری، مطلوب ومقصود اطاعت اور ایسا فرض ہے جس کا مقصد دنیا وآخرت میں انسان کی سعادت اور فلاح وکامیابی ہے۔

مشقت کی حقیقت، اس کی اقسام اور اس کی مثالوں کا خلاصہ

مندرجہ ذیل تین بحثوں کے ضمن میں مشقت کی حقیقت کا خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

پہلی بحث: مشقت کی دو قسمیں ہیں:

الف- وہ مشقت جس پر بندۂ مکلّف قادر نہیں ہے۔

اس کے تحت چند مشقتیں آتی ہیں، مثلاً وہ مشقت جس پر بندہ بالکل قادر نہیں ہے، وہ مشقت جس کی استطاعت تو بندہ رکھتا ہے، لیکن اس میں ضرورت سے زائد تکلیف ومشقت ہے اور یہ مامور بہ بھی نہیں ہے، وہ مشقت جو بندے کو بوریت، اکتاہٹ اور تھکان میں مبتلا کرتی ہے، وہ مشقت جس سے بندے کا ذہن تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی حالت متاثر ہوتی ہے اور وہ مشقت جو دین ودنیا میں بندہ کی مصلحتوں ومنفعتوں اور دوسری ضروریات کو فوت کر دیتی ہے۔

اس کی مثال: اکثر راتوں میں تہجد کی پابندی، صوم وِصال اور اس کے علاوہ وہ مشقتیں ہیں جو معمول کی مشقت اور حکمت والے شارع جلّ مجدہ کی طرف متعین کردہ مشقت سے زیادہ ہیں اور وہ مشقتیں ہیں جو تلاش رزق وحصول علم جیسی بہت سی دوسری مصلحتوں کو معطل کر دیتی ہیں اور نفس، اہل وعیال اور معاشرہ کو فاسد اور بے کار کر دیتی ہیں۔

ب- وہ مشقت جس پر بندۂ مکلّف قادر ہے۔

اس کا تعلق عبادات ومعاملات اور مختلف تصرفات کی شکل میں تمام احکام واوامر اور شرعی پابندیوں سے ہے، یہ مشقت کبھی بھی احکام سے الگ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس سے خلاصی ممکن ہے، اپنے وجود وعدم ہر اعتبار سے یہ احکام سے مربوط ہے اور بندوں کو کسی حکم کا مکلّف بنانا تو اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب اس میں شرعی کلفت اور کچھ لازمی مشقت ہو۔

دوسری بحث: خواہش نفس کی مخالفت ایسی مشقت میں نہیں شمار کی جاتی جو غالب آ جائے اور اس میں بہت زیادہ شدت، سختی، مبالغہ اور گہرائی نہیں ہے، یہ تکلیف مالا یطاق کی قبیل سے بھی نہیں ہے، بلکہ یہ بندے کی قدرت واستطاعت میں ہے اور انسان کو احکام پر آمادہ کرنے وتعمیل حکم کے لئے مشروع ہے اور یہ مشقت دنیا وآخرت میں انسان کے لئے حصولِ نفع اور اس سے دفع ضرر، اللہ جل شانہ کی رضا وخوشنودی، جنت اور اس کی نعمتوں کی کامیابی کی شکل میں بہت

سی مصلحتوں ومنفعتوں کے حصول کے لئے مشروع ہوئی ہے۔

تیسری بحث: احکام کی ادائیگی کے ضمن میں پیش آنے والی مشقت فی نفسہ مقصود نہیں ہے، بلکہ احکام کی ادائیگی کے نتیجہ میں بندۂ مکلّف کو حاصل ہونے والے منافع مقصود اصلی ہیں، اسی بنیاد پر بندہ کے لئے اجر بڑھانے کے واسطے مشقت ہی کو مقصود اصلی بنانا درست نہیں ہے، ہاں اس کے لئے یہ تو جائز ہے کہ ایسے عمل کی نیت سے کوئی عمل کرے جس کی مشقت کی وجہ سے اس کا اجر وثواب بڑھ جائے، محض زیادتی مشقت کو ثواب کی بنیاد نہ بنائے، بلکہ من حیث العمل ثواب کی نیت ہو۔

تیسری بحث

شریعت میں حرج کو ختم کیا گیا ہے
اور اس کے احکام کی بنیاد سہولت پر ہے

حرج: ہر ایسی مشقت تک پہنچانے والی شے حرج کہلاتی ہے جس پر بندۂ مکلّف قادر نہیں ہوتا ہے اور نہ اس پر عمل کی استطاعت رکھتا ہے، یا ایسی مشقت تک پہنچانے والی ہو جس پر بندہ قادر تو ہوتا ہے، لیکن شدید مشقت اور بہت لامتناہی کوششوں سے جس کی وجہ سے کبھی بعض جائز ومشروع مصالح فوت ہو جاتے ہیں، یا اس کی وجہ سے بعض نقصان دہ مفاسد وجود میں آتے ہیں۔

رفعِ حرج کا مفہوم: مذکورہ بالا دونوں قسموں کی مشقت کو دور کرنا اور ایسے اوامر واحکام کا بندوں کو حکم دینا جس پر وہ قادر ہوں اور اس کی استطاعت رکھتے ہوں اور ان کو دارین میں اجر وثواب حاصل ہو۔

بہت سی نصوص ودلائل شرعیہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین اِسلام آسان اور قابل عمل ہے اس میں مشقت اور تنگی نہیں ہے، انہی دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے: ''**وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ**''(۱) (اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)، نیز ارشاد باری ہے: ''**يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ**'' (۲) (اللہ تمھارے حق میں سہولت چاہتا ہے)، تیسیر وتخفیف کے شرعی ضابطے کے ثبوت کی بنیاد اصلاً رفع حرج ہی ہے۔

---

(۱) سورۃ الحج: ۷۸۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۸۵۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سمجھنے اور عمل کرنے کے اعتبار سے انسان کی طاقت وقدرت کے بقدر ہی اس کو مکلّف بنایا گیا ہے، یعنی انہی نصوص شرعیہ کا مکلّف بنایا گیا ہے جس کے فہم و ادراک پر وہ قادر ہے اور انہی احکام واوامر کا مکلّف بنایا گیا ہے جس پر عمل اور تسلسل قائم رکھنے پر وہ قادر ہے۔

پہلا مطلب: رفع حرج کا مفہوم ومراد ترکِ عمل یا عمل میں سستی کرنا نہیں ہے

اللہ تعالی کا پسندیدہ دین اسلام آسان اور ہلکا ہے اور اس میں حرج کو دور کر دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احکام کو چھوڑ دیا جائے یا اس میں سستی برتی جائے اور ترک عمل یا سستی کرنا مختلف وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے، کبھی نفس کی شہوت وخواہش کی تعمیل میں، کبھی زندگی اور حالات کے دباؤ کی وجہ سے، کبھی لوگوں کو خوش کرنے یا ان کی توجہات وعنایات حاصل کرنے کے مقصد سے تو کبھی ان کے رجحانات وخواہشات کا لحاظ کرنے کی وجہ سے، اسی طرح اس کی اور بھی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

بلکہ جیسا کہ ہمیں نصوص ودلائل شرعیہ سے معلوم ہے کہ رفع حرج کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق احکام پر عمل کرنا ہے اور اس میں اعتدال ہو افراط وتفریط نہ ہو اور بالکل شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ پر ہو۔

دوسرا مطلب: شریعت اسلامیہ میں رفع حرج کی مثالیں

۱-سفر، بیماری اور بارش کی حالت میں فقہی رخصتیں۔

۲- موت یا ہلاکت تک پہنچانے والی شدید بھوک یا سخت پیاس کی حالت میں مردار کھانے یا شراب پینے کا جواز۔

۳- شفاء کی نیت سے جلدی امراض میں مبتلا شخص کے لئے ریشم کا کپڑا استعمال کرنے کا جواز۔

۴- خون کی تھوڑی مقدار اور نماز میں کچھ چلنے اور بات کرنے سے درگزر کرنا۔

۵- باجماعت نماز ہلکی پڑھنا نہ کہ لمبی۔

۶- شادی نہ کرنے کی کراہت، نکاح نہ کرکے اور دنیا سے کنارہ کشی کرکے صرف آخرت کی طرف متوجہ ہونے سے اور جائز دنیوی ضروریات کو چھوڑنے کی ممانعت۔

۷- بیع سَلَم، بیع مزارعۃ، بیع مساقاۃ، بیع مغارستہ اور بیع مضاربۃ کی اباحت، اور غسل خانوں، مشکیزوں اور ہوٹلوں کی اجرت کا جواز، ان سب کا مقصد لوگوں کے درمیان معاملات کی آسانی، نفع پہنچانے والی چیزوں کا حصول اور نقصان دہ اشیاء کو ختم اور دور کرنا ہے اور ان سب کے لئے کچھ معتبر شرائط مقرر ہیں جو ان کے مقامات میں بالتفصیل مذکور ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین کی کتابوں میں اس سلسلہ کی بہت سی مثالیں مذکورہ ہیں جن سے قطعی اور یقینی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شرعی احکام سہل اور آسان ہیں، فطرت اور عقلِ سلیم کے عین مطابق ہیں، انسانوں کی دنیوی اور اخروی تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہیں اور دنیا و آخرت میں اللہ جل شانہ کی رضامندی حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ ہیں۔

احکام کو سمجھنے پر بندۂ مکلّف کی قدرت

اس بحث میں ہم یہ بیان کریں گے کہ بندوں کے لئے احکام شرعیہ کو سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہے، اس لئے کہ یہ احکام بندوں کی صلاحیتوں اوران کی عقل وشعور کے مختلف درجات کے اعتبار سے ہیں اوراسی وجہ سے یہ احکام امیوں (ان پڑھوں) پر نازل ہوئے تاکہ بعد میں عمل کرنے والوں کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکے۔

پہلا مطلب: عربی زبان میں احکام کو سمجھنا

یہ بات توقطعی طور پرمعلوم ہے کہ پورا قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہےاورعربی زبان کے اسلوب، اس کی خصوصیات اورقواعد کے مطابق نازل ہوا ہے، لہٰذا قرآن کریم کے معانی وتعلیمات واحکام کواسی طریقہ سے سمجھنا ہوگا، قرآن کریم کے عربی میں نازل ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اِنَّا اَنْزلنَاهُ قُرْاناً عَرَبِيّاً“(۱) (بے شک ہم نے اتارا ہے قرآن فصیح)، نیز ارشاد ہے: ”بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ“(۲) (صاف عربی زبان میں)، نیز ارشاد ہے: ”وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآناً أَعْجَمِيّاً لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أأَعْجَمِيٌّ“(۳) (اوراگر ہم اسے قرآن عجمی بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں یہ کیا کہ عجمی (کتاب)۔

---

(۱) سورہ یوسف: ۲۔

(۲) سورہ الشعراء: ۱۹۵۔

(۳) سورہ فصلت: ۴۴۔

مذکورہ آیتوں سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم متعین عربی زبان، اس کے مخصوص الفاظ اور معانی کے اسلوب پر ہی نازل ہوا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کریم عین فطری عربی زبان میں نازل ہوا ہے، کبھی عموم پر دلالت کرنے والے لفظ سے بالکل اس کا ظاہری مفہوم مراد ہوتا ہے، کبھی اس عام لفظ سے عام من وجہ اور خاص من وجہ مراد لیا جاتا ہے، کبھی عام لفظ سے خاص مراد ہوتا ہے، کبھی ظاہری معنی چھوڑ کر غیر ظاہری معنی مراد ہوتا ہے اور یہ سب کلام کے شروع یا درمیان یا اخیر سے معلوم ہو جاتا ہے، کبھی آیت کے شروع کا ٹکڑا آخری حصہ کی وضاحت کرتا ہے، کبھی آخری حصہ شروع حصہ کی وضاحت کرتا ہے، کبھی آیت کے الفاظ سے ہی معنی ومفہوم واضح ہوتا ہے اور کبھی اشارہ مفہوم پر دلالت کرتا ہے، کبھی ایک شے کے بہت سے نام ہوتے ہیں اور کبھی چند اشیاء کا ایک ہی نام ہوتا ہے، یہ تمام چیزیں اتنی معروف ومشہور ہیں کہ علوم قرآن سے تعلق رکھنے حضرات کے لئے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے(۱)۔

مذکورہ بحث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ عربی زبان جس کے مقتضاء کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے، بہت سی امتیازی شان رکھتی ہے اور یہ زبان کچھ مخصوص اوصاف وعلامات سے متصف ہے، مثلاً اس زبان میں خاص پر دلالت کرنے کے لئے بھی کبھی عام لفظ استعمال ہوتا ہے، معنی ومفہوم کے اعتبار سے کبھی لفظ بالکل ظاہر ہوتا ہے، لیکن غیر ظاہری معنی مراد پر وہ دلالت کرتا ہے، اس زبانِ عربی میں ایک ہی شے کے بہت سے نام ہیں، جیسے شیر کے لئے اسد، قسورۃ، عنبسۃ اور لیث وغیرہ، اور کبھی بہت ساری اشیاء کے ایک ہی نام ہوتے ہیں مثلاً لفظ ''العین'' پانی کا چشمہ، جاری کنواں، آنکھ، شے کی ذات، اس کی حقیقت، حاکم اور بادشاہ کا دربان وغیرہ سب کے لئے موضوع ہے۔

عربی زبان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ طلبِ فعل پر استدلال کرنے کے لئے

---

(۱) الموافقات ۲/ ۶۵، ۶۶۔

فعل امر کا استعمال ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اَقِیْمُوْا الصَّلَاۃَ''(۱) (نماز قائم کرو)، اور دعا وآہ وزاری پر دلالت کرنے کے لئے بھی کبھی امر کا استعمال ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا''(۲) (اے ہمارے پروردگار ہم پر گرفت نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں)، اور کبھی ناامیدی ومایوسی پر دلالت کرنے کے لئے بھی امر کا استعمال ہوتا ہے، جیسے ارشاد باری ہے: ''لاتعتذروا الیوم إنما تجزون ماکنتم تعملون''(۳) (آج کچھ عذر معذرت مت کرو، تمہیں سزا بس اسی کی مل رہی ہے جو تم کرتے رہے ہو)۔

منہی عنہ کے ترک پر دلالت کرنے کے لئے فعل نہی کا استعمال ہوتا ہے، اور کبھی ارشاد توجیہ اور کبھی ڈانٹنے وکسی عمل سے باز رکھنے والے مفہوم پر دلالت کرنے کے لئے فعل نہی کا استعمال ہوتا ہے، یہ بحث علم لغت اور اصول فقہ سے متعلق کتابوں میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔

اسی وجہ سے علماء ومجتہدین پر واجب ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکامات وتعلیمات ومعانی کو جاننے اور ان احکامات وتعلیمات کے اغراض ومقاصد اور اسرار ورموز کے سمجھنے میں اس قطعی حقیقت کی طرف توجہ دیں۔

جو شخص عربی زبان، اس کے اسلوب، اور اس کی خصوصیات دلوازمات کی معرفت کے بغیر قرآن وحدیث کے احکامات وتعلیمات وغیرہ کو حاصل کرنا چاہے گا تو گویا اس نے ایسی دلالتوں ومعانی کے سمجھنے وحاصل کرنے میں اپنے ذہن کو استعمال کیا جس سے وحی الٰہی کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اس نے غلط مفہوم اور شارع کے مقصود ومراد سے بعید کام میں اپنا ذہن صرف کرے گا۔

---

(۱) سورۃ المزمل: ۲۰۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۸۶۔

(۳) سورۃ التحریم: ۷۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں "**القرآن نزل بلسان العرب علی الجملة فطلب فهمه إنما يكون من هٰذا الطريق خاصة**" (۱) (قرآن مکمل طور پر عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے، لہذا خاص اسی طریقے سے اس کو سمجھنا مطلوب ہے)۔

دوسرا مطلب: کیا غیر عربی زبان میں قرآن کو سمجھنا ممکن ہے؟

ابھی ماقبل میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قرآن کریم کو اسی زبان میں سمجھا جا سکتا ہے جس میں وہ نازل ہوا ہے اور زمانۂ نزول میں عربوں کے مخصوص طرز تخاطب اور اسلوب کے مطابق ہی اس کو سمجھنا ممکن ہے، غیر عربی زبان میں قرآن کریم کو سمجھنا یقیناً ناممکن ہے۔

الف- خواہ زمانۂ نزول کے علاوہ کسی زمانہ کی عربی زبان میں ہو، اس لئے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے چند کلموں یا عبارتوں یا انداز و اسلوب ہی کی سطح پر ہی صحیح کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل اور اتار چڑھاؤ عربی زبان انداز میں ضرور واقع ہوا ہو اور نزولِ وحی کے زمانہ کی مخصوص عربی زبان میں کسی قدر تغیر ہو جانے کی وجہ سے شریعت کی مراد اور اس کے مقصود سے دور ہو جائے۔

ب- یا بالکل عربی زبان ہی نہ ہو، بلکہ اس کے علاوہ کوئی عجمی زبان ہو جس کی الگ خصوصیات خاص اسالیب ہوتے ہیں، جن سے لازمی طور پر کلی یا جزئی عربی زبان کے مدلولات ومعانی تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔

تیسرا مطلب: شریعت کا امی یا عالم ہونا

امام شاطبیؒ کے قول کے مطابق شریعت اسلامیہ امّی ہے، کیوں کہ صاحب شریعت امّی تھے اور چند مصلحتوں کے اعتبار سے یہی قول زیادہ بہتر ہے، شریعت کے امّی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس کے احکام ومنہیات کو جاننے کے لئے علم ریاضی اور کسی دوسرے دنیاوی

---

(۱) الموافقات ۲/ ٦۴۔

علم کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ شریعت اگرامّی نہ ہوتی تو عرب ہوں یا غیرعرب بیشتر لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا آسان نہ ہوتا کیوں کہ ایسی صورت میں شریعت کے احکام ومنہیات کو سمجھ کراس پرعمل کرنے کے لئے وسیلہ کے طور پر دوسرے علوم کی ضرورت ہوتی پھران علوم کو سمجھ کران کے اور قرآن کریم کے درمیان تطبیق کی ضرورت ہوتی جو اکثر عرب اور غیرعرب کے لئے بہت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ یہ بحث احکام سے متعلق قرآن کے اجزاء کے بارے میں ہے اس لئے کہ لازمی طور پر بیشتر عرب اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور اسرار وحکم، مواعظ وعبرتیں تو خواص ہی سمجھ سکتے ہیں جبکہ خواص بھی اللہ کی توفیق کے مطابق اسرار وحکم وغیرہ کے سمجھنے میں مختلف درجات رکھتے ہیں(۱)۔ اسی بنیاد پر امّی ہونے کے باوجود عالم ہونے کی خصوصیات شریعت میں پائی جاتی ہیں اور ہر زمان ومکان اور ہر حال واحوال میں عمل کرنے والوں کو شریعت متوجہ کرتی ہے۔

چوتھا مطلب: شریعت اسلامیہ کے امّی ہونے کے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلاً مِنهُمْ“(۲)(وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیمبر بھیجا)۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فَآمِنُوْ بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ النَّبِیِّ الاُمِیِّ الَّذِیْ یُؤمِنُ باللّٰهِ وَ کَلِمَاتِهِ“(۳)(سو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے امی رسول ونبی پر جو خود ایمان رکھتا ہے اللہ اور اس کے کلاموں پر)، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إنَّا أمة أمية“(۴)(ہم امی قوم

(۱) الموافقات ۲/۶۹ شرح عبداللہ دراز سے کچھ تبدیلی کے ساتھ۔

(۲) سورۃ الجمعہ: ۲۔

(۳) سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔

(۴) سنن ابوداؤد، کتاب الصوم، باب: الشهر یکون تسعًا وعشرین کے ذیل میں مذکورہ حدیث کا ایک حصہ۔

ہیں)اور ایک موقع پر فرمایا "إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا و هكذا" (ہم ان پڑھ قوم ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کا علم رکھتے ہیں مہینہ اس اس طرح ہے)۔

پانچواں مطلب: امّی ہونے کی حقیقت اور اس کا مفہوم

لفظ "امی" نسبت ہے اُمّ (ماں) کی طرف، امی اس شخص کو کہتے ہیں جو اسی اصل پر باقی ہو جیسا اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو گویا وہ اصلِ خلقت پر ہو۔

امیت کا مفہوم تو وہی ہے جو حدیث میں آیا ہے: "إنا أمة أمية لانكتب ولا نحسب" جس کا مفہوم حساب و کتابت کا علم نہ رکھنا ہے۔

نزول وحی کے زمانہ میں عرب کی صورتِ حال پر نظر رکھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ وہ لوگ بہت سے علوم وفنون میں دلچسپی رکھتے تھے، لیکن علم ریاضی وغیرہ دوسرے علوم میں ان کو مہارت حاصل نہیں تھی اور نہ ہی اس میں بہت زیادہ منہمک تھے(۱)۔ اس وقت کے عربوں کے مزاج اور ماحول میں غور کرنے سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اس زمانے میں بحث و تحقیق کے میدان میں ترقی اور وہ باریک بینی و دقتِ نظر نہیں تھی جو بعد میں دیکھنے کو ملی۔

زمانۂ نزولِ وحی میں عربوں کی دلچسپی کے چند علوم (۲)

۱- علم نجوم اور اس سے متعلق چیزیں، مثلاً بحر و بر میں ستاروں سے راہنمائی حاصل کرنا۔

۲- بارش اور اس کے اوقات، بادلوں کی تخلیق سے متعلق اور ہواؤں سے متعلق علوم۔

(۱) حاشیہ الموافقات لعبداللہ دراز ۲/۶۹۔

(۲) الموافقات ۲/۷۱۔

۳- علم تاریخ اور گزری ہوئی قوموں کے احوال وواقعات کا علم۔

۴-نقصاندہ اور گمراہ کرنے والے عقائد کا علم جیسے طِیرَہ (بدشگونی)، علم کھانتہ (غیب کی باتیں جاننے کا علم جس سے کاہن غیب کی خبریں دیتا ہے)، کنکریوں سے مارنا (جادو کا ایک عمل)، خط رمل (ایک علم ہے جس میں ریت پر لکیریں کھینچ کر آئندہ کے احوال معلوم کرتے ہیں، شریعت اسلامیہ نے ان علوم کو باطل قرار دیا ہے اور صرف نیک شگونی کی اجازت دی ہے۔

۵-امیوں اور پہلے کے لوگوں کے تجربوں سے ماخوذ علم طب۔

۶-فصاحت وبلاغت کے فنون کا علم۔

۷-ضرب المثل محاوروں وکہاوتوں کا علم

۸- زیادہ فضیلت والے اصول پر قائم رہنا، جیسے قصاص، دیت کی تعیین، عاقلہ پر دیت کو واجب کرنا، قیافہ شناسوں کے ذریعہ بچے کو باپ سے ملانا، مشعر حرام میں ٹھہرنا، مخنث کے بارے میں حکم، قسامت (قصاص کے بدلہ دیت پر راضی ہونا یا وہ قسم جو وارثین مقتول کو دی جائے)، وراثت میں مذکر کے لئے مونث کا دوگنا حصہ متعین کرنا، ان تمام خوبی اور فضیلت والی چیزوں کو اسلام نے باقی رکھا اور جو چیزیں بے ہودہ ولغو تھیں ان کو رد کر دیا جیسے جوا، شراب، سود اور باغیانہ کارروائی۔

شریعت کے امّی ہونے کا مفہوم

الف-شریعت کے امّی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ حاملین شریعت وصاحبان شریعت امی ہیں یعنی وہ اپنی خلقت اور فطرت پر ہیں، نہ تو انہوں نے بہت زیادہ علم حاصل کیا اور نہ اس کی طرف توجہ مرکوز کی۔

ب-شریعت اگر امی نہ ہوتی تو اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان نہ ہوتا، لیکن اس

کے باوجود شریعت اسلامیہ میں ہر زمانے کے مطابق علوم ہیں، ہر زمانہ کو عام ہے اور ہر زمانہ کے مطابق اور ہم آہنگ ہے۔

مذکورہ عبارتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امّی ہونے کا مطلب اشیاء اور ان کی حقیقتوں سے مطلق جہالت یا ادبی وانسانی اور تمام دنیاوی علوم وفنون سے عدم معرفت نہیں ہے، ایک طرف شریعت کے امی کا مفہوم یہ ہے کہ علوم ریاضیہ اور دوسرے علوم دنیویہ میں حد درجہ دلچسپی اور انہماک نہ ہوتو دوسری طرف اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ شریعت کے امّی ہونے سے مراد ایسا وصف ہے جس کے مطابق شریعت وارد ہوئی ہے، یعنی احکام انہی چیزوں کے ساتھ وارد ہوئے ہیں جو عربوں کے نزدیک ان کی زبان ولغت اور طرز تخاطب واسلوب میں معروف ومشہور تھے، شریعت نے ایسی چیزوں کے ساتھ ان کو مخاطب نہیں کیا ہے جس کو نہ وہ جانتے ہوں یا اس کا معنی نہ سمجھ سکیں، خواہ لفظ کے اعتبار سے ہو یا اس کی دلالت اور اسلوب کے اعتبار سے، یا ان اسبابِ فہم کی جہت سے ہو جو ان کی علمی وعملی طاقت سے بالا ہو، گویا حیات وکائنات اور روح وتاریخ وغیرہ کے علم میں ان علوم کی باریکیوں اور نظری وعمومی جزئیات پر عمل معلق ہے اور ان تمام چیزوں کا مقصد احکام کو سمجھنے، اس کو بروئے کار لانے اور عمل کرنے پر زمانۂ رسالت میں عربوں اور مختلف دوسرے زمان ومکان میں عام لوگوں کو ماہر بنانا ہے، اسی وجہ سے اعتقاد وعمل سے متعلق تمام احکام کا سمجھنا ایک امّی (اَن پڑھ) کی وسعت وقدرت میں ہے تاکہ ان احکام کے حکم کے تحت وہ بھی داخل ہو سکے یعنی احکام کا سمجھنا، ذہن میں مستحضر رکھنا، اسی پر عمل کرنا وغیرہ سب بندوں کی طاقت وقدرت کے دائرہ میں ہیں خواہ وہ احکام ایمان وعقیدہ وتصور وتصدیق سے متعلق ہوں یا عبادات ومعاملات اور نکاح وجنایات سے اور ان تمام چیزوں سے جن سے امر ونہی یا عمل وترک عمل کے اعتبار سے احکام اور شارع جلّ مجدہٗ کے مقاصد متعلق ہیں۔

حق بات تو یہ ہے کہ شریعت کے وضع کرنے اور اس کا مکلّف بنانے سے شارع کا

مقصد ہی امّی و غیر امّی تمام بندوں کو احکام کو سمجھنے اور عمل کرنے پر قادر بنانا ہے، کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ احکام بندۂ مکلّف کی طاقت سے باہر ہوتے اور اس کو ایسے احکام کا مکلّف بنانا لازم آتا جو اس کی قدرت و استطاعت میں نہیں ہے اور یہ محال و ممنوع ہے، پھر عربوں کی معروف و رائج زبان میں وحی کا نازل ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اعجازِ قرانی کی حقیقت ظاہر ہو جائے اور اس کا مثل و بدل لانا کسی کے لئے ممکن نہیں ہے، جبکہ طرز تخاطب اور انداز گفتگو میں عربوں کے اسلوب و طریقہ کے مطابق قرآن نازل ہوا ہے اور یقیناً وحی نے ان کو ایسی ہی چیز کے ذریعہ چیلنج کیا ہے جس کی معرفت انہیں حاصل ہے اور مشق کرتے رہتے ہیں بلکہ اس میں مہارت رکھتے ہیں، تنوع پیدا کرتے ہیں اور اس زبان میں طرح طرح کی ایجادات بھی کرتے رہتے ہیں، اگر طرز تخاطب اور زبان و اسلوب میں عربوں کی عادت کے مطابق قرآن کریم نازل نہ ہوتا تو اس کے اعجاز کا کوئی مطلب و مقصد اور فائدہ نہ ہوتا، اس لئے کہ الفاظ و مفہوم کے اعتبار سے قرآن کا مثل لانے پر قادر نہ ہونے سے عرب و غیر عرب سب یہ کہتے ہوئے اپنا دامن چھڑا سکتے تھے کہ یہ قرآن ایسے اسلوب میں نازل ہوا ہے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں اور جب ایسا ہوتا تو قرآن کریم کا ان کو چیلنج کرنا صحیح نہ ہوتا، نہ ان کو لاجواب سمجھا جاتا اور نہ قرآن کا یہ اعجاز باقی رہتا۔

پانچویں بحث:

مکلّف کو خواہشات کے دائرہ سے نکال کر عبادت واطاعت کے دائرہ میں داخل کرنا

یہ بحث درج ذیل نکات اور مسائل سے متعلق ہے:

پہلا مسئلہ: اللہ کی عبادت کے مقاصد کا حصول اور خواہشات نفسانی کی مخالفت، اس کے معنی ومفہوم کی وضاحت اور شرعی نصوص، احکام اور روزمرہ کے تجربات سے دلائل کی فراہمی۔

دوسرا مسئلہ: ایسا عمل جس میں خواہش نفس اور شارع کا مقصد دونوں شامل ہوں، اس کے مفہوم کی وضاحت اور اس کی مختلف صورتوں اور حیثیتوں میں اس کا حکم۔

تیسرا مسئلہ: اصلی اور ضمنی مقاصد- ان کی حقیقت، مثالیں اور ایک دوسرے سے تعلق کی نوعیت۔

پہلا مطلب: مکلّف کی ذمہ داری- خدا کی عبادت اور خواہش نفس کی مخالفت

تمام شرعی احکام اور اسلامی تعلیمات کا مقصد اللہ تعالی کی کامل عبودیت کو تقویت بخشنا اور انسان کو خواہشات نفس کے دائرہ سے نکال باہر کرنا ہے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: ''شریعت کا مقصد مکلّف کو خواہشات کے دائرہ سے نکال لینا ہے تا کہ وہ بلا ارادہ خدا کا بندہ ہونے کے ساتھ ساتھ برضا ورغبت خدا کا بندہ بن سکے'' (۱)۔

---

(۱) الموافقات ۲/۳۰۱۔

اس بات کے دلائل کہ بندے خدا کی عبادت اورخواہشات نفس کی مخالفت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں:

۱-شرعی نصوص سے دلائل

قرآن، حدیث، اجماع اور اسلامی آثار میں اس بات کے بہت سے دلائل ہیں کہ بندے خدا کی عبادت اوراس کے احکام وہدایات کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض دلائل درج ذیل ہیں:

اللہ تعالی کا فرمان:"**وماخلقت الجن والإنس إلا ليعبدون**"(۱) (ہم نے جنوں اورانسانوں کوصرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے)۔

ارشادخداوندی:"**وأمر أهلك بالصلاة واصطبر عليها لا نسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوى**"(۲) (اپنے گھر والوں کونماز کی تلقین کرواوراس پرثابت قدم رہو،ہم تم سے رزق کا مطالبہ نہیں کرتے،تمہیں رزق عطا کرتے ہیں اور بھلاانجام تقوی ہی کا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد:"**يا أيها الناس اعبدوا ربكم الذى خلقكم والذين من قبلكم لعلكم تتقون**"(۳) (اے لوگو!اپنے رب کی بندگی کروجس نے تمہیں اورتم سے پہلے کےلوگوں کو پیدا کیا ہے تا کہ تم بچ سکو)۔

اللہ تعالی کاارشاد:"**واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً**"(۴) (اللہ کی بندگی کرو

---

(۱) سورہ ذاریات:۵۶۔

(۲) سورہ طہ:۱۳۲۔

(۳) سورہ بقرہ:۲۱۔

(۴) سورہ نساء:۳۶۔

اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ)۔

اللہ تعالی کا ارشاد: "**ولقد بعثنا فی کل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت**"(۱) (ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا اس پیغام کے ساتھ کہ خدا کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)۔

رسول اللہ ﷺ کا قول: "**حق الله علی العباد أن یعبدوه ولا یشرکوا به شیئاً**"(۲) (بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں)۔

خواہشات کی پیروی اور شرعی احکام سے انحراف کے مذموم ہونے کے دلائل

اللہ تعالی کا فرمان: "**فأما من طغی وآثر الحیاة الدنیا فإن الجحیم هی المأوی**(۳) (جس شخص نے نافرمانی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے)۔

اللہ تعالی کا ارشاد: "**وأما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فإن الجنة هی المأوی**"(۴) (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا، تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**أفرأیت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله علی علم**"(۵) (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہشات کو اپنا معبود بنالیا تو اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کردیا)۔

---

(۱) سورہ نحل: ۳۶۔

(۲) مکمل حدیث کے لئے دیکھیں: صحیح مسلم: کتاب الایمان؛ باب-الدلیل علی أن من مات علی التوحید۔

(۳) سورہ نازعات: ۳۷-۳۹۔

(۴) سورہ نازعات: ۴۰-۴۱۔

(۵) سورہ جاثیہ: ۲۳۔

ارشاد خداوندی ہے: "ولو اتبع الحق أهوائهم لفسدت السموات والأرض ومن فيهن"(۱)(اگرحق ان کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو آسمان وزمین اوران کے درمیان کی ساری چیزیں فساد سے بھر جائیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "أولئک الذین طبع الله علی قلوبهم واتبعوا أهوائهم"(۲) (یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی)۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:"أفمن کان علی بینةمن ربه کمن زین له سوء عمله واتبعوا أهوائهم"(۳)(کیاوہ شخص جواپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے ان کی طرح ہوسکتا ہے جن کے لئے ان کے اعمال کوخوبصورت بنادیا گیااورانہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا)۔

امام شاطبی فرماتے ہیں:"ان دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شارع کا مقصد بندوں کوخواہشات کی پیروی سے نکال کراللہ تعالی کی اطاعت میں داخل کر دینا ہے"(۴)۔

۲-احکام سے متعلق دلائل

جملہ شرعی احکام اور وہ سارے واجبات او رمنہیات جو اطاعت وفرمانبرداری اور عبادت کا درس دیتے ہیں،اس بات کے واضح دلائل ہیں کہ بندوں کی تخلیق خدا کی عبادت اور انہیں خواہشات نفسانی سے باز رکھنے کے لئے ہوئی ہے۔ یہ احکام ہمیں بتاتے ہیں کہ انسانی

---

(۱) سورہ مومنون:۷۱۔

(۲) سورہ محمد:۱۶۔

(۳) سورہ محمد: ۱۴۔

(۴) الموافقات ۲/۱۷۰۔

معاملات کو خدائی تعلیمات اور ہدایات کے مطابق انجام دیا جائے، من چاہی خواہشات اور رجحانات کا ان میں کوئی عمل دخل نہ ہو جو کہ ہر آن بدلتی اور باہمی تعارض وتناقض سے دوچار رہتی ہیں۔

یہ شرعی واجبات اور منہیات توحید وعقیدہ، عبادات اور معاملات پر مشتمل ہیں:

الف- توحید اور عقیدہ کی سطح پر: مکلّف کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کو ایک جانے اور فرمانبرداری، عبادت، توکل، دعاء، خوف ورجاء، خشیت ومحبت، موالات، قربانی، تقرب اور دیگر تمام ہی معاملات وجذبات کو خدائے واحد کے لئے خاص رکھے۔ اسے عقیدۂ اسلامی کے تمام ارکان مثلاً فرشتوں پر ایمان، پچھلی کتابوں، انبیاء اور یوم آخرت کی تصدیق کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح مکلّف کو شرک، ریا، نفاق، اشخاص اور بتوں کی عبادت اور قبروں، شعائر اور عادات وروایات کی تقلید سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے، غرض یہ کہ اسے ہر اس چیز سے منع کیا گیا ہے جو صحیح اسلامی عقیدہ ـــــ خدائے واحد کی عبادت، اسی کی تقدیس، خالص اسی کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کے اسماء وصفات اور افعال میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانے ـــــ کے منافی ہو۔

ب- عبادات کی سطح پر: مکلّف کے اپنے رب سے تعلق کو سنوارنے کے لئے بہت سے احکام مشروع کئے گئے ہیں، مثلاً نماز، رمضان کے روزے، زکوۃ وصدقات کی ادائیگی، حج وعمرہ کی ادائیگی، کفاروں اور قسموں کو پورا کرنا، اس کے علاوہ حصول قرب کے لئے نوافل، اذکار اور دیگر متعدد نیک کام جو انسان کے اندر رغبت وخوف کے جذبات پیدا کرتے ہیں، اس کے اندر خدا کی فرمانبرداری اور اس کے احکام کی اطاعت کے جذبات پروان چڑھاتے ہیں اور اسے کاہلی، سستی، غفلت اور عیش وآرام کی کثرت جیسی بری اور خسیس عادات واطوار سے محفوظ رکھتے ہیں۔

ج- معاوضہ سے متعلق معاملات کی سطح پر: خرید وفروخت، اجارہ، ہبہ اور وصیت کو مشروع قرار دیا گیا اور چوری، دھوکہ دہی، فریب، غصب، سود، رشوت اور لوگوں کا مال غلط طریقہ سے ہڑپ کرنے کی تمام ہی صورتوں کو ممنوع قرار دیا گیا، ان احکام کا مقصد نفس کو انصاف اور عدل واستقامت پر ابھارنا اور اسے خودغرضی، حرص وطمع، مختلف حیلوں بہانوں سے لوگوں کے مال ہڑپ کرنا اور انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے فریب دہی جیسی عادتوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

د- نکاحوں سے متعلق معاملات کی سطح پر: نکاح کو مشروع قرادیا گیا، اس کی ترغیب دی گئی اور اسے آسان اور سہولت بخش بنانے پر زور دیا گیا، جبکہ زنا، باہمی اختلاط، شہوانی نگاہ اور عزت کی پامالی سے روکا گیا، خلوت سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے فتنہ میں مبتلا ہونے اور زنا کے سرزد ہونے کا اندیشہ ہے، اسی طرح زنا، لواطت اور جانوروں سے بدفعلی کے مرتکب ہونے والے نافرمان اور بگڑے ہوئے لوگوں کے لئے سزائیں مقرر کی گئیں، خواہ انہوں نے یہ کام خفیہ طور پر کئے ہوں یا اعلانیہ، انہیں باہمی رضامندی سے انجام دیا گیا ہو یا زور زبردستی سے اور یہ غیرشادی شدہ لوگوں سے سرزد ہوئے ہوں یا شادی شدہ لوگوں سے۔

ان احکامات کا مقصد نسل، عزت اور نسب کی حفاظت ہے تاکہ انہیں خلل اندازی، انتشار، بربادی اور پامالی سے محفوظ رکھا جاسکے۔ ان کا مقصد عفت وکرامت اور ان اخلاقی اور انسانی اقدار کی حفاظت ہے جو مختلف حالات میں تمام ہی قوموں اور نسلوں کے درمیان مسلم ہیں۔

ان احکامات کے مقاصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نفس انسانی کی تربیت اور تزکیہ کیا جائے اور اسے گمراہی وضلالت کے مظاہر، بدلی سے محبت، حرام خوشیوں کے تعاقب میں رغبت اور بلاکسی قید اور ضابطہ کے چند گھڑی کی جنسی لذتوں کے حصول کی خواہش سے پاک صاف کیا جاسکے۔ دنیا میں بیشتر ممالک کی صورت حال اس حقیقت کی غماز ہے جہاں جنسی اباحیت، اخلاقی بحران اور اقدار کی پامالی مختلف صورتوں اور میدانوں میں عام ہے۔

انہی مقاصد میں سے نفس کو صبر، قربانی، استقامت اور عفت و پاکیزگی کا عادی بنانا ہے اور اسے نفسانی خواہشات اور ایسے وسوسوں اور خیالات کی مخالفت پر آمادہ کرنا ہے جو شہوت کی بدترین راہ کو ملمع ومزین کر کے پیش کرتے ہیں اور اسے عظیم ترین مقصد، خوبصورت ترین خواہش وآرزو اور انسان کی خوشیوں کے لئے سب سے عظیم شئ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

شادی بیاہ سے متعلق سارے احکام استقامت اور عفت و پاکیزگی کے حصول، نسب اور نسل کی حفاظت اور نفس کو خواہشات کے دائرہ سے نکال باہر کرنے ہی کے لئے مشروع کئے گئے ہیں۔ شادی کی ترغیب، اسے آسان بنانے پر زور، شادی نہ کرسکنے کی صورت میں صبر سے کام لینے اور خدا پر بھروسا کرنے کی تلقین اور ساتھ ہی روزہ رکھنے کا حکم جو نفس کی حفاظت کا ذریعہ ہے، نظر نیچی رکھنے اور خلوت واختلاط سے بچنے کا حکم اور اس طرح کے دیگر تمام احکام کا مقصد دراصل انہی عظیم مقاصد کا حصول ہے۔

ہ-قتل اور جنایات سے متعلق معاملات کی سطح پر: قتل عمد، سرکشی، جنگ جوئی، ڈاکہ زنی، لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور زمین میں فساد پھیلانے کے سارے ہی طریقوں کے لئے قصاص، حدود اور دیگر سزائی تجویز کی گئی ہیں۔

یہ سزائیں اس لئے متعین کی گئی ہیں تا کہ انسانی زندگی کی حفاظت کی جائے، ظلم وتعدی اور انتقام کی راہ بند کی جائے، ظالموں کی زجر وتوبیخ کی جائے اور ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کا ارتکاب نہیں کیا، قتل، فتنہ وفساد اور ڈرانے دھمکانے جیسے کاموں سے باز رکھا جا سکے جن پر شیطان انہیں بہلا پھسلا کر کسی وقت آمادہ کرسکتا ہے۔

ان مقاصد میں نفس انسانی کو استقامت اور عدل وانصاف پر قائم رکھنا، انتقام اور بدلے کے جذبات کو اس سے دور کرنا اور نفس انسانی کی حرمت، انسانیت کی تکریم اور زندگی اور امن وسکون میں اس کے حق کے استخفاف سے اسے باز رکھنا بھی شامل ہے۔

اگر افراد اور معاشرے بلا قید و بند نفسانی خواہشات کے غلام بن جائیں تو باہمی تعامل کی بنیادیں منہدم ہو جائیں گی، نظام زندگی مفلوج ہو جائے گا، فتنہ وفساد عام ہو جائے گا اور قتل کی وارداتوں میں بے حد وحساب اضافہ ہو جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ خرید وفروخت، شادی بیاہ اور قتل وجنایات کے ابواب میں نہایت دقیق اور منظّم احکام بیان کئے گئے ہیں تا کہ انسانی زندگی کے نظام کی حفاظت کی جائے اور اسے صحیح سالم برقرار رکھا جائے اور لوگوں کی جان، عقل، عزت وآبرو، نسب اور مال کی حفاظت کی جائے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک لوگوں کو ان کی منحرف خواہشات سے پھیر کر انہیں ذاتی استقامت اور رضامندانہ التزام پر آمادہ نہ کرلیا جائے، یا پھر انہیں اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ اس کے احترام اور اس کی رعایت کے لئے تیار کرلیا جائے تا کہ حق تنہا اتباع کا مستحق رہے اور وہ لوگوں کی خواہشات کے تابع نہ رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ولو اتبع الحق أهوائهم لفسدت السماوات والأرض ومن فيهن بل أتيناهم بذكرهم فهم عن ذكرهم معرضون**" (۱) (اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزیں فساد سے بھر جائیں، بلکہ ہم انہیں ان کا اپنا ذکر ہی پیش کر رہے ہیں تو وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرعی احکام پانچ طرح کے ہو سکتے ہیں: واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح، ان میں سے وجوب اور تحریم ظاہر ہے کہ اختیار کے تحت حاصل ہونے والی آزادی سے قطعی متصادم ہیں۔

رہے وہ احکام جو مندوب، مکروہ یا مباح ہیں، تو اگرچہ یہ بظاہر مکلّف کے اختیار کے تحت آتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ مکلّف کے اختیار میں اس لئے آتے ہیں کہ شارع نے انہیں یہ

---

(۱) سورہ مومنون: ۷۱۔

اختیار عطا کیا ہے، اس طرح اصل کے اعتبار سے وہ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔

چنانچہ تمام ہی احوال میں یہ پانچوں اقسام کے شرعی احکام مکلّف کو خواہشات کے دائرہ سے نکالنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

۳-واقعاتی شواہد

وہ واقعاتی شواہد جن سے نفس کی مخالفت کی تاکید ہوتی ہے، درج ذیل ہیں:

تجربات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ بلا روک ٹوک خواہشات کے پیچھے بھاگنے اور کئی کشتیوں پر سوار ہونے والا شخص کبھی بھی دینی اور دنیوی مصالح کو حاصل نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ فتنہ وفساد، باہمی جنگ وقتال اور ہلاکت کی صورت میں سامنے آتا ہے اور یہ ان مصالح کے بالکل برعکس ہے۔ یہ بات تجربات اور مستقل واقعات کی روشنی میں بالکل معروف ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص خواہشات کا اتباع کرتا ہے اور ان کے پیچھے پیچھے تمام وادیوں کی سیر کرتا ہے، اس کو تمام ہی لوگ مذموم سمجھتے ہیں، حتی کہ وہ لوگ جن کے پاس کوئی شریعت نہیں ہے جس کی وہ پیروی کرسکیں، یا وہ لوگ جن کے پاس شریعت تو ہے لیکن وہ پامال ہوچکی ہے، اپنے دنیوی مصالح کی حصولیابی کے لئے اسے ہر اس شخص سے محفوظ رکھتے ہیں جو اپنی خواہشات کا پیرو ہو۔ اس بات پر تمام لوگوں کا اتفاق اس کی صحت کی دلیل ہے۔

دنیوی مصالح میں فوائد کا حصول، جسے سیاست مدنیہ کہا جاتا ہے اسی اصول پر مبنی ہے، یہ ایسا معاملہ ہے جس کی صحت پر عقلی ونقلی بے شمار دلائل موجود ہیں اور اس کے لئے مزید دلائل فراہم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے(۱)۔

اسی وجہ سے خواہش کی اتباع کو قانون کی مخالفت شمار کیا جاتا ہے، خواہشات کا پیروکار

(۱) موافقات میں امام شاطبی کی گفتگو سے ماخوذ۔

اپنے ملک کے نظام سے منحرف اور باغی قرار پاتا ہے اور وہ قابل مواخذہ اور عدالتی کارروائی کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ قانون اور نظام بنائے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ اس سے شہری معاملات کی تنظیم کی جائے، لوگوں کی خواہشات پر قدغن لگایا جائے اور انہیں غیر ذمہ دارانہ تصرف اور غیر منظّم طرز زندگی سے نجات دلائی جائے۔

تمام قوانین اور نظاموں کا یہی مقصد ہے اس سے قطع نظر کہ وہ اچھے ہیں یا خراب۔

دوسرا مطلب: ایسا عمل جس میں خواہش نفس اور شارع کا مقصد دونوں شامل ہوں

ایسا عمل جو شارع کے مقصد کے مطابق ہو اور اس میں نفس کی خواہش اور رجحان کا کوئی دخل نہ ہو، اس کی صحت اور حقانیت میں کوئی شک نہیں اور امید ہے کہ خدا تعالی اسے قبول فرمائے گا اور اس سے راضی ہوگا۔

اب اگر عمل ایسا ہو جس میں شارع کے مقصد اور شرعی تعلیمات کے ساتھ ساتھ خواہش نفس بھی شامل ہو تو غور کیا جائے گا کہ اس کے نتائج میں کون سا پہلو غالب اور بڑھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ویسے یہ بات بتا دینا نہایت ضروری ہے کہ محفوظ اور محتاط روش یہی ہے کہ عمل کو خواہش نفس، لذتوں اور رغبتوں کے ہر شائبہ سے محفوظ رکھا جائے، خواہ وہ شارع کے مقصد کے مطابق ہی کیوں نہ ہو، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواہشات کبھی انسان کو شریعت کے مقصود اور مدعا سے منحرف کر دیں، یا کبھی ایسا ہو کہ یہ خواہشات غالب آجائیں اور شریعت ان کے تابع اور مغلوب ہو جائے۔

ان دونوں قواعد کی تفصیل نیچے بیان کی جارہی ہے:

مقصد- ''اللہ تعالی کی عبادت اور خواہشات نفس سے انحراف''- سے اخذ کردہ قواعد

اس اصول سے ہم دو قواعد اخذ کر سکتے ہیں:

پہلا قاعدہ

ایسا عمل باطل ہے جو شریعت کے بجائے خواہشات کے تابع ہو، کیونکہ اصل شریعت کی اتباع ہے، خواہشات کی نہیں۔

دوسرا قاعدہ

خواہشات کی اتباع مذموم ہے خواہ وہ شریعت کے دائرہ میں ہو، یہ اس اندیشہ سے ہے کہ کہیں انسان خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہوئے، لوگوں کی تعریف اور خوشنودی کے حصول کی خواہش میں اور ان کی طرف سے جو مادی اور معنوی تحسین وتکریم اسے حاصل ہوتی ہے اس کی خواہش میں شریعت کے دائرہ سے نکل کر اس کی مخالفت پر نہ آمادہ ہوجائے، یہ چیز ریاکاری اور شہرت تک لے جاتی ہے اور اس سے انسان کا عمل فاسد اور برباد ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ آغاز میں شرعی تعلیمات اور مقاصد کے مطابق رہا ہو۔

پہلا قاعدہ: ایسے عمل کا باطل ہونا جو شریعت کے بجائے خواہشات کا تابع ہو

ایسا عمل جس میں انسان اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور شریعت کے اوامر ونواہی کو نظر انداز کردے، وہ قطعاً باطل اور فاسد ہے۔

ہر وہ فعل جو امر ونہی اور اختیار کے احکام کو مدنظر رکھ کر انجام دیا گیا ہو درست اور حق ہے، کیونکہ اس کی ادائیگی میں اسی طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور اسے انجام دینے والے نے اسے کرتے وقت شارع کے مقصد کو ملحوظ رکھا ہے، لہذا ظاہر ہے کہ یہ عمل درست ہے۔

اور اگر کسی کام میں دونوں امور شامل ہوں تو حکم غالب اور سابق کے اعتبار سے لگایا

جائے گا۔

غالب کا مفہوم یہ ہے کہ اس عمل پر تحریک میں اس کا زیادہ حصہ ہو۔

سابق کا مفہوم یہ ہے کہ جو پہلے واقع ہوا ہے، یعنی مکلّف نے شارع کے حکم پر عمل کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کے لئے مشروع طریقہ کو اختیار کیا، نتیجتاً اس نے دونوں چیزیں پالیں:

☆ شارع کے مقصد کی موافقت۔

☆ ایسے شرعی حکم کی انجام دہی جو اس کی خواہش کے مطابق تھا، کیونکہ شریعت بندوں کی مصلحت، منفعت اور رجحانات کی حفاظت کے لئے نازل کی گئی ہے۔

اگر کسی معاملہ میں غالب اور سابق خواہش ہو اور شارع کا حکم متبوع اور مغلوب ہو جائے تو وہ باطل اور فاسد ہوگا۔

امام شاطبی اس کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے حالت طہر میں صحبت کی، اس میں اس بات کا امکان ہے کہ اس نے خواہش کی پیروی کی ہو اور اس بات کا بھی کہ اس نے شریعت کے حکم کا اتباع کیا ہے، اب اگر وہ عورت حیض، روزہ یا احرام کی حالت میں ہوتی ہے اور وہ شخص اس کے پاس نہیں جاتا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی خواہشات حکم شرعی کے تابع ہیں، اور اگر وہ اس سے باز نہیں رہتا تو ظاہر ہے کہ اس کی خواہشات غالب ہیں۔

دوسرا قاعدہ: خواہشات کے اتباع کی مذمت گرچہ وہ شریعت کے مطابق ہوں

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ خواہشات کی اتباع جو شارع کے مقصد اور اس کی تعلیمات کے مطابق ہو انسان کو شریعت کے دائرہ سے خارج نہیں کرتی، لیکن یہ مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔

☆ کیونکہ اندیشہ ہے کہ یہ اوامر سے لاپروائی اور نواہی کے ارتکاب کا سبب بنے گی۔

☆ اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ چیز ریا کاری، نفاق اور شہرت پسندی کا سبب بنے گی، اور انسان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی مرضی کے مطابق عمل کے بجائے اپنی خواہشات کے مطابق عمل ہو جائے گا، جس کا نتیجہ خدائی احکام کی خلاف ورزی کی صورت میں سامنے آئے گا۔

اس کی مثال کے طور پر امام شاطبی کا درج ذیل قول (۱) پیش کیا جاسکتا ہے:

جو شخص اللہ کی اطاعت کے جذبہ سے کوئی عمل کرتا ہے، اسے اس عمل کے نتیجہ میں لذت حاصل ہوتی ہے، وہ اس سے بیش بہا نعمتیں حاصل کرتا ہے، علوم کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں بسا اوقات اسے کرامتیں عطا کی جاتی ہیں اور اسے اہل زمین میں مقبول بنا دیا جاتا ہے، پھر لوگ اس کے پاس کثرت سے اکٹھا ہونے لگتے ہیں، وہ اس کے گرد حلقے بناتے ہیں، اس سے استفادہ کرتے ہیں اور اسے اپنی دنیوی اور اخروی متعدد اغراض کے لئے پیشوا اور رہنما تسلیم کرتے ہیں، جو لوگ نیکی کی راہ کے مسافر ہوت ہیں، نماز، روزہ، طلب علم اور خلوت میں عبادت جن کا شعار ہوتا ہے اور جو راہ خیر کو اپنا لیتے ہیں، انہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جب انہیں یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو ان کا نفس اس سے خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہے، اسے ایک انوکھی لذت اور دولت نصیب ہوتی ہے، جس کے سامنے دنیا اور اس کی نعمتیں حقیر نظر آنے لگتی ہیں۔

اسی لئے بعض صوفیوں کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ”اگر بادشاہوں کو ان نعمتوں کا پتہ چل جائے جو ہمیں حاصل ہیں تو وہ ہم سے جنگ کر کے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں گے“۔ اگر معاملہ کی حقیقت یہی ہے تو گویا نفس انسان کو ان امور پر آمادہ کرتا ہے جو بعد میں ان نتائج سے بہرہ ور کرتے ہیں، لہذا وہ ان اعمال کا محرک یا بالفاظ دیگر ان پر سابق یا غالب ہو گیا۔ اور یہیں

(۱) دیکھئے: الموافقات ۲/۱۷۵۔

اس رتبہ کا زوال شروع ہو جاتا ہے، خدائے تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ اسی وجہ سے اگر نیک کاموں میں خواہش کی شمولیت میں جملہ مذموم نہیں، تو بہر حال حقیقت ہے کہ یہ خواہش مذموم کی راہ ضرور دکھلاتی ہے۔ اس کی دلیل صوفیوں اور صالحین کے تذکروں میں جابجا ملتی ہے، لہذا اسے ثابت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

شاید نفس نماز، روزے اور خلوت میں عبادت کا شدید خواہش مند ہوتا ہے تا کہ اس کی خوشی، سرور اور لذت میں اضافہ ہو سکے، اسے کرامات حاصل ہو سکیں اور زمین میں اسے قبولیت عطا کی جائے۔ یہ تمام وہ خواہشات ہیں جو ایک عمدہ عمل میں شامل ہوتی ہیں، لیکن بسا اوقات وہ نفس پر غالب آ جاتی ہیں اور صاحب عمل کو اس کے مرتبہ سے گرا دیتی ہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عمل کرنے والا شخص شریعت کے احکام اور شارع کے مقصد کو مطمح نظر بنائے اور اسی کا اتباع کرے اور اپنی اس اطاعت کو ہر قسم کی نفسانی خواہش سے پاک رکھے خواہ وہ شارع کے مقصد کے موافق ہی کیوں نہ ہو، اسے چاہئے کہ ایسے امور ہیں جو شریعت کے مخالف اور شارع کے مقصد کے خلاف نہیں ہیں، جب وہ اپنی خواہش کی پیروی کرے، تو اس راہ کے خطرات اور اس سلسلہ میں معمولی انحراف سے بھی پوری طرح ہوشیار رہے، کیونکہ خواہشات کی پیروی خواہ مطلوب اور محمود امور ہی میں کیوں نہ ہو اسے ریا کاری، شہرت پسندی، لذتوں اور اغراض کے حصول اور لوگوں کی تعریف اور ان کی خوشنودی کے حصول کی خواہش تک لے جاتی ہے، اور یہ تمام چیزیں شریعت کے مقصد کے خلاف، عمل کو باطل کر دینے والی اور دین و دنیا میں خسارے کا موجب ہیں۔

تیسرا مطلب: اصلی اور ضمنی مقاصد

شریعت کے مقاصد اصلی اور ابتدائی ہونے کے اعتبار سے اور ضمنی اور تکمیل ہونے کے

اعتبار سے دوطرح کے ہیں: ا-اصلی مقاصد، ضمنی مقاصد۔

ا-اصلی مقاصد کی تعریف

یہ وہ مقاصد ہیں جو شارع کو اصلی، ابتدائی اور بنیادی طور پر مطلوب ہیں، یعنی شارع نے بنیادی طور پر انہیں مقصد بنایا ہے، یہی بنیادی اور احکام کے اولین مقاصد ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ ضروریات ہیں جن میں مکلّف کا کوئی حصہ نہیں ہے، یعنی مکلّف انہیں کرنے اور ان کی حفاظت کا پابند ہے، وہ پسند کرے یا ناپسند اور وہ انہیں خوشی خوشی انجام دے یا مجبوراً۔

مقاصد اصلی کی مختصر مثالیں

الف- شادی کا مقصد اصلی: نسلوں کا بڑھنا اور دنیا کو آباد کرنا۔

ب- طلب علم کا مقصد اصلی: عبادت، اطاعت، تعلیم اور تبلیغ۔

ج- نماز کا مقصد اصلی: اللہ تعالی کی عبادت اور اسی کو سرفگندگی اور ذکر و اطاعت کے لئے خاص کرنا۔

د- محاضرات میں حاضر ہونے کا مقصد اصلی: علم کا حصول اور معارف وفنون سے آراستہ ہونا۔

۲- ضمنی مقاصد کی تعریف

یہ وہ مقاصد ہیں جو شارع کو اصلی مقاصد کے ضمن میں تکملہ کے طور پر مطلوب ہیں۔

ایک دوسری رائے کے مطابق یہ وہ مقاصد ہیں جن میں مکلّف کے اختیار کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس میں کئی کئی حاجیات اور کمالیات داخل ہیں، یعنی اس میں اس کی حاجت کا تقاضا بھی

شامل ہے جو ضرورت سے قریب ہے، گویا یہ ضرورت کی تکمیل کا فریضہ انجام دیتا ہے، اور اسی کے ساتھ اس کا تحسینی تقاضا بھی شامل ہے جن کی ضرورت اعلی ترین مراتب تک پہنچنے اور خوشحال زندگی اور عمدہ اخروی زندگی کے حصول کے لئے پڑتی ہے۔

مختصراً ضمنی مقاصد کی مثالیں

۱- شادی کے ضمنی مقاصد میں بیوی سے استمتاع، بچوں سے محبت اور عورت سے مودت ورحمت اور سکون کا حصول وغیرہ شامل ہیں۔

۲- حصول علم کے ضمنی مقاصد میں علمی فضیلت کا حصول، گفتگو کا موثر ہونا، احترام اور مناقب حمیدہ کا حصول ہیں۔

۳- نماز کے ضمنی مقاصد میں طہارت کا حصول، ستر کی حفاظت، قبلہ رخ ہونا، اذان کا اعلان اور اسلامی شعائر کا اظہار شامل ہیں۔

۴- محاضرات کے لئے حاضر ہونے کے ضمنی مقاصد میں سے شرکت وحاضری اور توجہ ہیں، اسی لئے محاضرات میں حاضری کو حصول علم کی ضمنی شرط قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اگر حاضری نہ ہو تو اصل مقصد یعنی حصول علم اور علوم وفنون میں رسوخ ادھورا رہ جائے گا۔

امام شاطبی کے یہاں مذکور چند تفصیلی مثالیں

امام شاطبی نے اصلی اور ضمنی مقاصد کی بہت ساری مثالیں تفصیل سے ذکر کی ہیں، تفصیل کے طالب مزید وضاحت کی خاطر ان سے رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض مثالیں نہایت اختصار سے ذکر کی جارہی ہیں:

۱- نماز کا مقصد اصلی اللہ تعالی کے سامنے سر جھکانا، اسے ہی اپنی توجہ کا مرکز بنانا اور اس کے سامنے اپنی ذلت اور عاجزی کا مکمل اظہار کرنا ہے۔

اس کے ضمنی مقاصد میں بے حیائی اور برائی سے روکنا، دنیا کی مشقتوں سے نکل کر سا کے ساتھ آرام پانا، رزق طلب کرنا، نماز استخارہ اور نماز حاجت کے ذریعہ حاجت روائی کرنا اور جنت کو پائے اور جہنم سے نجات کی صورت میں کامیابی وکامرانی کا حصول ہے۔

۲- روزہ کا اصلی مقصد خضوع، عبادت اور اطاعت ہے۔

اس کے ضمنی مقاصد میں باب ریان سے جنت میں داخلہ ملنا، کنوارے پن کی حالت میں پاکیزگی کی حفاظت کرنا اور شیطان کے وسوسوں سے پناہ حاصل کرنا ہے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: یہی حال ساری عبادتوں کا ہے، ان میں کچھ اخروی فوائد ہیں جو عام ہیں، اور کچھ دنیوی فوائد ہیں، یہ تمام فوائد اصلی فائدہ کے ضمن میں آتے ہیں اور وہ اصلی فائدہ اللہ کی اطاعت اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے(۱)۔

اصلی اور ضمنی مقاصد کے درمیان موازنہ

اصلی اور ضمنی مقاصد کے درمیان یکسانیت اور اختلاف کی مختلف صورتوں کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

۱- اصلی اور ضمنی دونوں ہی قسم کے مقاصد ان مقاصد شریعت کی قبیل سے ہیں جو شارع نے اپنے احکام اور ہدایات میں ملحوظ رکھے ہیں۔ یہ مل کر مقاصد کی بنیادوں کی تشکیل کرتے ہیں اور فرد، معاشرہ، امت، پوری انسانیت بلکہ تمام ہی مخلوقات کی دنیوی اور اخروی فلاح اور خیر و برکت کا سبب بنتے ہیں۔

۲- اصلی اور ضمنی مقاصد دونوں ہی معتبر شرعی دلائل سے ثابت ہیں۔ یہ مقاصد ان دلائل سے نص، اجماع، استنباط، اجتہاد اور استقراء کے ذریعہ اخذ کئے گئے ہیں۔

---

(۱) الموافقات ۲/ ۴۰۰۔

۳- اصلی مقاصد ہی اصل اور اساس ہیں اور ابتدائی اور بنیادی طور پر ثابت ہیں، ضمنی مقاصد، جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے، ضمنی طور پر ثابت ہیں اور اصلی مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

۴- اصلی مقاصد میں مکلّف کی کوئی مکمل یا غالب رغبت نہیں ہوتی جبکہ ضمنی مقاصد میں بے شمار رغبتیں اور منافع ہوتے ہیں جن کی انسان خواہش اور تمنا کرتا ہے اور یہ مقاصد ان رغبتوں اور خواہشات کے ہمرکاب ہوتے ہیں۔ اصلی مقاصد کے رغبتوں سے خالی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں فلاح اور منافع نہیں پائے جائے، اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ مکلّف ان کو کرنے کا قصد اپنی رغبت سے نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی خواہش کے بغیر انجام پاتے ہیں، بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ خواہی نخواہی انہیں کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر شادی کو لے لیں، ایک شخص شادی کا ارادہ اس لئے کرتا ہے کہ اس میں اس کی خواہشات کی تسکین اور مختلف منافع مثلاً استمتاع، راحت وسکون اور محبت کا حصول ہے، بنیادی طور پر دنیا کی تعمیر اور نسل کی بقاوتحفظ میں شریک ہونے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ دیگر وہ مقاصد بھی اس کے پیش نظر نہیں ہوتے جو اس کی خواہشات سے میل نہ کھاتے ہوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہونے میں جن کا کوئی خاص اثر نہ ہو۔

یہاں اس بات کی یاد دہانی ضروری ہے کہ اصلی اور ضمنی مقاصد دونوں ہی دنیوی اور اخروی فوائد کے حصول کا سبب بنتے ہیں اور یہ دنیا وآخرت میں سعادت وکامرانی کے ضامن ہیں۔

ایسا اس وجہ سے ممکن ہوتا ہے کہ یہ مقاصد انسان کو غیر مشروع خواہشات اور رغبتوں کے دائرہ سے نکال کر خدا تعالی کے سیدھے راستہ پر لگا دیتے ہیں، اور اسے اس راہ پر ڈال دیتے ہیں جو ایسے صالح اور متقی بندوں کا راستہ ہے جو شرعی احکام کی پابندی کا عہد کرتے ہیں، خدا کی اطاعت ان کا شعار ہوتا ہے، وہ اپنی عبدیت اور دینداری کے تقاضہ کو پورا کرتے ہیں اور اس ذہن میں خلافت اور اصلاح کی ذمہ داری انجام دیتے ہیں، خواہ یہ تمام کام ان کی خواہشات کے

مطابق ہوں یا ان سے یکسر متضاد ہوں۔

۵- مقاصد اصلی کی رعایت اخلاص سے زیادہ قریب اور اطاعت میں زیادہ با اثر ہے، خالص ارادہ اور سچی نیت اس میں بدرجہ اتما موجود ہوتی ہے، جبکہ اس کے مقابلہ میں ضمنی مقاصد کی رعایت خطرات سے خالی نہیں کیونکہ بسا اوقات ان مقاصد کے ساتھ کچھ سطحی خواہشات شامل ہو جاتی ہیں، اور ان خواہشات کی وجہ سے واجبات کی ادائیگی میں کچھ شبہات جنم لیتے ہیں اور اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ واجبات کی ادائیگی اس طریقہ سے انجام پائے جو شارع کے مقاصد کے خلاف ہو اور اس سے بدترین نتائج برآمد ہوں جو خسارے اور ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔

۶- مقاصد اصلی ضمنی مقاصد سے اس طور پر مختلف ہیں کہ ان میں کام کی انجام دہی کی زیادہ تاکید اور سختی پائی جاتی ہے، اس کے مقابلہ میں ضمنی مقاصد میں کم تاکید اور ہدایت پائی جاتی ہے، ایسا اس وجہ سے ہے کہ ضمنی مقاصد انسان کی فطرت سے مکمل طور پر ہم آہنگ اور اس کی خواہشات کے مطابق ہیں، چنانچہ ان کے لئے بہت زیادہ تاکید کی ضرورت نہیں پیش آتی، مثلاً اگر ہم حصول علم کی مثال لیں تو اس کا اصلی مقصد عبادت گذاری، اطاعت اور طالب علم و استاذ کی نیت کو شرک، ریا کاری اور شہرت کی چاہت سے پاک کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ جگہ جگہ اس کی تاکید کی گئی ہے اور تاکیدی انداز میں مختلف صورتوں سے اس مقصد کے حصول اور اس سے وابستہ رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

رہے اس کے ضمنی مقاصد یعنی فضیلت و برتری، گفتگو کا پر اثر ہونا، عزت و احترام کا ملنا اور اس طرح کے دوسرے مقاصد وہ ہیں جو طالب علموں اور عام لوگوں کا مطلوب و مقصود ہوا کرتے ہیں، چنانچہ اس کی ترغیب و تحریک اور اس کے حصول کی تاکید کرنے کی بہت زیادہ ضرورت نہیں، فطرت انسانی خود ان کی طرف مائل ہوتی ہے، انسان فطری طور پر ان کی طرف بھاگتا ہے اور ان کے حصول کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔

ضمنی مقاصد کے مراتب، اس کا حکم اور حجیت

ہم یہ بات پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ضمنی مقاصد اصلی مقاصد کے معاون ہیں اور ان کی تکمیل کرتے ہیں، لہذا ان کے اور مقاصد اصلی کے درمیان تکامل کا رشتہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مقاصد اصلی کا عدم وجود قطعی اور یقینی طور پر ضمنی مقاصد کے فوت ہونے کا سبب بنتا ہے، البتہ اگر ضمنی مقاصد نہ ہوں تو یہ صورت حال مقاصد اصلی کے جزوی، کلی یا غالب حصہ میں خلل کا سبب بنتی ہے، اسی بنیاد پر اصلی مقاصد سے تعلق اور ان کی تکمیل وتاکید کے اعتبار سے ضمنی مقاصد کو تین مراتب میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا درجہ

وہ ضمنی مقاصد جو اصلی مقاصد کی تاکید اور تقویت کے لئے ہوں، انہیں مشروع ضمنی مقاصد کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ مقاصد چونکہ اصلی مقاصد کو تقویت پہنچاتے ہیں، اس لئے یہ مشروع اور درست ہیں، کیونکہ یہ اصلی مقاصد کے حصول کی راہ ہموار کرتے ہیں، مکلّف کے لئے ان کا ارادہ کرنا جائز ہے، ضمنی مقاصد کا یہ درجہ عبادات اور معاملات دونوں کو شامل ہے۔

جیسے عبادات میں کوئی شخص اپنی عبادتوں میں اللہ کی توفیق اور اس کی نصرت وتائید کا ارادہ کرے، وہ اس بات کو مقصود بنائے کہ اس سے اس کی جان، مال اور اہل وعیال محفوظ ہوجائیں گے، ظاہر ہے کہ یہ سارے مقاصد وہ ہیں جو مکلّف کے اپنے فائدے کے ہیں اور یہ فوائد اسے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں حاصل ہونے والے ہیں، لیکن یہ مقاصد مباح اور شریعت کے دائرہ میں ہیں اور اصلی مقاصد کو تقویت بخشنے والے ہیں۔

اسی طرح معاملات اور عادات کے باب میں اگر کوئی شخص نسل کی بڑھوتری اور دنیا کی

تعمیر کے ارادہ سے نکاح کرتا ہے، اوراس کی نیت بیوی سے استمتاع ،سکون ،محبت ورحمت اور الفت کے حصول کی بھی ہواوراس کے علاوہ وہ تمام مقاصد اس کے پیش نظر ہوں جواصلی مقاصد کو پایۂ تکمیل کو پہنچاتے ہوں،تو ظاہر ہے کہ یہ مقاصد جائز اور مباح ہوں گے۔

دوسرادرجہ

وہ ضمنی مقاصد جو اصلی مقاصد سے متضاد اور متعارض ہیں، انہیں غیر مشروع ضمنی مقاصد کہا جاتا ہے۔

مقاصد کا یہ درجہ اصلی مقاصد سے متعارض تمام ضمنی مقاصد کو شامل ہے اوراس طرح کے تمام ضمنی مقاصد ممنوع اور مردود ہیں۔

ضمنی مقاصد کا یہ مرتبہ بھی عبادات اور معاملات کو شامل ہے:

مثلاً عبادات کے باب میں اگر کوئی عابد اپنی عبادت وریاضت کے ذریعہ شہرت و نیک نامی کا خواہش مند ہو،اس کے ذریعہ وہ مال ودولت ،لوگوں کی تعریف اوران کی ہمدردی کا خواہاں ہو،تو ظاہر ہے کہ اس کے فاسد اور باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا، کیونکہ عبادت کا بنیادی مقصد تو اللہ کو اپنی عبادت وریاضت کے لئے مخصوص کرنا ہے اوراپنے مقاصد کو ہر قسم کے نفاق، ریا کاری اور دکھاوے سے پاک کرنا ہے۔

ایسے ہی معاملات کا مسئلہ ہے، مثلاً اگر کوئی شخص متعہ کی نیت سے،متعینہ وقت کے لئے یا طلاق کی نیت سے شادی کرے، یا وہ اس لئے شادی کرے تاکہ تین بار طلاق یافتہ عورت کو حلال کردے تو ظاہر ہے کہ اس طرح کی شادی نکاح کے اصلی مقصد یعنی نسل کی افزائش کے سراسر منافی ہے، لہذا ان تمام صورتوں پر فاسد اور ناجائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ ان سے نکاح کا اصلی مقصد فوت ہو رہا ہے۔

تیسرا درجہ

وہ ضمنی مقاصد جو پہلے دونوں درجات کے درمیان ہیں۔

اس درجہ کا حکم مختلف فیہ ہے، کیونکہ شرعی دلائل کی روشنی میں اسے پہلے بیان کردہ دونوں درجات میں سے کسی سے بھی متعلق کیا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر، ہم اگر حصول علم اور کتابوں کی تصنیف وتالیف کو لیں تو اس کا اصلی مقصد کبھی عبادت اور اطاعت گزاری ہوسکتا ہے، اور کبھی لوگوں کی مدح وتعریف کا حصول، چنانچہ اگر اس کا مقصد شہرت ونیک نامی کا حصول ہوتو اسے فاسد اور ناجائز قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا مقصد تربیت حسنہ اور علم کی اشاعت ہوتو اسے جائز اور درست سمجھا جائے گا۔

چنانچہ پہلی صورت میں یہ مقصد دوسرے درجہ سے متعلق ہوگا یعنی یہ غیر مشروع ضمنی مقاصد کی قبیل سے ہوگا جو اصلی مقاصد سے متعارض ہیں۔

دوسری صورت میں یہ پہلے درجہ سے متعلق ہوگا یعنی ان مشروع ضمنی مقاصد کی قبیل سے ہوگا جو اصلی مقاصد کے معاون اور انہیں تقویت بخشنے والے ہیں۔

اگر مقصد اصلی ضمنی مقصد کے تابع ہوجائے تو اس کے فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ضمنی مقصد کے بطلان میں بھی کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ وہ گویا مقصد اصلی کے قائم مقام ہوگیا۔

امام شاطبی نے ان مراتب کی نہایت اہم تفصیلات بیان کی ہیں اور انہیں مثالوں اور مفید تعلیقات کے ذریعہ واضح کیا ہے، اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لئے وہاں رجوع کیا جاسکتا ہے(۱)۔

---

(۱) الموافقات ج ۲: مبحث المقاصد الاصلیۃ والتابعہ۔

چھٹی بحث:

مقاصد شرعیہ کی تطبیق فقہی احکام میں

مقاصد شرعیہ کا تطبیقی پہلو بہت اہم اور دشوار طلب ہے اور اس کی ضرورت باحث، علم وتحقیق کے طالب، مجتہد، قاضی، مفتی اور ان تمام لوگوں کو پڑتی ہے جو شریعت کے خطاب، اس کی تعلیمات اور اس کے اغراض ومقاصد کو سمجھنا چاہتے ہیں، مقاصد شرعیہ کے تطبیقی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ ان مقاصد کی روشنی میں انسانی زندگی میں رونما ہونے والے مختلف واقعات وحوادث سے دلچسپی لی جائے اور ان واقعات کو شارع کی مراد، اس کے احکام کے مقاصد اور دنیا وآخرت کے مصالح کے مطابق سمجھا اور برتا جائے تا کہ ان کے منافع کو اختیار کیا جائے اور ان کے مفاسد سے بچا جائے۔

مقاصد شرعیہ مختلف احکام فقہیہ کے تمام ابواب وفصلوں پر منطبق ہوتے ہیں، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ یہ مقاصد کبھی واضح ہوتے ہیں اور کبھی پوشیدہ اور معین فقہی اصول کی روشنی میں مخفی مقاصد کے اثبات وبیان کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔

احکام فقہیہ کی اجمالاً دو بڑی قسمیں ہیں:

۱- عبادات

۲- معاملات، جیسے بیع، ہبہ، نکاح اور جنایات وغیرہ، مگر اس اعتبار سے کہ مقاصد کو شارع کی مراد کے مطابق سمجھا اور برتا جائے، درج ذیل انواع نکلیں گی:

۱-عبادات، ۲-تصرفات، ۳-تبرعات، ۴-نکاح، ۵-قضاء وشہادت، ۶-عقوبات، ۷-امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

پہلا مطلب: عبادات کے مقاصد، عبادات میں اصل توقیف ہے

عبادات نام ہے ان تمام اقوال وافعال کا جن کو اللہ کا قرب، اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور عاجزی وانکساری کے طور پر بندۂ مکلّف انجام دیتا ہے۔

اجمالاً وتفصیلاً دونوں اعتبار سے عبادات کی تحدید وتعیین کی گئی ہے، قرآن کریم، آپ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری احادیث مبارکہ میں ان کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

عبادات تا قیامت ثابت اور قائم ودائم رہیں گی، نہ ان میں تبدیلی وترمیم کی اجازت ہے نہ کمی وبیشی کی، اسی لئے بدعت وزیادتی ممنوع ہے، جیسا کہ سستی، کوتاہی اور تنقیص ممنوع ہے اور مکلّف کو اس کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ حکم شرعی اور اطاعت خداوندی کو مضبوطی سے پکڑے رہے، جسے شارع کے نزدیک مقبول ومطلوب عبادت کے طور پر بیان کی گئی ہے، چنانچہ طاعت وعبادت میں شارع کا مقصود یہ ہے کہ بندہ اس کی طاعت وعبادت اسی طرح کرے جیسا کہ اس نے حکم دیا اور مکلّف بنایا ہے، بندہ کو اپنی چاہت وخواہش کے مطابق عبادت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کا اختیار ہے، اسی لئے مقاصد شرعیہ میں یہ قاعدہ مشہور ہے " **لا یعبدالشارع إلاّ بما شرع**" (شارع کی عبادت نہیں کی جائے گی مگر ویسے ہی جیسے اس نے مشروع کیا ہے)، امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا، اس کی طرف متوجہ ہونا، اس کے سامنے عاجزی وفروتنی کرنا، اس کے حکم کے آگے سرتسلیم خم کرنا اور اس کے ذکر سے اپنے دل کو آباد کرنا ہے، تاکہ بندہ اپنے دل واعضاء کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہو، اس کی طرف متوجہ ہو اور اس سے غافل نہ ہو اور یہ کہ اللہ کو خوش کرنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے جیسے امور میں حتی المقدور کوشش کرے(۱)۔

---

(۱) الموافقات ۲/۳۰۱۔

عبادات کے توقیفی ہونے کا مطلب حکم، فوائد اور مصالح سے خالی ہونا نہیں ہے

یہ قول کہ عبادات توقیفی اور غیر معلَّل ہیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عبادات، مصالح، حِکَم اور فوائد سے خالی ہیں، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کا ثبوت و بقاء توقیفی ہے تا کہ زمانہ اور حالات کے بدلنے سے ان میں تبدیلی نہ آئے اور کیونکہ ان سے تابعداری، عبادت گزاری اور دین داری کا فریضہ متحقق ہے، اس لئے کہ انسان کو مطیع و فرمانبردار اسی وقت تسلیم کیا جائے گا جب وہ اپنے آقا کے حکم کو اسی کی مرضی کے مطابق انجام دے، چنانچہ جب کوئی آقا اپنے غلام سے پانی مانگے اور غلام اس کو انگور کا رس پیش کرے تو اس کو فرمانبردار نہیں کہا جائے گا، نیز جو مسلمان عمر بھر بغیر انقطاع اور ناغہ کے روزہ رکھتا ہے اس کو عابد اور اللہ کا مقرب بندہ نہیں تصور کیا جائے گا، اس لئے کہ مسلسل روزہ رکھ کر اس نے حکمِ خداوندی اور مرضیٔ الٰہی کی مخالفت کی ہے کیوں کہ روزہ معین زمانہ میں مشروع ہے عمر بھر روزہ نہیں رکھنا ہے، اور یہ دنیا و آخرت کے بہت سے منافع اور حکمتوں پر مشتمل ہے (اور پوری عمر روزہ رکھنے میں یہ حکمتیں مفقود ہوتی ہیں)، اللہ تعالیٰ نے ان تمام منافع و حکمتوں کو ایک کلی اور جامع مقصد میں جمع کر دیا ہے اور یہ مقصد تقویٰ کے مقام کو حاصل کرنا ہے (**لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**) (تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ) اور تقوی کا سب سے اعلیٰ و ارفع درجہ روزہ کے بارے میں اللہ کی عبادت اور اس کے حکم کی بجا آوری ہے، جس کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**كل عمل ابن آدم له إلا الصوم فإنه لي وأنا أجزي به**"(۱) (ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزہ کے کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ خود دوں گا)، اس حدیث کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روزہ مخصوص افعال سے رکنے کا نام ہے اور نماز، زکوۃ اور حج وغیرہ عبادتیں مخصوص اعمال و ارکان کی ادائیگی اور عمل کا نام ہے، جب ایسا ہے تو غیر روزہ داروں کو روزہ دار کے روزے کا علم اور اس

(۱) امام بخاریؒ نے کتاب اللباس، باب ما یذکر فی المسک کے تحت یہ حدیث ذکر کیا ہے

کی خبر بڑی مشکل سے ہوگی، اسی حکمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے لئے مخصوص کیا ہے، اس لئے کہ اس میں اخلاص نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اور اس میں ریا، شہرت اور نام ونمود کا شائبہ نہیں ہوتا ہے۔

تمام عبادات کی علت دنیا وآخرت کے فوائد ومنافع ہیں، خواہ یہ فوائد انفرادی ہوں یا اجتماعی، لیکن اس تعلیل کی دو قسمیں ہیں:

۱- تمام عبادتوں کی کلی وعمومی علت دنیا وآخرت میں لوگوں کے لئے منافع ومصالح کا حصول ہے اور یہ منافع اللہ کی طاعت وبندگی، اس کے سامنے جھکنے، اور آہ وزاری کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

یہ بات تو قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ عبادت کی مشروعیت کی وجہ عابد کے دنیوی وآخروی منافع ہیں کہ اس کو (دنیا میں بہت سے حوادث سے) امن وسلامتی ملتی ہے اور (آخرت میں) اللہ کی خوشنودی اور جنت نصیب ہوتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہے نہ تو مطیع بندوں کی اطاعت سے اسے کوئی نفع پہنچتا ہے نہ نافرمانوں کی نافرمانی سے اسے کوئی ضرر پہنچتا ہے۔

۲- بعض تفصیلی عبادتوں کی علت یہ ہے کہ اس سے انسان کو کچھ ظاہری اور دینوی منافع حاصل ہوتے ہیں، جیسے طہارت اور حرج وسختی اور غیر معمولی مشقت کو دور کرنا۔

مثالیں

طہارت کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے: "مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ" (۱) (اللہ نہیں چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالے، بلکہ وہ (تو یہ) چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک صاف رکھے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر

(۱) سورہ المائدہ: ۶-

گذاری کرو)، حج کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: "لِیَشھَدُوا مَنَافِعَ لَھُم" (۱) (تاکہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں) زکوٰۃ کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِھِمۡ صَدَقَةً تُطَھِّرُھُمۡ وَتُزَکِّیۡھِم بِھَا" (۲) (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اس کے ذریعہ سے آپ انہیں پاک صاف کردیں)۔

حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَیَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡمَحِیۡض قُلۡ ھُوَ اَذیً فَاعۡتَزِلُوۡا" (۳) (اور لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک (طرح کی) گندگی ہے، پس تم عورتوں کو حیض کے دوران میں چھوڑے رہو)۔

الغرض بعض عبادات کو کچھ دنیوی فوائد ومنافع کے ساتھ معلول کرنا ایک مسلّم امر اور طے شدہ بات ہے، لیکن یہ منافع مقصود اول اور مطلوب اصلی نہیں ہیں، بلکہ ان کی حیثیت ثانوی ہے مقصد اصلی تو طاعت وبندگی اور فرماں برداری ہے، کیوں کہ عبادات کا اصل مقصد مطیع ہونا اور سر تسلیم خم کرنا ہے اور ثانوی مقصد یہ ہے کہ کچھ دنیوی منافع حاصل ہوجائیں، لیکن اس ثانوی مقصد اور فوائد ومنافع کے حصول میں یہ بات ضرور ملحوظ رہنی چاہئے کہ یہ مقصد اول اور مراد اصلی نہ بن جائیں بلکہ اول وآخر میں مقصد اصلی اللہ کی بندگی، اس کے سامنے جھکنا اور اس کی بخشش، رضا وجنت کی طلب ہو۔

خلاصہ یہ کہ عبادات کی بنیاد بندگی، اپنے کو اللہ کے حوالہ کرنے اور معانی کی طرف عدم التفات پر ہے، مگر اس کا مطلب (جیسا کہ ابھی ہم نے اوپر کیا ہے) یہ بھی نہیں ہے کہ عبادات فوائد ومعانی اور حکمتوں سے خالی ہیں اور نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مقرر عبادات پر قیاس جاری

---

(۱) سورۃ الحج: ۲۸۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۱۰۳۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۲۲۔

کریں اوران کے بدلہ دوسری عبادتیں ایجاد کریں یاان میں کمی بیشی کریں،جیسا کہ بعض حضرات کانظریہ ہے کہ جب عبادت کا مقصد قرب الٰہی حاصل کرنا ہےتو ہم انسانوں کو دوسری عبادتوں کا مکلّف کیوں نہیں بنا سکتے، تا کہ اللہ سے اس کا رشتہ زیادہ گہرا اورمضبوط ہو، اسی طرح بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب اذان کی مشروعیت لوگوں کو بلانے اوراکٹھا کرنے کے لئے ہے، تو عیدین،کسوف اورخسوف کی نمازوں میں بھی اذان دینا چاہئے تا کہ ان نمازوں میں بھی مذکورہ بالا مقصد حاصل ہو سکے۔

نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب نماز دل ونفس کے لئے راحت وآرام اوراتحاد بین المسلمین کا سبب ہےتو کیوں نہ کھڑے ہونے کے بدلہ ہم اس کو کرسی پر بیٹھ کرادا کریں،اس لئے کہ کھڑے ہوکر پڑھنے سے اتنا زیادہ آرام،راحت واطمینان،نظم ونسق اورآپسی اتحاد پیدا نہیں ہوتا جتنا کہ بیٹھ کر پڑھنے سے ہوتا ہے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب حج حصول منافع کے لئے مشروع ہے،تو حج کے صرف بعض ارکان وافعال کو ادا کرنے پر اکتفا کرلینا چاہئے، حج کی شدید ازدحام سے بچنا چاہئے، کیوں کہ اس طرح کی ازدحام بڑی تباہی اور بہت سے بڑےفوائد ومنافع کےفوت ہونے کا سبب بنتی ہے،مثلاً راحت وآرام،سکون طلبی، ماحولیاتی آلودگی اوراجتماعی گندگی وغیرہ سے بچنے کےفوائد بالخصوص یوم عرفہ اورمنی وغیرہ کی انتہائی بھیڑ کےاوقات میں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگرعبادتوں کولوگوں کی خواہشات پرچھوڑ دیا جائے یا عبادات کی مشروعیت ظاہری فوائد ومنافع وغیرہ کے لئے قرار دے دی جائے تو پھر قیاس آرائیوں اورافکار وخیالات کا ایک لامتناہی سلسلہ نکل جائے گا۔

لہٰذا ان خرابیوں سے بچنے کے لئے عبادتوں کی حد بندی کردی گئی، نیز عبادت اورقربت الٰہی کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے اجمالاً وتفصیلاً ان کو منضبط کردیا گیا ہے اور یہ دارین

میں لوگوں کی کامیابی و نیک بختی کے لئے مشروع کی گئی ہیں تاکہ آخرت میں اللہ کی رضا اور جنت حاصل ہو اور دنیا میں طاعت وفرمانبرداری کے سرچشمے سے نکلنے والے ثانوی اور ذیلی فوائد اور منافع کسی قدر حاصل ہوسکیں۔

بعض عبادات کے مقاصد

جیسا کہ اوپر ہم نے ذکر کیا ہے کہ عبادات کا مقصد اصلی اللہ تعالی کے سامنے محض طاعت وبندگی کا اظہار ہے، لیکن اسی کے ساتھ اجمالاً وتفصیلاً عبادات کے کچھ ذیلی وثانوی مقاصد بھی ہیں، چنانچہ ہم ذیل میں نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کے کچھ ثانوی مقاصد پر روشنی ڈالیں گے:

نماز کے مقاصد

نماز کا مقصد مصلی کے دل میں حکم کی بجا آوری اور تابعداری کا جذبہ پیدا کرنا ہے، اس کو طاعت وبندگی کا خوگر بنانا اور خلافت وذمہ داری کے راستہ میں سلیقہ مند بنانا ہے۔

دوسرا مقصد نفس کی اصلاح، اس کو سنوارنا، فواحش ومنکرات، اوہام وخیالات سے اس کی حفاظت کرنا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”**اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ**“(۱) (بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے)۔

تیسرا مقصد دل کا انشراح، طمانیت اور راحتِ قلب ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ”**أرحنا بها یا بلال**“(اے بلال نماز کے ذریعہ ہم کو آرام دو)، جیسا کہ غصہ ور، مصیبت زدہ اور پریشان حال ستائے ہوئے شخص کے لئے وضو اور نماز کو مشروع کیا گیا ہے۔

چوتھا مقصد بھائی چارگی، آپسی اتحاد، تواضع و ہمدردی کی بنیاد پر اور جنس ورنگ، فقیری وامیری، عہدہ یا جانب داری کی وجہ سے پیدا ہونے والے افتراق وانتشار اور امتیاز کو ختم کرنے

(۱) سورۃ العنکبوت: ۴۵۔

کی بنیاد پر اجتماعی وانسانی آثار کو بروئے کار لانا اور اس کو ترقی دینا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام حضرات بے نیاز خدائے وحدہ لاشریک کے سامنے ایک جگہ صف بستہ کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

زکوٰۃ کے مقاصد

زکوٰۃ کا مقصد بھی امتثال اوامر اور فرماں برداری کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور اللہ کی حمد وثنا وشکر کا خاموش اظہار ہے۔

دوسرا مقصد بخل وانانیت اور مال کا حد سے زیادہ احترام واس کی پرستش سے زکوٰۃ دینے والے کے نفس کو پاک کرنا ہے۔

تیسرا مقصد زکوٰۃ دینے والے کے دل میں مال کی بخشش وسخاوت اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی بنیاد کو راسخ کرنا ہے۔

چوتھا مقصد مال کو حادثات، ہلاکت وبربادی، نقصان اور ناحق ایک دوسرے کا مال کھانے سے بچانا ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ زکوٰۃ صدقات ظاہراً وبرکۃً مال کو بڑھاتے ہیں اور حوادث وآفات سے بچاتے ہیں، نیز قرآن کریم میں ارشاد ہے: ”خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا“(۱) (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اس کے ذریعہ سے آپ انہیں پاک صاف کردیں)۔

”وَمَاانْفَقْتُمْ مِنْ شيءٍ فَهُوَيُخْلِفُهُ وَهُوَخَيْرُالرَّازِقِيْنَ“ (۲) (اور جو چیز بھی تم خرچ کروگے سو وہ اس کا عوض دے گا اور وہی بہترین روزی دینے والا ہے)۔

”الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَامُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ“ (۳) (شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور حکم دیتا ہے تمہیں

(۱) سورہ التوبہ: ۱۰۳۔

(۲) سورۃ سبا: ۳۹۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۶۸۔

بخل کا اور اللہ تم سے اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا ہے اور بڑا علم والا ہے)۔

"وَ آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ"(۱) (اور تم جو صدقہ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے ہی لوگ عنقریب بڑھاتے رہیں گے)۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ خود زکوۃ دینے والے، اس کے اہل خانہ اور اس کی ذریت و اولاد کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کی دعاء، فقیروں کی طرف سے تعریف، ملائکہ کی شہادت اور دنیا و آخرت میں مولائے کریم کی جزا کے آثار و برکات لاحق ہوتے ہیں اور یہ تمام چیزیں اموال میں ظاہری و باطنی اضافہ، ہلاکت و بربادی اور نقصان سے حفاظت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

پانچواں مقصد آپسی اتحاد، ہمدردی اور الفت و محبت کے رشتوں کو عام کرنا ہے، ان تمام چیزوں کا معاشرہ کے اتحاد، شوکت و سطوت اور آپسی بغض و عناد اور کینہ کپٹ سے حفاظت میں بڑا دخل اور اثر ہوتا ہے۔

چھٹا مقصد معاشرہ کی ترقی، تجارات، ایجادات اور پیشوں کو عروج و ترقی عطا کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ مال کو تمام لوگوں کے درمیان رائج کیا جائے، اس کی ذخیرہ اندوزی نہ کی جائے، فقراء و مساکین کی ضروریات پوری کی جائیں، قرض داروں کے قرضے ادا ہوں، قیدیوں کو چھڑایا جائے تا کہ یہ بھی روئے زمین پر کام کاج کے لئے گھوم پھر سکیں، نت نئی ایجادات و اختراعات میں ان کا بھی حصہ ہو، اور ان تمام امور کا علم معاشیات کے اصول کے مطابق اقتصادی اور تمدنی ترقی میں بڑا دخل ہے۔

---

(۱) سورۃ الروم: ۳۹۔

روزوں کے مقاصد

روزہ کا مقصد حکم کی بجا آوری اور اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کی بنیاد کو ثابت کرنا ہے۔

دوسرا مقصد تقویٰ پیدا کرنا اور جسمانی ونفسانی اور اجتماعی تمام عیوب وامراض سے بچنا ہے۔

تیسرا مقصد شیطان کے دروازوں کو تنگ یا بالکل بند کرنا ہے اور معاصی ومنکرات کو ختم یا کم از کم کمزور کرنے میں اس کا بڑا رول ہے۔

چوتھا مقصد فقیروں، محتاجوں اور مفلسوں کے حالات وکوائف سے آگاہ ہونا ہے۔

پانچواں مقصد میدان محشر اور جہنم کی آگ میں سخت پیاس اور شدید بھوک، آخرت کی شدتوں اور ہولناکیوں کو یاد کرنا ہے۔

چھٹا مقصد روزے دار کو صبر وقربانی، زندگی کی ذمہ داریوں، دشواریوں اور تکالیف کا مقابلہ کرنے کا عادی بنانا ہے۔

حج کے مقاصد

حج کا مقصد بندگی وفرماں برداری کو ثابت کرنا ہے، اس لئے کہ حج میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور جلالتِ شان نیز اس کے شعائر، مناسک اور احکام کی بڑائی وعظمت پر دلالت کرنے والے افعال واقوال انجام دیئے جاتے ہیں۔

دوسرا مقصد مساوات، اتحاد اور طاقت وقوت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

تیسرا مقصد لوگوں کو میدان محشر اور روز جزا کو یاد دلانا ہے اور اس بات کو ذہن میں پختہ کرنا ہے کہ آدمی مرتے وقت اپنے اہل خانہ، رشتہ داروں اور مال وجائداد کو چھوڑ کر رخصت

ہوجائے گا اور قبر میں تنہا دفن کر دیا جائے گا۔

چوتھا مقصد حج سے قدرے اقتصادی اور ایک دوسرے کے احوال سے آگاہی وشناسائی کے فوائد ومنافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔

کفارات کے مقاصد

کفارات کا مقصد بھی امتثالِ اوامر اور اطاعت وفرمانبرداری کو ثابت کرنا ہے اور عبادت کی عظمت وہیبت اور اصلیت نیز عبادت میں عدم سستی کو دلوں میں جمانا اور مضبوط کرنا ہے۔

دوسرا مقصد غلطیوں کی اصلاح اور اس کی تلافی ہے، جیسے ماہ رمضان میں جان بوجھ کر کھا پی لینے یا جماع کرنے اور قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم کرنا ہے۔

تیسرا مقصد معصیت وروگردانی اور دوسرے کے حق میں ظلم وزیادتی کرنے کی سوچ وفکر سے دل کو راحت وآرام دینا ہے۔

چوتھا مقصد غلاموں کو آزاد کرنا، بھوکوں کو کھلانا، ضرورت مندوں کی حاجات ومراد کو پورا کرنا ہے، اس لئے کہ کفارہ کی قسموں میں غلام آزاد کرنا اور مسکینوں کو کھانا کھلانا بھی داخل ہے۔

پانچواں مقصد خطا کاروں کے لئے اس بات کی تنبیہ ہے کہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کریں، جس کا لازمی نتیجہ ان کی اصلاح، رویے اور طور وطریق کی درستگی، اور اس بات کی تربیت دینا ہے کہ معاصی ومنکرات کے چکر میں نہ پڑیں، اس کی طرف توجہ نہ دیں اور دوبارہ ایسا گناہ کرنے کی جرأت نہ کریں۔

دوسرا مطلب: مالی تصرفات کے مقاصد

مالی تصرفات سے مراد وہ تمام مالی معاملات ہیں جن کا تعلق خرید وفروخت، اجارہ، مزارعت، مساقاۃ، بیع سلم اور ضمانات وغیرہ سے ہو، جن میں مالی لین دین کی بنیاد مالوں،

جائیدادوں ، سامانوں اور معاوضوں کے تبادلے پر ہو اور بعض حضرات مالی معاملات کو ''معاوضات'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اس لئے کہ اس میں بائع ومشتری یا لین دین کرنے والوں کے درمیان تبادلے اور معاوضے کا عمل پایا جاتا ہے، اب مالی تصرفات کے کچھ ذیلی وثانوی مقاصد ہم اجمالاً پیش کررہے ہیں:

۱- مال کی حفاظت اس کو ضائع، منجمد اور کم ہونے سے بچانا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے جو احکام مشروع ہیں، ان میں سب سے اہم حکم کام کاج، کسب حلال، تلاشِ رزق اور احترامِ رِزق کی ترغیب دینا ہے اور یہ کہ انسان رزق کو عبادت اور قربت الٰہی کا ذریعہ بنائے تا کہ اس کو ثواب ملے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ''هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوا فِی مَنَاکِبِهَا'' (۱) (وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کردیا سو تم اس کے راستہ میں چلو پھرو)۔

نیز ارشاد ہے: ''فَإِذَا قُضِیَتِ الصَّلَاۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْض'' (۲) (پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو)۔

۲- خرید وفروخت، عقد اجارہ اور ان تمام چیزوں کو مباح کرنا ہے، جو جائز طریقہ پر لوگوں کے درمیان اموال کے تبادلہ اور اس کی ترویج میں شریک ہوں۔

۳- چوری، رشوت اور غصب کو حرام قرار دینا اور اس کے بدلے سزا، جرمانہ اور تلافی کو مشروع کرنا ہے۔

۴- مال میں اسراف اور اس کو ضائع کرنے کو حرام قرار دینا ہے اگرچہ مشروع ومباح کام میں ہو۔

---

(۱) سورۃ الملک:۱۵۔

(۲) سورۃ الجمعہ:۱۰۔

۵- تلف شدہ اشیاء کا تاوان دینا ہے اور وہ شخص تلف کرنے پر مجبور رہا ہو۔

٦- مال کا دفاع اور اور اس کی خاطر قتال کو مباح کرنا۔

٧- مالی معاملات اور اس پر گواہ قائم کرنے کی توثیق ہے، نیز رہن (گروی) کی مشروعیت اور دھوکہ وفریب والے معاملات کی تحریم ہے۔

٨-قرضوں اور ان پر گواہ قائم کرنے کی توثیق ہے، نیز وعدہ کے مطابق مدت پوری ہونے پر ان کی ادائیگی اور بھرپائی کی ترغیب ہے۔

٩- مال سے کوئی فائدہ حاصل کئے بغیر ان کی ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دینا، جیسا کہ اسٹاکسٹ (سامانوں کو بوقتِ گرانی فروخت کرنے کے لئے روکے رکھنے والے) سودخور اور لالچی حضرات کرتے ہیں۔

١٠- ان تمام صورتوں کو حرام قرار دینا، جن میں دوسرے کا مال ناحق مارا جاتا ہو، جیسے ایک دوسرے کو فریب دینا، سامانوں میں کھوٹ ملانا، سیاسی وعلمی یا انتظامی ومذہبی عہدوں واقتدار کا ناجائز استعمال کرنا، شعبدہ بازی، جادوگری، اور نجومیت وکہانت پر اجرت لینا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال کی حفاظت شریعت کے ان کلیات وقواعد اور معتبر مقاصد میں سے ہے جو بے شمار دلائل واحکام سے ثابت ہے۔

تیسرا مطلب: تبرعات کے مقاصد

تبرعات سے ہماری مراد وہ مالی تصرفات ہیں جو بغیر کسی مالی عوض کے ہوں، یعنی وہ مال جس کو دینے والا از راہ نیکی واحسان اور حصول جنت ورضائے الٰہی کے لئے دیتا ہے، یہ لفظ تمام صدقات وعطیات اور مالی حقوق معاف کرنے کو شامل ہے، جیسے قرض، ضمان یا اس جیسی چیزوں کو معاف کردینا۔

تبرعات کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل ہیں

۱- ہمیشہ دوسروں کے ساتھ بھلائی، احسان اور خیر کا معاملہ کرنا اور اچھے وخوبی والے اعمال پر ابھارنا ہے۔

۲- ضرورت مندوں، مصیبت زدوں اور مالی اعتبار سے پریشان وبدحال لوگوں کی مدد کرنا، ان کے درد کا مداوا کرنا اوران کے دلوں میں خوشی کی لہر پیدا کرنا ہے۔

۳- معاشرہ کے روابط کومضبوط کرنا، لوگوں کے دلوں میں اسلام، انسانیت اور یکجہتی کے نام پر تعلقات کو مستحکم کرنا ہے، جس سے نتیجتاً آپسی اتحاد اوراجتماعی طاقت وقوت پیدا ہوگی اور امت اسلامیہ اور صحیح اسلامی تہذیب کی تعمیر وترقی کا راستہ ہموار ہوگا۔

۴-حرص، خودسری اور بخل کے مادے کو دور کرنا اور آپسی کینہ کپٹ اور بغض وعداوت کو ختم کرنا ہے، اس لئے کہ کبھی کبھی یہ چیزیں بھی دوسروں کے ساتھ احسان اور تعاون میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

۵- مال کو پاک وصاف کرنا اوراس کو ظاہراً وباطناً ترقی دینا ہے، نیز قیامت کے دن سخت حساب کے بوجھ کو ختم یا ہلکا کرنا ہے، انسان کی جائیدادوں، مالوں کے تعلق سے ہو یا ان کو حاصل کرنے اور جمع کرنے کے تعلق سے ہو، یا ان کو خرچ کرنے کے مقامات کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے یا ان مالوں میں اللہ کا حق ادا کیا ہے یا نہیں۔

تبرعات: قومی اور بین الاقوامی تنظیموں واداروں کی نظر میں

عطیات ایک ایسا امر ہے جس کی اہمیت پوری دنیا میں مسلم ہے اور تمام ملکی وعالمی انجمنیں وتنظیمیں اس کا اقرار کرتی ہیں اور ہمہ وقت بالخصوص مشکل حالات اوراقتصادی بحران کے وقت لوگوں کو عطیات وخیرات کی دعوت وترغیب دیتی رہتی ہیں اوراس مقصد کے لئے وہ تمام

اسباب اختیار کرتی ہیں جو ان کے اختیار میں ہوتے ہیں، مثلاً پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے ذرائع، ترتیب وتنفیذ کی کارروائیاں، اس کے لئے عوام وخواص میں سے افراد مہیا کرنا اور آئین، اصول وقوانین اور احکامات وغیرہ جاری کرنا۔

تمام وسائل اس لئے اختیار کئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں اور دیگر انجمنوں وسوسائٹیوں میں عطیہ کی اصل روح کو راسخ کیا جائے اور انسانیت، فرمی اور ہر طرح کے مصائب وآرام کو لوگوں سے دور کرنے کے لئے عطیات کے اغراض ومقاصد کو ثابت کیا جائے۔

اور یہ چیز فی نفسہ جائز اور پسندیدہ ہے اور لوگوں کے قلوب، معاشرے میں باہم تعاون، محبت، ہمدردی وغم گساری کے رشتوں کو گہرا کرتی ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو جائز مقاصد اور مطلوبہ جگہوں پر ہی استعمال وخرچ کیا جائے نہ کہ اسے لوگوں کے اموال میں لوٹ کھسوٹ کرنے اور دھوکہ دے کر ان پر قبضہ کرنے کا وسیلہ بنالیا جائے، ورنہ ایسا نہ ہو کہ یہ چندہ یا عطیہ جو ایک نعمت ہے، بخل کا سبب بن جائے، اس طور پر کہ اس کو غلط جگہ خرچ کیا جائے، یا نااہلوں کو ملازم یا رضاکار بنادیا جائے، اس لئے کہ چندہ دہندگان کا دل اسی وقت خوش اور مطمئن ہوگا جب وہ دیکھ لے کہ اس کا مال نیک کاموں اور صحیح مصرف میں خرچ ہو رہا ہے، اگر ایسا ہوگا تو اس دلچسپی میں چندے کی اصلیت، خرچ کرنے کی محبت اور جذبہ قوی تر ہوگا، لیکن جب وہ اس کے برعکس پائے گا تو بخل اور کنجوسی پر اتر آئے گا اور یہ تبرعات وعطیات کی مشروعیت سے شارع کا جو مقصود ہے اس کے منافی ہے۔ شارع جل مجدہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان خیر کے راستوں میں ہمیشہ خرچ کرتا رہے اور دنیا وآخرت میں اس کے آثار ہمیشہ باقی رہیں۔

پھر عبادت سمجھ کر مال خرچ کرنے والا روز بروز اس کو مضبوط، قائم ودائم اور عمدہ سے عمدہ بناتا رہتا ہے، کیونکہ مال خرچ کرنے والا سب سے پہلے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے، اس کے بعد اپنے بھائی کی مدد اور تعاون کرتا ہے، انہی خصوصیات کی وجہ سے اسلام میں عطیہ کی

ایک ذاتی حقیقت اور خالص انسانی برتاؤ کی حیثیت بن گئی، جو بہ طیب خاطر اور خوشی خوشی ادا کیا جاتا ہے، نہ کہ انقباض نفس کے ساتھ اور بطور مجبوری، مثلاً چندہ دہندگان سے زور زبردستی کی جائے، یا اس کو پریشان کیا جائے یا دھوکہ دے کر چندہ وصول کیا جائے۔

چوتھا مطلب: نکاح کے مقاصد

نکاح ایک تکوینی سنت، انسانی فطرت اور احسانِ خداوندی ہے، دنیا و آخرت میں اس کے بے شمار فوائد و مقاصد ہیں، جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱- نکاح کا پہلا مقصد کائنات کی تعمیر اور نوع انسانی کی بقاء کی خاطر حفاظتِ نسل اور اس میں اضافہ کرنا ہے، اسی طرح امتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع کرنا، اس کو مضبوط کرنا اور زندگی و عالمی وجود کی حیثیت سے اس کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے، تا کہ امتِ مسلمہ بارسوخ، با اقتدار و ذی اثر ہو اور روئے زمین میں خلافت کا فریضہ ادا کر سکے اور لوگوں کے خلاف گواہی دینے کی اہل بن سکے۔ انہی وجوہات کی بنا پر شریعت شادی بیاہ اور توالد و تناسل کی ترغیب دیتی ہے اور اس پر ابھارتی ہے، افلاس و تنگی یا عار وغیرہ کی وجہ سے قتلِ اولاد کو حرام قرار دیتی ہے اور بغیر کسی سخت ضرورت کے اسقاط حمل سے روکتی ہے، مثلاً جنین کی وجہ سے ماں کے مر جانے اور ہلاک ہونے کا واقعی اندیشہ ہو تو اسقاطِ حمل جائز ہے، اس لئے کہ اصل کی حفاظت فرع کی حفاظت سے مقدم ہے۔

۲- دوسرا مقصد نسب و عزت و آبرو کی حفاظت اور اس کو طوائف الملوکی، باہمی اختلاط اور لہو و لعب کی جگہ بنانے سے روکنا و بچانا ہے اور ابھی اوپر جو ہم نے ذکر کیا کہ نسل کی حفاظت شرعی مقصد ہے، اس سے مراد وہ مضبوط و منظّم نسل ہے کہ نسب صحیح ہو معلوم ہو اور فروع کو اس کے حقیقی اصول کے ساتھ ملحق کیا جا سکے اور عزت و آبرو، عفت و عصمت اور حیا و شرافت کی رعایت

ہواوران تمام خرابیوں کو دور کیا جائے جو انسان کے حق میں مخل اور حائل ہوں، صحیح نسب کے حوالہ سے ہو یا عزت وآبرو اور عصمت وعفت کے تعلق سے، اسی وجہ سے جائز اور صحیح نکاح کے احکام مشروع ہوئے اور زنا، لواطت ومشت زنی سے منع کیا گیا اور ان ممنوعات ومنہیات کا ارتکاب کر کے فطرت انسانی سے منحرف اور جماعتِ مسلمین سے کٹنے والوں کے لئے سزائیں متعین کی گئیں اور دوسرے کی اولاد کو بیٹا بنانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

نیز ان اسباب وذرائع سے بھی منع کیا گیا ہے جو نسب اور عزت وآبرو کی حفاظت کے مقصد میں رکاوٹ بن سکتے ہیں، جیسے اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی، شہوت کی نگاہ سے دیکھنا یا زمانۂ عدت میں شہوت کے ساتھ دیکھنا، بلکہ بعض ان جدید حوادث وواقعات سے بھی روک دیا گیا ہے جو اس مقصد کی بے حرمتی یا اس کو مجروح اور فوت کرتے ہیں جیسے نسبندی کرانا اور رحم مادر کو اجرت پر لینا۔

۳- نکاح کا تیسرا مقصد میاں بیوی کے درمیان ہم دردی، محبت والفت، سکون وطمانینت، نیک کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون اور باہم مودت ورحمت کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے، کیونکہ اس طرح رہنے سے دونوں کو عبادت اور طاعت وبندگی میں بڑی مدد ملے گی، روئے زمین کی آبادکاری، اس کی اصلاح، خوبصورت معاشرہ کی تشکیل، دنیا کو آخرت کی کھیتی اور محض ایک گزرگاہ کے طور پر اس کو سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔

یہ بات تو سب پر عیاں ہے کہ اس وقت دنیا کے تمام ممالک دینی واخلاقی قدروں کے اعتبار سے تھوڑے تفاوت کے ساتھ جنسی بے راہ روی کا شکار ہیں، منشیات کو عام کرنے پر آمادہ ہیں، تشدد، دہشت گردی اور قتل عام کے راستے پر عمل پیرا ہیں، جس کا حتمی نتیجہ عام طور پر خانگی انتشار کی شکل میں دیکھا جارہا ہے جس بنا پر فیملی اور خاندان کی ترتیب، روحانی اور تہذیبی کردار کی بنیاد کھوکھلی ہوچکی ہے۔

باحثین وقارئین کرام کے سامنے مذکورہ خرابیوں کوذکر کردینے کے بعد شاید ہم نے اس کا بھی اشارہ دے دیا ہے کہ نوجوانوں اور معاشرہ کی تعمیر، مطلوبہ امید کے مطابق متاع گم شدہ کے حصول اور نسلِ نو کی نشأۃ ثانیہ میں صالح مسلم فیملی کا بڑااہم رول اور غیر معمولی کردار رہا ہے اور یہ امت دنیاوآخرت میں انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" (۱) (تم لوگ بہترین جماعت ہو جولوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم بھلائی کاحکم دیتے ہواور برائی سے روکتے ہو)۔

۴- نکاح کا چوتھا مقصد مسلم خاندان کی تعمیر اور صالح معاشرہ کی تشکیل ہے، یعنی نکاح کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ایک ایسے مسلم خاندان کی تعمیر ہو جوشرعی امور کی پابند زوجین اور اصول وفروع سے مرکب ہو، اپنے پروردگار کے احکام وتعلیمات پرکاربند ہو، صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور ملت اسلامیہ کی تعمیر میں شریک کار ہو جو پوری دنیا کے لئے رہنمائی اور گائیڈ ہو۔

یہ بات آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کا انتخاب اس لئے کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے لئے خیرامت ہواور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت امر بالمعروف، نہی عن المنکر، ایمان باللہ، اور خلافت ارضی کے فریضہ کو ہر پہلو وزاوئے سے عمدہ طریقہ پرانجام دینے والی ہے اور ایسی امت اسلامی جماعتوں ومعاشروں کی تعمیر سے ہی تیار ہوسکتی ہے، جو حسب ونسب، رنگ وروپ، علاقہ وملک، رسم ورواج اور خصوصیات وامتیازات کے اختلافات کو خاطر میں نہ لاتی ہو، اس طرح کی جماعت ومعاشرہ کی تشکیل صرف دیندار، متوازن، صاف اور درست عقائد اور صحیح لین دین کے مسائل سے واقف خاندان کی تعمیر وترقی پر موقوف ہے۔

الغرض خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ امت مسلمہ کا وجود اور اس کی مکمل کامیابی کامیاب مسلم

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۱۰۔

خاندان اور مختتی و بیدار فیملی کی تشکیل وتعمیر پر موقوف ہے۔

یقیناً مسلم خاندان وافراد کا موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یہ ایسا شرعی مقصد ہے جس پر مختلف قرائن اور واضح دلائل موجود ہیں اور وہ مقصد امت مسلمہ کا وجود واتحاد اور اس کی قوت وطاقت ہے، صالح مسلم فیملی اور معاشرہ اس کا ذریعہ اور واحد سبب ہے اور جس کے بغیر امر واجب تام نہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

دشمنانِ اسلام کو مسلم فیملی کی اہمیت اور اس کے تہذیبی کردار کا احساس خوب اچھی طرح ہو چکا ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ شہادت علی الناس اور حصولِ اقتدار میں مسلم خاندان کا بڑا اہم رول ہے، اسی لئے مختلف طریقوں سے امت مسلمہ کا شیرازہ منتشر کرنے، ان کو کمزور کرنے اور پیچھے کرنے کی مسلسل کوشش کررہے ہیں، جبکہ بے شمار غیر مسلم خاندان ومعاشرہ قابلِ رشک اعلی معیار کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں اس کے باوجود خطرناک صورت حال میں خانگی انتشار، اخلاقی پستی، گھریلو آزادی اور قانونی وانتظامی افراتفری کا مشاہدہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا غیظ وغضب بڑھ رہا ہے اور وہ مسلم خاندان کی تباہ وبربادی کے حریص ہوتے جارہے ہیں کہ یہ امت مسلمہ کی سلامتی اور اس کی طاقت وقوت کا مضبوط قلعہ ہے۔

۵- نکاح کا پانچواں مقصد جنسی امراض اور اخلاقی بگاڑ سے معاشرہ کو پاک کرنا ہے، شاید یہ مقصد گزشتہ مقصد کے ضمن میں آچکا ہے جس کا تعلق مسلم خاندان، اسلامی معاشرہ اور طاقت ور حکمراں کی تعمیر سے تھا اور جس کا انحصار بالخصوص اکثر اوقات میں ظاہری وباطنی پاکی اور تہذیبی، اخلاقی اور جنسی امراض سے محفوظ رہنے پر تھا۔

مگر ہم نے اس مقصد کو اس کی اہمیت ونزاکت کے پیش نظر الگ سے ذکر کیا ہے، بالخصوص عصر حاضر میں یہ مسئلہ بڑا نازک بن چکا ہے، اس لئے کہ بیشتر معاشرے اور ممالک بے شمار قانونی، سیاسی واجتماعی پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کررہے ہیں، خطرناک جنسی امراض

(ایڈز، جریان، ژُھری) اور اخلاقی وخانگی آفتوں کی وجہ سے نہایت تکلیف دہ زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، بلکہ متعدد ممالک میں تو ہر جائز وناجائز کو قانونی اجازت مل گئی ہے اور غیر معمولی خانگی آزادی دے دی گئی ہے۔

بعض جدید خرابیاں جن کی وجہ سے مقاصد نکاح ضائع ہو گئے

الف-شوہر کے جنسی نرٗ کیڑے کو اس کے مرنے سے پہلے روکنا اور اس کو آلات کے ذریعہ محفوظ رکھنا، جس کو "بنوک المنی" کے نام سے جانا جاتا ہے، پھر شوہر کی وفات کے کئی سالوں کے بعد بیوی کی خواہش کے وقت بیوی کے انڈے کے ساتھ اس کو ملا کر حمل کاری کرنا، اگرچہ حمل کاری کا یہ طریقہ ازدواجی دائرہ میں اور زوجین کے مابین ہی انجام دیا گیا ہے، لیکن عورت کو حاملہ بنانے اور صاحبِ اولاد ہونے کے تعلق سے یہ شریعت کے مقصد کے منافی ہے، اس لئے کہ یہ کارروائی شوہر کے مرنے کے بعد اور ایسے حالات میں انجام دی جارہی ہے جو لاتعداد فتنوں اور خرابیوں پر منتہی ہے، مثلاً اسے زنا کے عام کرنے کا ذریعہ اور آڑ بنانا، زنا کے ان اثرات کو باقی رکھنے کے لئے اس کو وسیلہ بنانا جن کا تعلق ناجائز اولاد کے وجود سے ہے اور ان کو موہوم اصل کی جانب منسوب کرنے سے یا حقیقتاً وحکماً مردہ اور نسیاً منسیاً باپ سے ہے۔

اسی طرح مصنوعی حمل کاری میں مادۂ منویہ کو محفوظ کرنے پر مامور حضرات اور طلب وخواہش کے وقت اس کے مستحق کو دینے پر مامور لوگوں سے غلطی کا بھی امکان ہوتا ہے، اس لئے کہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہونا غالب ہے کہ ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی کو دینے کے بجائے کسی دوسری عورت تک پہنچ جائے جس کے لئے وہ نطفہ کسی طرح حلال نہیں ہے اور مرد وعورت کے مادۂ منویہ کو ایک دوسرے سے ملایا جائے، تو ایسے دو شخصوں کا ملاپ ہوگا جن کے درمیان کسی قسم کا شرعی تعلق نہیں ہے اور سوائے اس بیہودہ ترکیب اور فاش غلطی کے ان کے درمیان کوئی ربط نہیں ہوگا

اور یہ عمل ایسا ناجائز اختلاط ہوگا جس کی کوئی حاجت وضرورت بھی داعی نہیں تھی، مگر ہاں عصری تعلیم وشہری ترقی، مادّیت پرستی کا عروج، شرافت اور حیاو پاکدامنی کا لوگوں کی نگاہوں میں کم ہونا اور ان چیزوں کو معمولی سمجھنا ہی اس کا سبب ہوسکتا ہے۔

اور یہ تو سبھی کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس قسم کی غلطی ممکن الوقوع ہے بلکہ ہوتی رہتی ہے، اس سلسلہ کی غلطیوں وکوتاہیوں کی مسلسل خبریں مل رہی ہیں اور اس پر تعلیمی وطبی رپورٹ بھی آچکی ہے، جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اس قسم کی طبی غلطیاں بکثرت ہورہی ہیں، مثلاً ''ایڈز'' (۱) یا ''سیدا'' کے جراثیم کا کسی انسان کے جسم میں منتقل ہونا ایسے خون کے منتقل ہونے کی وجہ سے جس کا جراثیم سے محفوظ اور پاک ہونا یقینی نہیں ہے، آپریشن کے دوران بعض آلۂ جراحی، لیپ یا دوسری بعض طبی دواؤں کا مریض کے پیٹ میں بھول جانا وغیرہ، اس طرح کی لغزشیں وغلطیاں بہت زیادہ احتیاط واطمینان کے باوجود واقع ہورہی ہیں۔

آپریشن کے بعد مریض کے پیٹ میں آلۂ جراحت، یا دھاگا یا سوئی بھول کر چھوڑ دینے کی غلطی کو بھی کسی اجنبیہ عورت کے انڈے میں کسی اجنبی مرد کے مادیہ منویہ کو ملانے میں غلطی کرنے کے مقابلہ میں معمولی اور چھوٹی غلطی تصور کیا جائے گا، کیوں کہ کسی مرد کے نطفہ کو اجنبیہ سے ملانے کے نتیجہ میں ایسی اولاد جنم لے گی جس کی نہ کوئی شرعی، قانونی وعرفی حیثیت ہوگی اور انسانوں کے درمیان اس کو کوئی پوزیشن ہوگی، ناپسندیدگی اور غیر قانونی حیثیت کے علاوہ اسے کوئی پوزیشن نہیں حاصل ہوگی۔

ب- رحم کو کرایہ اور اجرت پر لینا ہے، اس کمیاب اور نادر الوقوع واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی بیوی کا رحم اولاد کو پیدا کرنے کے قابل نہ رہنے کی وجہ سے اپنے اور بیوی کے نطفوں کو ملا

---

(۱) فرانسیسی زبان میں ایڈز کو ''سیدا'' کہتے ہیں جس کا مفہوم ہے جنسی بے راہ روی کی وجہ سے یا خون کی منتقلی کے ذریعہ قوت دفاع کا فقدان۔

کر کسی اجنبیہ عورت کے رحم میں بطور اجرت پرورش کرائی جاتی ہے، اس طرح کے واقعہ کی حرمت اور فساد ظاہر ہے، کیوں کہ اس میں جائز بیوی اور نا جائز اجنبیہ کے تعلق کی حرمت سے معارضہ ہے، ماں بننے کے مقاصد سے اعراض ہے اور اس وجہ سے بھی یہ حرام ہے کہ اس سے نسب میں اضطراب ہوتا ہے اور اس میں خلط ملط ہو جاتا ہے، نسبی تعلق اور خونی واجتماعی ومعاشرتی ربط کمزور ہوتا ہے اور دنیوی معاملات اور زندگی کے شعبوں میں اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔

پانچواں مطلب: قضاء وشہادت کے مقاصد

قضاء اور شہادت شریعت کے ایسے معتبر لائحہ عمل ہیں جن کو قاضی اور شاہد (گواہ) دنیوی واخروی معاملات وحالات کے سلسلے میں بہت سے مقاصد اور فوائد کے لئے انجام دیتے ہیں۔ ان میں سے چند مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- پہلا مقصد انسان کے مادی ومعنوی حقوق کی نگہداشت، ان کو ضائع، کمزور اور خراب ہونے سے ان کی مکمل حفاظت کرنا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**یاداؤد إنا جعلناک خلیفة فی الأرض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتّبع الھوی فیضلک عن سبیل اللّٰہ إنّ الذین یضلّون عن سبیل اللّٰہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب**"(۱) (اے داؤدؑ ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے سو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہئے اور (آئندہ بھی) نفسانی خواہش کی پیروی نہ کیجئے کہ وہ اللہ کے راستہ سے آپ کو بھٹکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس پر کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے)۔

۲- دوسرا مقصد بغیر کسی امتیاز وتفریق کے تمام انسانوں کے درمیان عدل وانصاف،

---

(۱) سورۂ ص: ۲۶۔

مساوات و بھائی چارگی قائم کرنا ہے، یہ امتیاز وتفریق مذہب کی وجہ سے ہو یا پیشہ کی وجہ سے ہو، جاہ ومنصب کی وجہ سے ہو یا جنس اور حسب ونسب یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ہو، اس لئے کہ عدل ہی معاشرت کی بنیاد، سکون وآرام کا سبب اور امن وامان کا بہترین ذریعہ ہے، اللہ کا ارشاد ہے: "وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل"(۱) (اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو)۔

۳- تیسرا مقصد منحرفین وحداعتدال سے گذرنے والوں کو روکنا وڈرانا، دوسرے لوگوں کا اس سے سبق حاصل کرنا، مجرموں وباغیوں وسرکشوں کی سرکوبی کرنا، ظلم وزیادتی کو بند کرنا اور انسانوں، حیوانوں، ماحول اور گردوپیش کے تحفظ وامن وسلامتی کی خاطر مجرمین وباغیوں کے ظلم وسرکشی کی بیخ کنی کرنا ہے۔

۴- چوتھا مقصد ظلم وزیادتی کو ظالموں کے طرف لوٹانا، ناحق کسی کا مال واسباب لینے، غیر کا حق دبانے، کسی کی عزت وآبرو اور عفت وپاکدامنی کو تارتار کرنے، کسی کی شرافت پر حملہ کرنے سے روکنا اور اس کے امکانات کو بند کرنا ہے اور جائز ومشروع طریقہ پر ایک دوسرے سے تعلقات استوار کرنا اور آپس میں میل ومحبت پیدا کرنا، نظم ونسق اور امن وامان قائم کرنا ہے، مطلوبہ حق دلاکر اور حقدار تک حق پہنچا کر واجبات وحقوق کو ادا کرنا ہے، چاہے وہ قانونی، مادی وحسی حقوق ہوں یا ادبی ومعنوی حقوق ہوں۔

۵- پانچواں مقصد آپسی رنجش واختلافات، میاں بیوی یا دو پڑوسیوں کے جھگڑوں، بائع ومشتری کے مباحثوں، دوملکوں کے تنازعات اور ان کے علاوہ دیگر معاملات کو حتی المقدور دور کرنے کی سعی وکوشش کرنا اور ان کے مابین اصلاح وخیر کا کام کرنا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "الصلح خير"(۲) (صلح زیادہ بہتر ہے)۔

(۱) سورۃ النساء: ۵۸۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۲۸۔

۶- چھٹا مقصد ملک کی سیاست کو کامیاب بنانے اور اس کی مادی وتمدنی رفتار کو آگے بڑھانے میں حصہ لینا ہے، مفید اور نیک مشورہ دے کر، یا لائحہ عمل اور پلان واسکیم سازی میں شرکت کر کے، یا سیاست دانوں وار بابِ حکومت کی ان کے خاص امور اور فرائض منصبی میں کم وبیش تعاون کر کے، لیکن یہ عدل ومساوات کے دائرہ میں رہ کر اور پوری امت مسلمہ کے لئے خیر خواہی وترقی کی نیت سے ہو۔

۷- قضاء وشہادت کے اب تک جتنے مقاصد اوپر ذکر کئے گئے ہیں ان سب کو جامع وشامل مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا مستحکم اور دائمی نظام تشکیل دیا جائے کہ جب تک اصحابِ قانون وار بابِ حکومت صالح وخیر خواہ ہوں وہ نظام ہمیشہ کامیابی اور صلاح وفلاح کے ساتھ باقی رہے، جیسا کہ شیخ محمد طاہر بن عاشور التونسی نے اپنی کتاب ''مقاصد الشریعۃ الامیہ''(۱) میں ذکر کیا ہے۔

یہ عمومی نظام اسی وقت باقی اور مسلسل رہ سکتی ہے جب عدل وانصاف کا معامل ہو، صاحب حق کو ان کا حق دیا جائے، اور اس کے علاوہ وہ مقاصد اور فوائد ہیں جن کا ہم نے ماقبل میں ذکر کیا تھا۔

چھٹا مطلب: سزاؤں کے مقاصد

سزاؤں سے مراد وہ تمام حدود وتعزیرات ہیں جن کو متعدد مقاصد وفوائد کے تحت مستحقینِ سزا کو سزا دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے، بعض مقاصد حسبِ ذیل ہیں:

۱- سزائیں مستحقین سزا کے جرم کی تلافی کے لئے ہیں، یہ تلافی کبھی حسی اور مادی ہوتی ہے، جیسے چوری یا غصب کردہ چیز کے ضمان کا وجوب، قتل کی دیت کا وجوب وغیرہ اور کبھی معنوی

---

(۱) مقاصد الشریعۃ لابن عاشور ر ۴۳۔

وروحانی ہوتی ہے، جیسے سکون واطمینان نصیب ہونا اور غصہ وانتقامی جذبے کا سرد ہوجانا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، چوری مت کرنا، زنا مت کرنا، افترا پردازی مت کرنا اور نیک کام میں میری نافرمانی مت کرنا، جو شخص بھی ان باتوں پر عمل کرے گا تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا پھر اس پر اس کو سزا دی گئی تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جس نے مذکورہ گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، چاہے تو اس کو معاف کردے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے، حضرت عبادہؓ نے فرمایا: ہم نے آپ ﷺ سے اس پر بیعت کرلیا(۱)۔

۲-سزائیں اصلاً ڈرانے اور دھمکانے کا بہترین ذریعہ ہیں، یعنی سزاؤں کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ باغیوں اور نافرمانوں کو ڈرایا ودھمکایا جائے اور جو لوگ مطیع وفرمانبردار ہیں وہ نافرمانی وگناہ کی جرأت نہ کرسکیں اور حد سے تجاوز وحکم عدولی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔

چنانچہ علامہ ابن قیم علیہ الرحمہ ''اعلام الموقعین'' (۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ حکمت الٰہی اور رحمت خداوندی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس نے جان ومال اور عزت وآبرو کے تعلق سے ایک دوسرے کے ساتھ ہونے والے جرائم کے اندر سزائیں مشروع کی ہے، جیسے قتل، زخمی کرنا، تہمت لگانا، چوری کرنا، پھر اللہ تعالیٰ نے زجروتوبیخ کے تمام پہلوؤں کو انتہائی مستحکم اور مضبوط بنایا ہے، تاکہ ان سزاؤں سے تنبیہ ہو اور زجروتوبیخ کے مقصد پر مشتمل ان تمام پہلوؤں کو کامل ومکمل طور پر بیان کردیا ہے اور یہ کہ مجرم جس سرزنش وسزا کا مستحق ہے اس سے تجاوز نہ کیا جائے، لہٰذا جھوٹ بولنے میں زبان کاٹنے یا قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، زنا کرنے کے بدلہ خصی کرنے کا حکم نہیں دیا، چوری کی سزا میں جان سے مارنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اپنے بندوں کے لئے ان جرائم پر ایسی

(۱) بخاری شریف، کتاب مناقب الانصار، باب: وفود الانصار الی النبی صلعم بمکۃ

(۲) اعلام الموقعین ۲/ ۱۱۴۔

سزا تجویز کی جو اس کے اسماء وصفات، رحمت وحکمت، لطف وکرم اور عدل وانصاف کے مناسب ہو، تاکہ فتنے دور ہوں اور ظلم وزیادتی کی حرص کا قلع قمع ہو اور ہر شخص اسی پر قانع ہو جو اس کے خالق ومالک نے اسے عطا کیا ہے، تاکہ دوسرے کا حق سلب کرنے کی خواہش دل میں پیدا نہ ہو۔

۳-سزاؤں کا تیسرا مقصد ستم رسیدہ شخص کو خوش کرنا، مظلوم کے غیظ وغصب وانتقام کی آگ کو ٹھنڈی کرنا اور غیر منصفانہ طور پر انتقام و بدلہ لینے سے روکنا ہے، اس لئے کہ مجرم کو اگر سزا نہ دی جائے تو مظلوم عموماً بلکہ یقیناً بدلہ لینے میں زیادتی کرے گا، اس لئے سزائیں وضع کی گئیں، پھر ان حدود وتعزیرات کی حد بندی اور تعیین کر دی گئی تاکہ مخالفین کے سامنے مجرمین کو تنبیہ کرنے کا نظام روبہ عمل آسکے اور برقرار رہے اور مظلوم کو عدل وانصاف اور مساوات کے حوالہ سے راضی کیا جا سکے۔

علامہ ابن عاشورؒ نے فرمایا ہے کہ حدود وقصاص، تعزیر اور جنایات وجرائم کی دیتوں وتاوان کا حکم دینے سے شریعت کے تین مقاصد ہیں:

۱-ظالم کو سرزنش کرنا، ۲-مظلوم کو خوش کرنا، ۳-ظالم کے نقش قدم پر چلنے والوں کو وارننگ دینا(۱)۔

ساتواں مطلب: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقاصد

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک قطعی حکم الٰہی ہے، انبیاء ومرسلین کی سنت ہے، صالحین، داعین اور مجددین ملت کا اس پر عمل رہا ہے اور یہ امت اسلامیہ کے ''خیر امت'' ہونے کا سبب ہے، یہ امت کی بیداری اور اس کی تعمیر وترقی کا طریقہ، انسانیت کی فلاح وبہبود کا راستہ اور نظامِ زندگی کے دوام واستمرار کا ذریعہ ہے، اس کی دعوت وترغیب دی گئی ہے، اس کو ترک کرنے، سستی کرنے اور اس کے غلط وبے جا استعمال کرنے پر نکیر وارد ہوئی ہے، اس کی ترغیب کے سلسلہ

(۱) مقاصد الشریعۃ لمحمد الطاہر بن عاشور، ۲۰۵۔

میں بے شمار نصوص و دلائل اور ان گنت علمائے امت کے اقوال و قواعد وارد ہوئے ہیں:

الف-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر**"(۱)(تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو)۔

ب-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"**الَّذِيْنَ اِنْ مَكَّنَّا هم في الأرض اَقَامُوا الصَّلوٰةَ وَآتُوا الزَّكوٰةَ وَ أمَرُوَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ**"(۲)(یہ لوگ ایسے ہیں کہ) اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکاۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کا حکم دیں اور برے کام سے منع کریں، اور انجام (سب) کاموں کا اللہ ہی (کے ہاتھ) میں ہے)۔

ج-نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"**من رأى منكم منكراً فليغيّرة بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الايمان**"(۳) (تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے لیکن اگر اس کی قوت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو اپنے دل سے (اس کو برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔

اس مبارک اسلامی فریضۂ خداوندی کا قطعی اور یقینی حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ دنیا وآخرت میں اس کے حتمی وضروری فوائد ومقاصد ہیں، ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱-ضروری، کلی اور لازمی مقاصد کی حفاظت کرنا، (دین، جان، عقل، نسل ونسب، آبرو اور مال کی حفاظت) بوقت ضرورت ان مقاصد کی حفاظت کرنا جو واجبی ولازمی مقاصد سے قریب

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۱۰۔

(۲) سورۃ الحج: ۴۱۔

(۳) سنن نسائی، کتاب الایمان وشرائع، باب: تفاضل اہل الایمان۔

تر ہوں، ان مقاصد تحسینیہ کی حفاظت کرنا جن کے باعث دنیا وآخرت کی زندگی مکمل اور بہتر ہوتی ہے، اسی وجہ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر جملہ مقاصد بالا کو ثابت اور پختہ کرتے ہیں، جبکہ لوگوں کی زندگی وقلوب میں ان کو زندہ وجاگزیں کیا جائے اوران سے متصادم ومنافی امور کولغو اور باطل قرار دیا جائے۔

۲- روئے زمین پر سدھار اوراصلاح کا عمل زندہ کرنا، برائیوں، بدکاریوں، اورفسادات کودور کرنا، معاشرہ کوظاہری وباطنی امراض سے پاک کرنا اور پوری امت کوعوامی سطح پر ہو یا قیادت کی سطح پر، اس بات پرقادر بنانا کہ امت، بہترین اورعمدہ راستہ اختیار کرے، سیاست، تعمیر وترقی اورتربیت کے حوالہ سے معتدل طریقے پر چلے اور یہ اسی وقت ہوگا جب امت کے اندر ناصح وخیر خواہ، ذہن ساز، راہ نما اور مصلح حضرات موجود ہوں، جوحکمت، عمدہ نصیحت یا بوقت ضرورت جنگ وجدال کے ذریعہ نصیحت وارشاد کا فریضہ انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکمَة والْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" (۱) (آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلایئے حکمت سے اوراچھی نصیحت سے)۔

۳-امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا تیسرا مقصد تسلسل بحسن وخوبی اورنہایت ادب، تواضع وانکساری کے ساتھ اس فریضہ کوانجام دینے کی گارنٹی وضمانت لینا ہے، اس میں ایسا دلکش اسلوب اختیار کرنا چاہئے کہ خوداس فریضہ سے پوری امت اوراس کے داعین ومصلحین کے حق میں خیر وصلاح اورسعادت کا نتیجہ برآمد ہو، الغرض ہمارا اس بات پر یقین واعتماد ہونا چاہئے یہ فریضہ من جانب اللہ ایک ذمہ داری اورشرعی عمل ہے، جس پر اجروثواب کا وعدہ ہے تا کہ اس فریضہ کوانجام دینے والے اللہ کے حکم سے مطمئن ہوکراس کے بہتر جزاء کے منتظر، بہ نیت ثواب صابر وشاکر ہوکر اپنے مشن میں جہد مسلسل کرتے رہیں اورنصیحت وخیرخواہی اورتبلیغ میں منہمک

---

(۱) سورۃ النحل: ۱۲۵۔

رہیں، اگر چہ اس امر و نہی کی وجہ سے مشکل اور دشوار گزار راستوں کا سامنا کرنا پڑے اور تنقیدات، شکوک وشبہات اور سب وشتم کی سنگلاخ وادیاں طے کرنی پڑیں۔

قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس فریضہ کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے دینی حلقوں کا اعتماد حاصل کرنا ضروری ہے، تاکہ بحسن وخوبی اس کو انجام دینے کے لئے اس کے اسلوب وآداب سیکھے جاسکیں۔

ان اسلوب وآداب میں سے حکمت، عمدہ نصیحت، بوقت ضرورت جنگ وجدال، خیر خواہی کے جذبہ کا فروغ، اس میں سختی، تشدد وتعصب سے احتراز امر ضروری ہے اور جس شخص کو دعوت ونصیحت کی جارہی ہے اس کو اس بات کا احساس نہ دلانا کہ ناصح برتر وبالا اور افضل وفائق ہے اور مخاطب معمولی اور کمتر ہے، اس کا مرض انتہائی سنگین ہے، اس کا گناہ وجرم اور بے راہ روی نا قابل معافی ہے، کیونکہ یہ چیزیں اصلاح وارشاد اور تاثیر میں رکاوٹ کا سبب بن سکتی ہیں۔

من جملہ آداب میں یہ بھی ہے کہ مدعوئین کے دلوں کو جیت لیا جائے اور یہ چیز اکھاڑے ومیدانِ جنگ سر کرنے کی طرح آسان نہیں ہے، انہیں تشہیر وذلیل ورسوا نہ کیا جائے، ان کی خامی، لاجوابی وبے بسی کو عام نہ کیا جائے۔

ایک وسیع اور جامع ادب یہ بھی ہے کہ کسی برائی ومنکر کو روکنا اس سے بڑے فتنہ وفساد کا ذریعہ نہ بنے اور یہ ناعاقبت اندیشی، بدزبانی یا کم فہمی کی وجہ سے ہوسکتا ہے اور ایسا بھی نہ ہو کہ کسی معروف کو زندہ کرنے کی وجہ سے اس سے زیادہ اہم اور مؤکد معروف قربان ہو جائے، اس لئے کہ موجودہ یقینی مصلحت ایسی مصلحت سے مقدم ہے جس کی صرف امید ہو، اگر چہ یہ موہوم مصلحت پہلے کے مساوی ہو یا کم درجہ کی ہو، اسی طرح موجودہ خرابی کو اس سے بڑی اور سنگین خرابی سے نہیں بدلنا چاہئے، لہٰذا اس فریضہ کے منتظمین وذمہ داران (خواہ یہ کام انفرادی طور پر کیا جائے یا انجمن اور تنظیم کی سطح پر) کے لئے ضروری ہے کہ دقت نظر اور باریک بینی سے کام لیں اور ایسے

اختیارات استعمال کریں جو اس فریضہ کے حق میں مفید ہوں اور افراط وتفریط سے بچا جا سکے۔

۴- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا چوتھا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا، جنت الفردوس میں جگہ پانا، جہنم کی آگ سے نجات پانا ہے، نیز اس مقدس واہم فریضہ کو چھوڑ دینے کے نتیجہ میں دنیا وآخرت میں ہونے والی رسوائی وعذاب سے نجات حاصل کرنا بھی اس کے مقاصد میں داخل ہے۔

بحث کا خلاصہ (فقہی احکام میں مقاصد شریعت کی تطبیق)

بعض علماء کے نزدیک چند متعین فقہی ابواب واحکام سے تعلق رکھنے والے مخصوص مقاصد کے نام سے یہ بحث معروف ومشہور ہے، جیسے باب العبادات، باب المعاملات، باب الانکحۃ، اور باب الجنایات وغیرہ (۱) مخصوص مقاصد کا جاننا عمومی مقاصد کے جاننے سے زیادہ آسان ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ عام مقاصد کو جاننے کے لئے بہت زیادہ تحقیق اور غیر معمولی تتبع وچھان بین کی ضرورت ہوگی، کیونکہ شرعی احکام ونصوص میں ان مقاصد کو پختہ وثابت کیا گیا ہے۔ اور خاص مقاصد کے حصول کے لئے صرف انہی نصوص واحکام میں تتبع وتحقیق کی ضرورت ہوگی جن کا تعلق ان مخصوص ابواب واحکام سے ہے (۲)۔

الغرض مخصوص وعمومی مقاصد ہوں یا فقہی جزئیات وفروع سے متعلق جزئی مقاصد (۳)

---

(۱) مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ لمحمد الیوبی / ۴۱۴۔

(۲) ایضاً۔

(۳) شریعت کے فروعی احکام سے متعلق جزئی حکمتوں وعلتوں کا نام ''المقاصد الجزئیۃ'' ہے، جیسے بحالت حیض بیوی سے جماع کی حرمت کی علت، گندگی سے بچنا ہے اور اذان کی علت، اطلاع وتنبیہ اور اجتماع ہے، اور مونث کی مقابلے میں مذکر جانوروں کی قربانی کی فضیلت جانوروں میں اضافہ وکثرت ہے اس لئے کہ مونث جانور توالد وتناسل کا ذریعہ ہیں۔ مقاصد جزئیہ احکام کی علتوں وحکمتوں اور اسرار سے معروف ہیں اور مخصوص وعمومی مقاصد کے مقابلہ جزئی مقاصد میں متقدمین علماء نے گہری اور زیادہ دلچسپی لی ہے۔

ہوں، مجموعی طور پر یہ مقاصد شریعت اسلامیہ کی شکل اور حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور انہیں اسلامی وشرعی فنون میں سے ایک فن اور مستقل علم کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اور ان کو بہت زیادہ دلچسپی اور غیر معمولی عنایت وتوجہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔